اردو کا کلاسیکی ادب

کلیاتِ ذوق

جلد اوّل

از

محمد ابراہیم ذوق دہلوی

مرتبہ

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

مجلس ترقیِ ادب ۔ لاہور

۱۳۳۲۹۱
ت الرک ذ
۴-812

کلیات ذوق جلد اول

★

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جنوری ۱۹٦۷

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس لاہور

مہتمم : محمد ذوالفقار خاں

سرورق : مطبع عالیہ ۔ لاہور

قیمت : آٹھ روپے پچاس پیسے

دیوانِ ذوق (طبع اول)
مرتبہ ویران ، ظہیر ، انور کے سرورق کا عکس

URDU ADAB DIGITAL LIBRARY (BAIG_RAJ)

اُردو ادب ڈیجیٹل لائبیریری (بیگ راج)

اُردو ادب ڈیجیٹل لائبریری میں تمام ممبران کو خوش آمدید
اُردو ادب کی پی ڈی ایف کتابوں تک باآسانی رسائی کیلئے
ہمارے واٹس ایپ گروپ اور ٹیلی گرام چینل کو جوائن
کریں۔ اور باآسانی کتابیں سرچ اور ڈاؤنلوڈ کریں۔

واٹس ایپ: +92-307-7002092

TELEGRAM - HTTPS://T.ME/JUST4U92

شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کے نام ــــــ

جن کو ذوق اور کلامِ ذوق سے والہانہ عشق تھا

صاحب طرز نثر نگار اور شاعر ابن انشاء مرحوم
کی یاد میں یہ کتاب انجمن ترقی اردو ہند
کی لائبریری کو پیش کی جاتی ہے۔

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر تنویر احمد صاحب علوی نے شیخ ابراہیم ذوق کے سوانح اور شاعری کے متعلق جو تحقیقی اور انتقادی کام کئی سال سے شروع کر رکھا تھا، وہ بفضل اللہ خوش اسلوبی سے اتمام کو پہنچ گیا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی جلد دسمبر ۱۹۶۳ء میں چھپ گئی تھی۔ (ذوق - سوانح اور انتقاد) اب کلیات کی پہلی جلد تیار ہو چکی ہے، دوسری قریب الاختتام ہے۔

کسی بھی تحقیقی کام کی مشکلات کا صحیح اندازہ آسان نہیں۔ خصوصاً جن اصحاب کو ان مراحل سے کبھی سابقہ نہ پڑا ہو، وہ پوری تشریحات کے بعد بھی سمجھ نہیں سکتے کہ ایک ایک معاملے میں صاحبِ تحقیق کے لیے کن کن دشوار گزار گھاٹیوں میں گام فرسائی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ پھر ذوق کے متعلق تحقیق و تفتیش اور بھی مشکل ہو گئی تھی۔ مثلاً اس مرحوم کے متعلق تذکروں یا مطبوعہ دیوان کے مختلف نسخوں کے سوا بظاہر اور کوئی سر و سامان نہ تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد مرحوم، ذوق کے گرد افسانوں کا ایک ہالہ قائم کر چکے تھے، جس کے اندر پہنچ کر حقیقتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے بڑی ہمت اور جانفشانی کی ضرورت تھی۔ انتہائی مسرت ہے کہ ڈاکٹر تنویر احمد صاحب علوی نے اس کام کو جس طریق پر انجام دیا، اس کی کوئی مثال کم از کم ہماری زبان میں موجود نہیں۔

پھر ان کا اسلوب بحث و تحریر بطور خاص قابل ستائش ہے۔ وہ کسی پر اعتراض یا تعریض کے روادار نہیں۔ ہر مسئلے کے متعلق جتنے حقائق کا سراغ وہ لگا سکے، انھیں اس انداز میں صفحۂ قرطاس پر پھیلا دیتے ہیں کہ خوانندۂ کتاب بے تکلف مطلوب نتیجے پر پہنچ جائے جو ترتیب حقائق کے بعد بالکل بدیہی ہو جاتا ہے۔

سوانح کے متعلق بھی ان کا طریق یہی رہا، اب کلیات کے مقدمے میں بھی انھوں نے اسی کی پیروی کی۔ ادبی تحقیق کے سلسلے میں یہ طریق میرے نزدیک بے حد مستحسن ہے۔ اس آسمان کے نیچے کوئی فرد ایسا نہیں مل سکتا جو عالم الکل ہو۔ مختلف اصحاب اپنے اپنے دور میں جو چھان بین کر سکے، اس کے نتائج پیش کر گئے۔ ممکن ہے بعض ارباب علم نے مختلف مصلحتوں کی بنا پر بعض پہلوؤں کو زیادہ خوش نما بنانے کی کوشش کی ہو، لیکن انھیں ہدف اعتراضات بنانے یا تلخ گوئی اختیار کر لینے سے کیا فائدہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ خود جو کچھ معلوم کیا ہو، اسے پیش کر دیا جائے۔ عرفی نے ایک شعر میں، جو اس کے بہترین اشعار میں سے ہے، یہی حقیقت بیان کی ہے:

طعنہ کم تر زن حرم جویان رہ گم کردہ را
این ملامت بس کہ ما راہِ حرم گم کردہ ایم

کلیات کی پہلی جلد کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب نے ایک سو اڑتیس صفحات کا مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں کلام ذوق کے متعلق وہ سب کچھ فراہم کر دیا ہے، جو کسی نہ کسی اعتبار سے ضروری اور بطور خود غور و فکر کے لیے نفع بخش ہو سکتا تھا۔ اصل کلام کا مطالعہ مولانا آزاد مرحوم کا مرتّبہ دیوان سامنے رکھ کر کیا جائے تو کئی باتیں سرسری نظر ہی میں آشکارا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً:

۱- مولانا کے مرتّبہ دیوان میں اشعار کی ترتیب ہر جگہ وہ نہیں جو ذوق نے خود مناسب سمجھی تھی ۔

۲- بعض اشعار کے دونوں مصرعوں میں تبدیلیاں کی گئیں یا کم از کم پہلا مصرع ضرور بدل دیا گیا ۔

۳- جزوی تبدیلیوں کی مثالیں دیوان میں بہ کثرت مل جائیں گی ۔

کہا جا سکتا ہے کہ ذوق نے خود آخری دور میں یہ تبدیلیاں کر دی تھیں ، مولانا آزاد مرحوم ان سے بخوبی آگاہ تھے اور ذوق کے سلسلے میں انھیں کو سند ماننا چاہیے ؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی ترمیمات کے لیے کوئی بھی سند آج تک پیش نہیں ہو سکی اور ڈاکٹر صاحب نے جو کلام مرتّب کیا ہے وہ مختلف اعتبارات سے مستند ہے ۔ یہاں تک کہ ذوق ہر غزل یا نظم کے آغاز میں تیمّن و تبرّک کے طور پر جو الفاظ لکھ لیتے تھے ، وہ بھی بجنسہ محفوظ رکھے گئے ہیں ۔

قطعاً شبہ نہیں کہ مولانا آزاد نے مختلف غزلوں کا پس منظر خاص انداز میں پیش کر کے اپنے مرتّبہ دیوان کو بہت دل چسپ و دل آویز بنا دیا تھا ، لیکن سوال دل چسپی و دل آویزی کا نہیں ، یہ ہے کہ خود شاعر نے کیا کہا اور اس کے کلام کی اصل صورت کیا تھی ؟

بہر حال ڈاکٹر تنویر احمد صاحب کے کام کی اہمیت میں کلام کی گنجائش نہیں ۔ اتنی چھان بین ، اس قدر تگ و دو ، اس درجہ اہتمامِ تلاشِ جزئیات ، ایسی دقّتِ نظر اور ژرف نگہی کے ساتھ اس نوع کی سلامت روی کے نمونے بہت کم ملتے ہیں ۔ کاش اسی درجے کی محنت ، اتنا ہی تحملِ شدائد اور اسی پیمانے پر دیدہ ریزی و دل سوزی بعض نہایت اہم شعرائے اردو کے سلسلے میں بھی کی جاتی ،

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

جن کا کلام ذوق کے کلام کی طرح صرف زبان کے مراحلِ ارتقا ہی سے ایک معمولی مرحلہ نہیں، بلکہ جن کی بدولت اُردو میں جدید ترین افکار و حقائق کے اظہار کے لیے بہترین سانچے مہیا ہو گئے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی صاحب مستحقِ ستائشِ خاص ہیں کہ تحقیق و انتقاد کا اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا جو ہماری زبان میں غالباً ہمیشہ یادگار رہے گا۔

مسلم ٹاؤن لاہور　　　　　　　　　　　　مہر

۷- ستمبر ۱۹۶۶ع

(۲۰) نہ ہؤا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہؤا - - - - - ۱۶۱
(۲۱) وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا - - - - - ۱۶۲
(۲۲) بعدِ مردن بھی خیالِ چشمِ فتّاں ہی رہا - - - - ۱۶۲
(۲۳) نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا - - - - - ۱۶۴
(۲۴) نالہ جب دل سے چلا سینے میں پھوڑا اٹکا - - - - ۱۶۵
(۲۵) دریاے اشک چشم سے جس آن بہہ گیا - - - - - ۱۶۵
(۲۶) گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا - - - - ۱۶۶
(۲۷) ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا - - - - ۱۶۷
(۲۸) میں کہاں سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤں گا - - - - ۱۶۸
(۲۹) آسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا - - - - - - - ۱۶۹
(۳۰) پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا بجھا ہؤا - - - - - ۱۷۱
(۳۱) پہنچا آبِ تیغِ قاتل تا بسر اچھا ہؤا - - - - - ۱۷۲
(۳۲) غضب ہے آہ سینے میں بھڑکنا آتشِ غم کا - - - - ۱۷۳
(۳۳) نیمچہ یار نے جس وقت بغل میں مارا - - - - - ۱۷۴
(۳۴) اُتارا تن سے سر تو نے تو اس شامت کے مارے کا - ۱۷۵
(۳۵) شوقِ نظّارہ ہے جب سے اس رخِ پُر نور کا - - - - ۱۷۶
(۳۶) تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں بہتر پیدا - - - - ۱۷۹
(۳۷) نام یوں پستی میں بالا تر ہمارا ہو گیا - - - - - ۱۸۰
(۳۸) نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا - - - - - ۱۸۱
(۳۹) جو نہ رنگِ رنج و ماتم کا یہاں نمود ہوتا - - - - ۱۸۲
(۴۰) کسی بےکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا - - ۱۸۳
(۴۱) آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا - - - ۱۸۴
(۴۲) نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھؤاں ہوتا - - ۱۸۶
(۴۳) نیمچہ جو مول وہ بانکا جواں لینے لگا - - - - - - ۱۸۷
(۴۴) سرمہ ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا - - - - - ۱۸۸

(۴۵) ہر گام پر رکھے ہے وہ یہ ہوش نقشِ پا - - - - ۱۸۸
(۴۶) ترے ہاتھوں کوئی آوارہ اے گردوں نہ ٹھہرے گا - - ۱۸۹
(۴۷) طلبِ حق میں اگر بادیہ پیما ہوتا - - - - - - - ۱۹۰
(۴۸) جلوۂ یار لبِ بام جو دیکھا ہوتا - - - - - - - ۱۹۱
(۴۹) کس بتِ شعلہ رو سے آج وعدۂ ہم کنار تھا - - - ۱۹۱
(۵۰) ساتھ آہ کے دل بھی معِ پیکاں نکل آیا - - - - - ۱۹۲
(۵۱) آدم دوبارہ سوئے بہشتِ بریں گیا - - - - - - - ۱۹۳
(۵۲) پھر خیالِ ہجرِ جاناں گردِ دل رہنے لگا - - - - ۱۹۳
(۵۳) رشکِ خورشید ہے سیبِ ذقنِ سرخ ترا - - - - - ۱۹۴
(۵۴) یہ جس کے ناوکِ مژگاں کا دل نشانہ ہؤا - - - ۱۹۴
(۵۵) نہ میں ہی دیکھ کے چشمِ پری دوانہ ہؤا - - - ۱۹۵
(۵۶) پہلو سے جب ہؤا وہ بتِ نازنیں جدا - - - - - ۱۹۶
(۵۷) مرے سینے سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا - - ۱۹۷
(۵۸) جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا - - - - - - ۱۹۸
(۵۹) بزمِ بتاں میں پاؤں مرا جب دخیل تھا - - - - ۱۹۸
(۶۰) جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا - - - ۱۹۹
(۶۱) نغمۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائے گا - - - - ۲۰۰
(۶۲) کوئی اس بزم میں مونس ہے نہ دم ساز اپنا - - - ۲۰۰
(۶۳) نشانی کچھ دکھائی دے تو بتلاؤں یہاں ٹوٹا - - - ۲۰۱
(۶۴) کیا کیا نہ لطف تیرے ستم کا اٹھا لیا - - - - ۲۰۱
(۶۵) کروں درد آشنا کیوں کر دلِ احباب اپنا سا - - ۲۰۲
(۶۶) جب نیم جاں ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا - - - - ۲۰۲
اشعار متفرقات ردیف الف - - - - - - - - - - ۲۰۳

ب

(۶۷) پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پسِ جامِ شراب - - - ۲۰۷
(۶۸) کرے ہے شرع کا پاس نمک مدام شراب - - - ۲۰۹

(٦٩) برسوں هو هجر ، وصل هو گر ایک دم نصیب - - ٢٠٩
(٧٠) دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب - - - - ٢١٠
مطلع - - - - - - - - - - - - - - ٢١١

ت

(٧١) معلوم جو هوتا همیں انجامِ محبت - - - - - - ٢١١
(٧٢) مجنوں نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت - - - - ٢١٢

ج

(٧٣) هے وہ آزار محبت سے دلِ زار کو رنج - - - - - ٢١٣
مطلعے - - - - - - - - - - - - - ٢١٤

چ

(٧٤) اس پری کو تو نہ لے حیف اے دل بےتاب کھینچ - - ٢١٤
مصرع - - - - - - - - - - - - - - ٢١٥

ح

(٧٥) فرقت کی رات جی چکے هم تا زمانِ صبح - - - ٢١٥
(٧٦) ٹھیری هے ان کے آنے کی یاں کل پہ جا صلاح - - ٢١٦

د

(٧٧) کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد - - - ٢١٧
اشعار - - - - - - - - - - - - - ٢١٨

ذ

(٧٨) هولِ دل کا مجھے دو یار نہ لا کر تعویذ - - - - ٢١٩
(٧٩) مژدۂ قتل هے اس عهد شکن کا کاغذ - - - - - ٢١٩
(٨٠) هے تیرا بوسۂ لب و رخ اس قدر لذیذ - - - - ٢٢٠

ر

(۸۱) نگہ نہیں حرف دل نشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر - ۲۲۱
(۸۲) خوب روئے آج ہم سنسان ہاموں دیکھ کر - - ۲۲۲
(۸۳) کہا پتنگ نے یوں دارِ شمع پر چڑھ کر - - - - ۲۲۳
(۸۴) جاں ہوا یوں ہوئی اُس خال کا بوسہ لے کر - - ۲۲۴
(۸۵) کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر - - - ۲۲۵
(۸۶) جب چلا وہ مجھ کو بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر - ۲۲۶
(۸۷) بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر - - - ۲۲۷
اشعار متفرقات - - - - - - - - - - - - ۲۲۸

س

(۸۸) کون سا ہم دم ہے تیرے عاشق بے دم کے پاس - - - ۲۳۰
(۸۹) تیر و کماں ہیں اُس بتِ ناوک فگن کے پاس - - - ۲۳۱
مطلعے - - - - - - - - - - - - - - - ۲۳۲

ص

(۹۰) سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص - ۲۳۲

ض

(۹۱) پر کترنے کو جو صیّاد نے چاہی مقراض - - - ۲۳۳

ظ

(۹۲) نہ اُس سے امن میں ایماں، نہ دیں رہا محفوظ - - ۲۳۴

ع

ذوق کیوں کر ہو اپنا دیوان جمع - - - - - ۲۳۴

غ

(۹۳) داغِ دل سمجھا کیے ہم اپنا رشکِ روے باغ - ۲۳۵
(۹۴) بولتا کیوں ہم سے ہے اے دشمنِ جانی دروغ - - ۲۳۵

ف

(۹۵) هم دم وه مجھ سے خوب نہیں خوب رو ہے صاف - - ۲۳۶
مطلع - - - - - - - - - - - - - - - - ۲۳۷

ق

(۹۶) پھر خواب میں آتی ہے نظر صورتِ معشوق - - - ۲۳۷
(۹۷) شمع ساں آہ نہیں میری شرر بارِ فراق - - - - - - ۲۳۷
(۹۸) لوگ کس طرح نہ جانیں مجھے نخچیر فراق - - - - ۲۳۸
مطلع - - - - - - - - - - - - - - - - ۲۳۹

ک

(۹۹) جو کُھل کر اُن کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک - ۲۳۹
مطلعے - - - - - - - - - - - - - - - - ۲۴۰

ل

(۱۰۰) پھنسا ہے حلقۂ گیسوے تاب دار میں دل - - - - ۲۴۰
(۱۰۱) ازل سے یوں دلِ عاشق ہے نور کی قندیل - - ۲۴۲
(۱۰۲) دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل - - - ۲۴۳

م

(۱۰۳) پابند جوں دخاں ہیں پریشانیوں میں ہم - - - ۲۴۳
(۱۰۴) شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم - - - ۲۴۵
(۱۰۵) بل بے اے آتشِ غم دل کو کرے یہ تو گرم - - ۲۴۶

ن

(۱۰۶) ہے چشم تیری مستِ قدح گیرِ باغِ حسن - - - ۲۴۷
(۱۰۷) عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں - - - ۲۴۸

(۱۰۸) گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اس میں - - - - ۲۴۹
(۱۰۹) وقت پیری شباب کی باتیں - - - - - - - - - - ۲۵۰
(۱۱۰) هفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں - - - - - ۲۵۱
(۱۱۱) اس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں - - - - ۲۵۲
(۱۱۲) بلائیں آنکھوں سے اُن کی مدام لیتے ہیں - - - - ۲۵۳
(۱۱۳) گزرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں - - - - - - ۲۵۴
(۱۱۴) گُہر کو جوہری ، صرّاف زر کو دیکھتے ہیں - - ۲۵۶
(۱۱۵) دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غم خانے میں - ۲۵۷
(۱۱۶) کرے وحشت بیاں چشمِ سخن گو اس کو کہتے ہیں - ۲۵۸
(۱۱۷) ہے جی میں اپنے غرّۂ جوہر کو توڑ دوں - - - ۲۵۸
(۱۱۸) ہیں دہن غنچوں کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہیں - ۲۵۹
(۱۱۹) ہاں تامل دمِ ناک فگنی خوب نہیں - - - - - ۲۶۰
(۱۲۰) بے یار روزِ عید شب غم سے کم نہیں - - - - - ۲۶۱
(۱۲۱) گئیں یاروں سے وہ اگلی ملاقاتوں کی سب رسمیں - ۲۶۲
(۱۲۲) مے ملا کر ساقیانِ سامری فن آب میں - - - - ۲۶۳
(۱۲۳) قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہیں - - - - ۲۶۴
(۱۲۴) غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں - - - - - ۲۶۵
(۱۲۵) جیفہ سمجھ کے رکھتا جو دنیا سے ننگ ہوں - - - ۲۶۷
(۱۲۶) یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں - - - ۲۶۸
(۱۲۷) تیرے آفت زدہ جن دشتوں میں اڑ جاتے ہیں - - ۲۶۸
(۱۲۸) نہ چھوڑا تارِ وحشت نے ہمارے جیب و داماں میں - ۲۶۸
(۱۲۹) ہیں بتاں محو خود نمائی میں - - - - - - - - - ۲۶۹
(۱۳۰) تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہیں - ۲۶۹
(۱۳۱) واقف ہیں ہم کہ حضرتِ دل ایسے شخص ہیں - ۲۷۰
(۱۳۲) سینے سے جو میں آہِ دلِ تنگ نکالوں - - - - - ۲۷۰

اشعار و ابیات - - - - - - - - - - - - - - ۲۷۱

و

(۱۳۳) دانہ خرمن ہے ہمیں ، قطرہ ہے دریا ہم کو - - ۲۷۶
(۱۳۴) آسماں اور وہ انسان بناتا ہم کو - - - - - - ۲۷۹
(۱۳۵) رندِ خراب حال کو زاهد نہ چھیڑ تو - - - - - ۲۸۱
(۱۳۶) موت هی سے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو - - ۲۸۲
(۱۳۷) تمنانہیں ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزدِ قلق ہو - ۲۸۳
(۱۳۸) جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے . . . . . - - - - ۲۸۴
(۱۳۹) سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو - - ۲۸۵
(۱۴۰) صفا میں تیرے رخ سے آئنہ کیا خاک همسر ہو - - ۲۸۶
(۱۴۱) چرخ ضدّی ہے کوئی ضد نہ دلائے اس کو - - - ۲۸۷
(۱۴۲) عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو - - - - - ۲۸۸
(۱۴۳) یہاں تک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو - - ۲۸۹
(۱۴۴) سگِ دنیا پس از مردن بھی دامن گیر دنیا ہو - - ۲۸۹
(۱۴۵) دن کٹا جائیے اب رات کدھر کاٹنے کو - - - - ۲۹۰
(۱۴۶) منزلِ گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سے ہو - - - - ۲۹۱
(۱۴۷) عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو - - - ۲۹۲
(۱۴۸) تصور کس طرح بھولے ترا اس چشم گریاں کو - - ۲۹۳
(۱۴۹) کوسوں کیا تنگیِ زمانے کو - - - - - - - - ۲۹۳
اشعار - - - - - - - - - - - - - - - ۲۹۴

ہ

(۱۵۰) مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ - - - - - ۲۹۵
(۱۵۱) اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ - - ۲۹۸
(۱۵۲) جنوں کے جیب دری پر ہیں خوب چلتے ہاتھ - - ۲۹۹
(۱۵۳) کیا کیا مصیبتیں ہیں دلِ پُر محن کے ساتھ - - - ۳۰۰

(۱۵۴) واں اگر جائے تو اے قاصد قدم برداشتہ[1] - - ۳۵۰
مطلعے - - - - - - - - - - - - - - - ۳۰۲

ی

(۱۵۵) ہیں ترے رشکِ خطِ رخسار سے - - - - - - - ۳۰۳
(۱۵۶) کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے - - - ۳۰۵
(۱۵۷) پاک رکھ اپنی زباں ذکر خدائے پاک سے - - - ۳۰۶
(۱۵۸) لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے - - - - ۳۰۷
(۱۵۹) کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے - ۳۰۹
(۱۶۰) الگ ہوتا نہ کھنچ کھنچ کر مرا ہر تار دامن سے - ۳۰۹
(۱۶۱) نہیں ثبات بلندیِ عز و شاں کے لیے - - - - - ۳۱۲
(۱۶۲) مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے - - - ۳۱۵
(۱۶۳) ساقیا عید ہے لا بادے سے مینا بھر کے - - - - ۳۱۵
(۱۶۴) ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے - ۳۱۶
(۱۶۵) کرے ہے کام تیغِ یار کس کس آبداری سے - - ۳۱۷
(۱۶۶) یار ہنسنے حال پر ہم دل فگاروں کے لگے - - - ۳۱۸
(۱۶۷) کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے - - ۳۱۹
(۱۶۸) آڑائی طرز نالے کی جو اک دم تیرے محزوں سے - - ۳۲۱
(۱۶۹) نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی - - - - ۳۲۲
(۱۷۰) باغِ عالم میں جہاں نخلِ حنا لگتا ہے - - - - ۳۲۲
(۱۷۱) اس سنگِ آستاں پہ جبین نیاز ہے - - - - - - ۳۲۳
(۱۷۲) وہ ہوں میں پُر معاصی سوختہ سوز ندامت سے - ۳۲۴
(۱۷۳) ہوں ہم وہ ایک جا سو کہاں ہائے جائے ہے - ۳۲۶
(۱۷۴) جاں غش لبِ جاں بخش پر دل غش خطِ مشکیں پہ ہے - ۳۲۷
(۱۷۵) زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے - - ۳۲۸
(۱۷۶) کب وہ گذرتے ہیں سرِ لاف و گزاف سے - - - ۳۲۸

---

(۱)- یہ غزل حواشی میں دیکھیے -

(۱۷۷) الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے - ۳۲۹
(۱۷۸) کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے - - ۳۳۰
(۱۷۹) رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے - - ۳۳۲
(۱۸۰) جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے - - - - ۳۳۳
(۱۸۱) فلک تو ٹیڑھ ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے - - ۳۳۴
(۱۸۲) ہردم دلِ خوں گشتہ میں اک جوش فزوں ہے - ۳۳۵
(۱۸۳) ہوئے کیوں اُس پہ عاشق ہم ابھی سے - - - - ۳۳۶
(۱۸۴) لائی حیات آئے ، قضا لے چلی ، چلے - - - - ۳۳۶
(۱۸۵) خوب روکا شکایتوں سے مجھے - - - - - - - ۳۳۶
(۱۸۶) لیا ایمان و دل تونے اگرچہ اک زمانے سے - - ۳۳۷
(۱۸۷) دشنام ، ہو کہ وہ ترش ابرو ہزار دے - - - - ۳۳۷
(۱۸۸) مجھ سے کچھ پوچھو نہ خوں نابۂ حسرت کے مزے - ۳۴۰
(۱۸۹) حالت ، نشے میں دیکھنا اُس بے حجاب کی - - ۳۴۱
(۱۹۰) کیا مدنظر تم کو ہے یاروں سے تو کہیے - - - ۳۴۲
(۱۹۱) یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے - - - - - ۳۴۳
(۱۹۲) ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آوے - - - ۳۴۴
(۱۹۳) دل بچے کیوں کر نگاہِ دلبرانِ شنگ سے - - - ۳۴۴
(۱۹۴) قفل صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے - - - - ۳۴۵
(۱۹۵) کس کے مو شانے میں اے دست ہوس ٹوٹ گئے - ۳۴۶
(۱۹۶) اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے - ۳۴۷
(۱۹۷) غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے - - - - - ۳۴۸
(۱۹۸) نہ ہوں گے ہم قائلِ قیامت . . . . - - - - ۳۴۹
(۱۹۹) نہیں مژگانِ پُر خوں خارِ غم تھے دلنشیں نکلے - - ۳۵۰
(۲۰۰) آتے ہی تم نے گھر کے پھر جانے کی سنائی - - ۳۵۱
(۲۰۱) دل کی معاش غم آسے غم کی تلاش ہے - - - - ۳۵۲
(۲۰۲) ہے کان اس کے زلف معنبر لگی ہوئی - - - - ۳۵۳

(۲۰۳) خط بڑھا کاکل بڑھے زلفیں بڑھیں گیسو بڑھے - - ۳۵۴
(۲۰۴) جو کچھ کہ ہے دنیا میں وہ انساں کے لیے ہے - - ۳۵۶
(۲۰۵) آتا نہیں مہ طلعت کیا دیر لگائی ہے - - - - - - ۳۵۷
(۲۰۶) پوچھ مت راہِ محبت نظرِ پُر فن سے - - - - - ۳۵۸
(۲۰۷) کوئی کمر کو تری ، کچھ جو ہو کمر ، تو کہے - ۳۵۹
(۲۰۸) یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے - - - - ۳۶۰
(۲۰۹) ہم ہیں اور شغلِ عشق بازی ہے - - - - - ۳۶۱
(۲۱۰) چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے - ۳۶۲
(۲۱۱) ہمارا ہوش دیکھ اُس آنکھ کا یوں ڈورا اڑ جائے - - ۳۶۳
(۲۱۲) کیا غمزہ ترا برسرِ بیداد غضب ہے - - - - - ۳۶۴
(۲۱۳) آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے - - - - - - - ۳۶۶
(۲۱۴) زخمی ہوں ترے ناوکِ دزدیدہ نظر سے - - - ۳۶۷
(۲۱۵) دکھائی زخم نئے تیغ زن نہیں دیتے - - - - - - ۳۶۸
(۲۱۶) سنگ دل بن ترے ہم شاد تو کیا پتھر تھے - - ۳۷۰
(۲۱۷) جو دنی ہیں وہ تونگر تھے تو کیا پتھر تھے - - ۳۷۱
(۲۱۸) یہی گر تری چشمِ سحر آفریں ہے - - - - - - ۳۷۱
(۲۱۹) بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی - - - ۳۷۳
(۲۲۰) ہنگامِ بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے - - - ۳۷۴
(۲۲۱) ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دارالشفا سمجھے - - ۳۷۵
(۲۲۲) زخمِ دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے - ۳۷۷
(۲۲۳) کب حق پرست زاہدِ جنت پرست ہے - - - - ۳۷۹
(۲۲۴) موے سرِ مارانِ سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے - - ۳۸۰
(۲۲۵) میری خاکستر اڑی اُس سے یہ گردوں سب بنے - ۳۸۱
(۲۲۶) سب کو دنیا کی ہوس خوار لیے پھرتی ہے - - - ۳۸۲
(۲۲۷) اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے - - ۳۸۲

(۲۲۸) مه میں کہاں جو تاب رخِ سیم تن میں ھے - - ۳۸۳
(۲۲۹) کہتے ھیں لوگ سب کہ نہیں پاؤں جھوٹ کے - - ۳۸۴
(۲۳۰) زباں پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے - - ۳۸۴
(۲۳۱) تیر اُس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے - ۳۸۵
(۲۳۲) نبض نملی ھے کہاں میری فلاطوں چلتی - - - ۳۸۶
(۲۳۳) هم اول هی سے خود کو نابود سمجھے - - - - ۳۸۷
(۲۳۴) خیال دل میں برے نہ لاؤ ھمارے دل میں تمھارا گھر ھے - ۳۸۷
(۲۳۵) اُس نے مارا رخ روشن کی دکھا تاب مجھے - - - ۳۸۸
(۲۳۶) نعل جب شکل مہ نو ترے توسن کو لگے - - - ۳۸۹
(۲۳۷) کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے - ۳۹۰
اشعار غزل - - - - - - - - - - - - - - ۳۹۰
اشعار و ابیات - - - - - - - - - - - - - ۳۹۳
قطعات - - - - - - - - - - - - - - - ۴۰۲
رباعیات - - - - - - - - - - - - - - ۴۰۷
اشعار مثنوی - - - - - - - - - - - - - ۴۱۰
اشعار - - - - - - - - - - - - - - - ۴۱۳
حواشی - - - - - - - - - - - - ۴۱۷ تا ۴۷۰
اشاریہ - - - - - - - - - - - - ۴۷۱ تا ۴۹۰
صحت نامۂ اغلاط - - - - - - - - - - - - ۴۹۱

حرف آغاز

ذوق پر میرے تحقیقی کام کے آغاز (۱۹۵۶ء) ھی میں پروفیسر آل احمد سرور نے مجھے دیوان ذوق پر کام کرنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ اپنے قلم سے میرے کام کے بنیادی خاکے میں دیوان ذوق کی ترتیب کا آئٹم بڑھا دیا تھا ۔ (پروفیسر موصوف کے مشورے ھی پر میں نے ذوق کو اپنے موضوعِ تحقیق کے طور پر اختیار بھی کیا تھا) اس آئٹم کا اضافہ میرے خیال میں اس وقت اس لیے زیادہ اھم تھا کہ اس سے مقالہ اچھا خاصا بھاری بھر کم ھو جائے گا اور ذوق پر تحقیقی و تنقیدی مواد کی کمی کی تلافی ھو سکے گی ۔

اس خیال کے تحت میں کئی مہینے تک لٹن لائبریری علی گڈھ میں دیوان ذوق کے مختلف نسخے تلاش کرتا اور ان کے باھمی اختلافات کو نوٹ کرتا رھا ۔ اس اثنا میں ذوق کے سوانح اور شاعری سے متعلق تحقیقی و تنقیدی کام پر میں نے نسبتاً بہت کم توجہ دی ، لیکن جب اس سلسلے میں دھلی ، لاھور اور بعض دوسرے مقامات کے سفر کرنے کا اتفاق ھؤا تو خلافِ توقع اپنے مقالے کے سوانحی اور تنقیدی حصے سے متعلق مجھے اچھا خاصا مواد مل گیا اور اب ترتیبِ دیوان کے خیال کو چھوڑ کر مقالے کے سوانحی اور تنقیدی پہلو پر زیادہ کام کرنے اور زور دینے کی ضرورت پیش آئی کہ وہ ھی بنیادی طور پر اس کا مرکزی و مقصدی حصہ تھا ۔ چند مہینے کے مطالعے کے بعد مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ ترتیبِ دیوان کا کام اس مقالے سے بالکل الگ ھٹ کر ایک مستقل تحقیقی کام کی صورت میں کیا جانا چاھیے ۔ مقالہ دو سال کے اندر مکمل ھو گیا لیکن اس کے ٹائپ ھونے اور امتحان کی منزلوں سے گزرنے

میں مزید دو سال کے قریب لگ گئے ۔ جب اس پر مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی اور اس کی طرف سے یک سوئی حاصل ہوئی تو میں از سرنو ترتیبِ کلیات کی طرف متوجہ ہؤا اور موقع پا کر دوبارہ بعض اُن مقامات پر گیا جہاں کی لائبریریوں کو میں نے اپنے مقالے کی ترتیب کے دوران میں دیکھا تھا ۔ خاص طور پر اُس ریکارڈ کا مطالعہ کیا جو آغا محمد باقر صاحب نبیرۂ آزاد کے پاس ہے اور کلامِ ذوق سے متعلق معلومات کا سب سے اہم سرچشمہ ہے ۔ اس کوشش اور کاوش میں اچھا خاصا وقت صَرف ہو گیا اور تین چار سال سے پہلے یہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا ۔ بہر نوع (کلام ذوق سے متعلق) پھیلے ہوئے مواد کو اکٹھا کرنے ، مختلف مآخذ سے استفادہ کرنے اور بکھری ہوئی سچائیوں کو یک جا صورت میں پیش کرنے کی اس کوشش میں کہاں تک مجھے کامیابی ہوئی ؟ اس کا صحیح اندازہ اُس وقت ہو سکے گا جب اہلِ علم و تحقیق کی مزید کاوشوں اور مناسب مشوروں کی صورت میں اس کے نتائج میرے سامنے آئیں گے ۔

کلام ذوق کی ترتیب کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی ، جو نسبتاً ایک آسان صورت تھی اور بعض حضرات نے مجھے یہ مشورہ بھی دیا کہ میں ذوق کے سب سے قدیم مطبوعہ نسخے یعنی دیوان ذوق مرتّبہ ویران ، ظہیر و انور مطبوعہ مطبع احمدی شاہدرا دلہائی سنہ ۱۲۷۹ ہجری کو ایڈٹ کردوں ، لیکن اپنے مطالعے ، تحقیق اور تلاش کے دوران میں مجھے جو مواد ملا اس کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر یہ زیادہ مناسب معلوم ہؤا کہ ذوق کے تمام کلام کو نئے سرے سے ترتیب دیا جائے اور اس کے لیے اُس تمام مستند مواد سے کام لیا جائے جس تک میری رسائی ہوئی ۔ اس کے نتیجے میں میرے مرتّب کردہ اس کلیات کی ترتیب نہ صرف نسخۂ ویران

سے بلکہ نسخۂ آزاد سے بھی مختلف ہوگئی ۔ یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اب تک ذوق کے جتنے نسخہ ہائے دیوان ، مجموعہ ہائے اشعار یا انتخابات شائع ہوئے ہیں ، نگارستانِ سخن کو مستثنٰی کرتے ہوئے ، باقی سب کے سب نسخۂ ویران یا نسخۂ آزاد پر مبنی ہیں یا ان سے منتخب و ماخوذ ہیں ۔

اس ترتیب میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے :

(۱) ذوق کا تمام کلام جو مختلف مآخذ میں ملتا ہے ، وہ تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے :

(حصۂ اول) اس میں وہ تمام کلام شامل ہے جس کی تصدیق مسوداتِ ذوق ، بیاض ، دیگر قلمی مآخذ ، ذوق کے ہم عہد تذکروں ، قدیم دواوین اور دیگر مآخذ سے ہوتی ہے ۔ مولانا آزاد کی روایت (ایک دو جگہوں کو مستثنٰی کرتے ہوئے) اس میں شامل نہیں ہے ۔

(حصۂ دوم) اس میں مولانا آزاد کے دیوان میں شامل وہ تمام غزلیں ، قصائد اور اشعار ہیں جو صرف مولانا کے مرتب کردہ دیوان میں ملتے ہیں اور کسی دوسرے ذریعے سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی ۔

(حصۂ سوم) اس میں ذوق کا فارسی کلام شامل ہے ۔

(۲) مختلف غزلوں یا قصیدوں میں اشعار کی ترتیب وہی رکھی گئی ہے جو نسبتاً زیادہ قدیم اور مستند مآخذ میں ملتی ہے ۔ جو اشعار کسی خاص ماخذ میں نہیں ملتے لیکن دوسرے مستند مآخذ میں موجود ہیں ، انھیں اس کے بعد درج کیا گیا ہے ۔ کہیں کہیں بہ درجۂ مجبوری

اس سے انحراف بھی کیا گیا ہے ۔ مطلعے یا مقطعے بہرحال ان کی اپنی جگہ پر رکھے گئے ہیں ۔ یہ میں نے اس لیے عرض کیا کہ ذوق کے بعض مسودوں میں کہیں مطلع اور کہیں مقطع درمیان غزل میں بھی آیا ہے ۔ اسی طرح دو ایک قصیدوں کے مسودوں میں مدحیہ اشعار پہلے اور تمہیدی اشعار اس کے بعد لکھے گئے ہیں ۔ ان کی ترتیب بھی بدل دی گئی ہے ۔

(۳) تصحیح و تعیینِ متن کے سلسلے میں زیادہ قدیم اور مستند مآخذ کو ترجیح دی گئی ہے اور ذوق کی اپنی روایت کو بہرحال مرجح سمجھا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں کسی دوسرے نسخے کو صرف اس حالت میں لائقِ ترجیح تصور کیا گیا ہے ، جب کہ اس میں نمایاں طور پر زبان ، خیال یا بندش کے اعتبار سے زیادہ چستی و درستی نظر آئی ۔ اس ضمن میں اختیارِ تمیزی سے کام لینے کے علاوہ اور کوئی معیار مشکل ہی سے مقرر کیا جا سکتا ہے ۔ باقی نسخوں کے اختلافات حواشی میں دے دیے گئے ہیں ۔ ذوق نے اپنے بعض مسودوں میں خود بھی اصلاحیں کی ہیں اور مختلف اشعار اور مصرعوں کو ایک سے زیادہ مرتبہ بدلا اور درست کیا ہے ۔ متن میں زیادہ تر آخری صورت کو ترجیح دی گئی ہے ، باقی اصلاحات کی وضاحت اور ابتدائی صورت کی نشان دہی حواشی میں کر دی گئی ہے ۔

(۴) ذوق کے یہاں املا کی بعض قدیم صورتیں بھی ملتی ہیں ۔ انھوں نے اپنے مسودوں میں ”میں نے“ کو ”مینے“ اور ”اس سے“ کو ”اسے“ لکھا ہے ۔

اسی طرح وہ ''مجھ کو'' اور ''مجھے'' کی جگہ ''مجکو'' اور ''مجے'' لکھتے ھیں ۔ ان کے تمام قدیم مآخذ میں ''آس'' اور ''آن'' کی جگہ ''اوس'' اور ''اون'' لکھا ھؤا ملتا ھے ۔ متن میں اس کی پیروی نہیں کی گئی ، نیز ''یہاں'' اور ''وھاں'' کی ملفوظی صورت ان کے یہاں اکثر ''یاں'' اور ''واں'' ھے ۔ متن میں ملفوظی صورت ھی کو باقی رکھا گیا ھے ، مکتوبی صورت کو ختم کر دیا گیا ھے ۔ املا کے موجودہ اور مروجہ طریقے ھی کو ترجیح دی گئی ھے ۔ اس کے ساتھ املا کی غلطیاں جن کو اغلاطِ کتابت کہنا زیادہ مناسب ہوگا ، متن میں درست کردی گئی ھیں ۔ یہ غلطیاں اسی وقت باقی رکھی جا سکتی تھیں جب کہ متن کسی ایک خاص نسخے پر مبنی ھوتا ۔ البتہ جہاں شعر یا مصرعے کی تلاوت میں اشتباھی صورت موجود ھے ، وھاں قوسین میں ''کذا'' لکھ دیا گیا ھے ۔ مسودے یا کسی قدیم ماخذ میں جس حصۂ شعر کی قرأت ممکن نہ ھو سکی ، وھاں نقطے دے دیے گئے ھیں ۔ جو الفاظ کسی شعر میں بڑھائے گئے ھیں انھیں قوسین میں دیا گیا ھے ۔

مقدمے میں پہلے ذوق کے آغازِ شعرگوئی ، قدرتِ سخن ، کثرتِ کلام ، ترتیب و تدوینِ دیوان کی طرف سے مرحوم کا اندازِ تغافل ، اس کے اسباب و علل ، نسخۂ ویران ، نگارستانِ سخن اور آزاد کی روایت زیر بحث آئی ھے اور ذوق کے اپنے مسودات اور بعض دوسری تحریروں کی مدد سے اس کی نوعیت پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ھے ۔ اس کے بعد کلامِ ذوق کے قلمی و مطبوعہ مآخذ کا مختصر تعارف کرایا گیا ھے جس میں اس دور کے اخبار بھی شامل ھیں اور خاص

طور سے ''دهلی اُردو اخبار''، جس کے مالک و مدیر مولوی محمد باقر، ذوق کے دلی دوست تھے اور اُن کے کلام کی حفاظت اور اشاعت سے ایک خاص شغف رکھتے تھے ۔ ان مآخذ میں ذوق کے کون کون سے اشعار پائے جاتے ھیں ، اس کی وضاحت حواشی میں کی گئی ھے ۔ آخر میں ذوق کے نایاب اشعار کی نشان دہی کے لیے ان کی فہرست بہ ترتیبِ حروفِ تہجی پیش کر دی گئی ھے ۔

ذوق کا یہ نایاب کلام مختلف حیثیتوں میں ھمارے سامنے آیا ھے :

(۱) وہ حصۂ کلام جو اس وقت تک غیر مطبوعہ ھے اور جس میں اُن کا تقریباً تمام فارسی کلام بھی شامل ھے ۔
(۲) جو تذکروں اور انتخابات میں طبع ھو چکا ھے لیکن اُن کے کسی دیوان میں شامل نہیں ۔
(۳) جو مولانا کے دیوان میں شامل ھے لیکن بہ قلمِ ذوق اس کا مسودہ نسخۂ آزاد سے مختلف ھے اور اُس میں قابلِ لحاظ تعداد میں وہ اشعار بھی ھیں جو یا تو مولانا کے یہاں بالکل نہیں ملتے یا بالکل بدلے ھوئے ھیں ۔ اس سلسلے میں ضروری وضاحتیں مقدمے میں آزاد کی روایت پر بحث کے دوران میں کر دی گئی ھیں ۔
(۴) وہ غزلیں جو ذوق کے اپنے قلم سے لکھی ھوئی ھیں مگر دوسروں کے نام سے کہی گئی ھین ۔

متن کے بعد حواشی اور اس کے بعد دو ضمیمے آئے ھیں ؛ ضمیمۂ الف میں نسخۂ ویران کا صحت نامہ دیا گیا ھے جو بہت سے نسخوں میں نہیں ملتا اور جسے نسخۂ مطبع محمدی کے علاوہ دوسرے نسخوں میں نظرانداز کر دیا گیا ھے ۔ ضمیمۂ ب میں وہ تمام تبدیلیاں نوٹ کی گئی ھیں جو مسودۂ دیوانِ ذوق مرتّبہ آزاد میں ملتی ھیں ۔

مختلف مآخذ کی نشان دہی کے لیے جو علامات استعمال کی گئی ہیں ، ان کو بہ ترتیبِ حروفِ تہجی ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

آب : آب حیات ، محمد حسین آزاد ، طبع اول ۔

آزاد : دیوان ذوق ، مرتّبہ آزاد ، طبع اول ۔

اخبار : دھلی اردو اخبار ۔

بلاغت : حدائق البلاغت ، مصنفہ امام بخش صہبائی ۔

بہارستان : بہارستانِ اشعار بہ قلم محمد امداد علی خاں ۔

بیاض : بیاض قلمی ، جس کی بہت سی غزلیں ذوق کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی ہیں ۔

بے خار : گلشن بے خار ، طبع دوم ، مصنفہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ۔

بے خزاں : گلستان بے خزاں از قطب الدین باطن ۔

بے نظیر : چمن بے نظیر از ابراھیم بن شہاب الدین موسلی ۔

تتمہ : تتمۂ دہلی اردو اخبار پر وفات ذوق ، مورخہ ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۴ع ۔

ذکا : تذکرۂ عیار الشعرا قلمی از خوب چند ذکا ۔

سخن : تذکرۂ سراپا سخن از محمد محسن علی ۔

سفینہ : بیاض سفینۂ جواھر ، مرتّبہ غلام حسین رام پوری ۔

شیفتہ : تذکرۂ گلشن بے خار قلمی ، مصنفہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ۔

صدرالدین : تذکرۂ شعرا (فوٹو اسٹیٹ) از صدرالدین آزردہ ۔

صنادید : آثار الصنادید از سرسید احمد خاں ، طبع اول ۔

طبقات : طبقات شعرائے ھند ، مؤلفہ کریم الدین و فیلن ، طبع اول ۔

عوض : بیاض اشعار مرتّبہ میر عوض علی ۔

عیار : تذکرۂ عیار الشعرا (فوٹو اسٹیٹ) خوب چند ذکا ۔
فخر : بیاض اشعار مرتّبہ ہادی حسن فخر ۔
قصیدہ : بیاض قصیدہ شیخ ابراہیم ذوق (مرتّب کا نام دیا نہیں گیا) ۔
کشکول : بیاض اشعار ، مرتّبہ بہاؤ الدین ۔
گلستان : تذکرۂ گلستان سخن از مرزا قادر بخش صابر ۔
متفرقات : بیاض اشعار آردو و بیاض بہ ضمن متفرقات ۔
محتشم : سیر المحتشم ، از نواب غوث محمد خاں آف جاورا ۔
معدن : بیاض معدن الاشعار ، بدست سورج رام رازداں ۔
منتخبہ : تذکرۂ عمدۂ منتخبہ ، از اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور ۔
نازنیناں : تذکرۂ گلدستۂ نازنیناں از مولوی کریم الدین ۔
نغز : تذکرۂ مجموعۂ نغز از حکیم قدرت اللہ قاسم ۔
نگارستان : نگارستان سخن از ظہیر دہلوی ۔
ویران : دیوان ذوق مرتبہ حافظ ویران ، ظہیر و انور ۔
ہاجر : بیاض ہاجر ، منشی رگھو ناتھ سنگھ ہاجر دہلوی ۔

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فہرستِ کتابیات) ۔

ذوق دہلوی

ایک تصویر جو ملتی ہے

مقدمہ

شیخ محمد ابراہیم ذوق ۱۲۰۳ ھجری میں پیدا ھوئے [1] - ان کے والد شیخ محمد رمضان قدیم دھلی کے محلہ کابلی دروازہ میں رھتے تھے، جو اس دور میں اپنی زبان دانی و زبان سازی کے لیے مشہور تھا - نیز ان کا سلسلۂ ملازمت ایک ایسے خاندان سے وابستہ تھا جس کے افراد علم و فضل میں امتیاز رکھنے کے علاوہ شعر و سخن سے بھی دلچسپی لیتے تھے [2] - علاوہ بریں یہ وہ زمانہ تھا جب دلی کے کوچہ و بازار شعرائے ریختہ کے نغموں سے گونج رہے تھے اور عالم و عامی کوئی اس چیٹک سے خالی نہ تھا [3] -

ذوق کی ابتدائی تعلیم حافظ غلام رسول شوق کے مکتب میں ھوئی جہاں ھر وقت شعر و شاعری کا چرچا رھتا تھا - مولانا آزاد کی روایت ھے :

'' شیخ مرحوم فرماتے تھے کہ وھاں سنتے سنتے مجھے بہت شعر یاد ھو گئے - نظم کے پڑھنے اور سننے میں دل کو ایک روحانی لذت حاصل ھوتی تھی اور ھمیشہ اشعار پڑھتا پھرا کرتا تھا - دل میں شوق تھا اور خدا سے دعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی مجھے شعر کہنا آ جائے - ایک دن خوشی میں آ کر خود بخود میری زبان سے دو شعر نکلے اور یہ فقط حسن اتفاق تھا کہ ایک حمد میں تھا ایک نعت میں - اس عمر میں مجھے اتنا ھوش تو کہاں تھا

۱- تتمہ -

۲- نغز ، صفحہ ۲۶۹ -

۳- نغز ، صفحہ ع (دیباچہ) -

کہ اس مبارک مہم کو خود اس طرح سمجھ کر شروع کرتا کہ پہلا حمد میں ہو دوسرا نعت میں، جب تو یہ بھی خیال نہ تھا کہ اس قدرتی اتفاق کو مبارک فال سمجھوں مگر ان دو شعروں کے موزوں ہو جانے سے جو خوشی دل کو ہوئی اس کا مزہ اب تک نہیں بھولتا ۔ انھیں کہیں اپنی کتاب میں، کہیں جا بجا کاغذوں پر، رنگ برنگ کی روشنائیوں سے لکھتا تھا ۔ ایک ایک کو سناتا تھا اور خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا[1] ۔''

ممکن ہے اس روایت کے بیان میں مولانا کے حسن عقیدت کی رنگ آمیزیوں کو بھی کچھ دخل ہو اور ذوق نے اس مبارک مہم کو اس طرح شروع نہ کیا ہو، لیکن ان کی آفتاد مزاج اور اس وقت کی دلی کے شاعرانہ ماحول کو دیکھتے ہوئے اس کا امکان ضرور ہے کہ انھوں نے بہت تھوڑی عمر سے شعر کہنا شروع کر دیے ہوں ۔ ذوق کے معاصرین میں مولوی کریم الدین صاحب ''طبقات شعرائے ہند'' نے بھی ان کی شاعری کے آغاز کو ''ابتدائے عمر'' کا واقعہ قرار دیا ہے ۔ ''فن شعر میں بھی ابتدائے عمر سے مصروف ہیں[2] ۔'' امراؤ مرزا انور نے آغاز شاعری کے زمانے کو 'عنفوان شباب' سے تعبیر کیا ہے : ''در عنفوان شباب طبع والا نہادشاں میلان بطرف سخن گوئی بزبان ریختہ آوردہ[3] ۔'' نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے 'گلشن بے خار' میں آغاز شاعری کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے : ''از مدت سی‌سال در مشق سخن می پردازد[4] ۔''

۱- آب صفحہ ۳۲۴ -
۲- طبقات صفحہ ۳۵۸ -
۳- ویران صفحہ ۱۳ (دیباچہ)
۴- بے خار صفحہ ۱۱۱ -

اس تذکرے کی تالیف کا زمانہ ۱۲۴۸-۵۰ھ ہے۔ اس وقت ذوق کی عمر ۴۷ - ۴۵ برس کے درمیان تھی۔ اس میں سے اگر مشق سخن کے ۳۰ برس نکال دیے جائیں تو آغاز شاعری کے وقت ان کی عمر ۱۵ اور ۱۷ برس کے مابین ہوتی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں ایک گونہ فرق ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ یہ دونوں باتیں اندازے اور قیاس کے طور پر کہی گئی ہیں اور ان سے عمر اور وقت کا کوئی حتمی اور قطعی تعین مقصود نہیں۔ دوسرے وہ صورت جس کی طرف دھلی اردو اخبار کے بیان میں اشارہ موجود ہے۔

"ایام صبا سے طرف شعر گوئی کے طبیعت مائل تھی، لیکن بہ سبب اشغال تحصیل علوم کے اس طرف کماینبغی توجہ نہیں کر سکتے تھے۔ جب کہ تحصیل علوم متداولہ سے فارغ ہوئے ... تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو کر جو کچھ کمال بہم پہنچایا محتاج بیان نہیں[1]۔"

اور یہی روایت قرین قیاس اور صحت واقعہ سے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے کہ ایام صبا سے شعرگوئی کی طرف طبیعت مائل تھی لیکن اشغال تحصیل علوم کے باعث وہ اس طرف پوری توجہ نہیں دے سکتے تھے۔

اس ابتدائے دور شاعری میں انھوں نے حافظ غلام رسول شوق سے ہی سے تلمذ اختیار کیا:

"غرض اس حالت میں کچھ کچھ کہتے رہے اور حافظ جی اصلاح لیتے رہے[2]"۔

ذوق تخلص بھی حافظ صاحب کے تخلص شوق کی رعایت

۱- تتمہ۔

۲- آب، صفحہ ۴۲۵۔

ھی سے اختیار کیا گیا[1] ۔ لیکن وہ بہت جلد ان سے غیر مطمئن ھو گئے اور انھوں نے اس عہد کے مشہور اُستاد سخن شاہ نصیر کی شاگردی اختیار کی ۔ کچھ دنوں کے بعد ان کی رسائی شہزادہ ابوظفر ولی عہد بہادر کے دربار میں ھوئی ۔ شہزادہ ولی عہد بہادر کو شعر و سخن سے بے حد دلچسپی تھی اور ان کے دربار میں اس وقت کے بہترین شعراء کا اجتماع رھتا تھا ۔

قلعے کے اس مجمع نے ذوق کی توجہ کو بھی اپنی طرف کھینچا اور انھیں اشتیاق پیدا ھوا کہ کسی طرح دربار ولی عہدی تک رسائی ھو جائے تو قوت فکر کو خوب بلند پروازی ھو ۔ شیخ مرحوم کا یہ خیال غلط نہ تھا ۔ چناں چہ ھم دیکھتے ھیں کہ قلعے سے تعلق کے نسبتاً ابتدائی دور ھی میں انھوں نے قوت سخن گوئی میں اپنے اقران و امثال میں امتیاز پیدا کر لیا اور وہ شہزادہ ولی عہد کے متوسلین بارگاہ میں شمار ھونے لگے جس کا ثبوت تذکرہ صدر الدین کی اس عبارت سے فراھم ھوتا ھے :

” در بدائت حال اشعار خود بہ نظر محمد نصیرالدین متخلص بہ نصیر کہ از مشاھیر شعرائے ریختہ گویان دلی است ، می آورد ۔ آخر بکثرت مشق او دریں فن بجائے رسیدہ است کہ امروز در قوت سخن گوئی در اقران و امثال خود ممتاز ھست ۔ در سلک متوسلین مرزا ابو ظفر بہادر ولی عہد حضرت ظل سبحانی انتظام دارد و در جہت تکمیل فن شعر و اسانید اغلاط قدم در وادیٔ تحصیل علوم رسمی گزاشتہ[2] ۔“

۱۔ حیات ، صفحہ ۸ ۔

۲۔ صدرالدین ، ورق ۲۲ ۔

اس بیان میں ''کثرت مشق'' اور ''قوت سخن گوئی'' کے علاوہ ''تکمیل فن شعر'' اور ''اسانید اغلاط'' کی کوشش بھی قابل غور ھے ، اور یہ بھی کہ اب وہ شاہ نصیر کو اپنا کلام نہیں دکھاتے - اپنی شاعری کے اس دور آغاز ھی میں ان کا اپنے آستادوں کی اصلاح سے بے نیاز ھو جانا غیر معمولی طباعی اور قدرت سخن کی علامت ھے -

امراؤ مرزا انور نے ذوق کے اس عہد شاعری اور کمال شاعرانہ کا ذکر کرتے ھوئے لکھا ھے :

'' عرصۂ چند از آستادان معاصر خود کسب و اکتساب این فن نمودند ، از بس کہ مادہ قابل و فہم درست و فکر کامل می داشتند در اندک زمان پایۂ سخن‌وری بدان پایہ رسانیدند کہ بدین‌فن شریف ھم چوماہ شہیر انگشت نمائے خاص وعام گردیدند و بہ ھمیں نسبت ذریعہ تقرب حضرت خلافت پناھی بر روے کار آمدہ حتٰی‌کہ بہ منصب آستادی' خود بدولت علم عز و امتیاز برفراختہ[1] - ''

ذوق کی شاعرانہ شہرت اور مقبولیت میں ان کی قوت سخن‌گوئی اور کثرت مشق کے علاوہ شہزادہ ولی عہد سے توسل اور ان کی '' غزل بنانے '' کو بھی بہت کچھ دخل تھا - ان کی یہی حیثیت اساتذۂ وقت اور خاص طور پر شاہ نصیر کے ساتھ ان کی معاصرانہ چشمک کا بھی سبب بنی جس نے ان کی شاعری کو کیفیت و کمیت دونوں اعتبارات سے متأثر کیا - یوں بھی اس دور میں مشاق ، زود گوئی ، مہارت فن اور کثرت نگاری کو محک آستادی سمجھا جاتا تھا اور اس کے بغیر کوئی شاعر اس دور شاعری میں پنپ نہیں سکتا تھا - امراؤ مرزا انور نے ان کے آستادانہ کمالات اور کثرت مشق کے متعلق لکھا ھے :

۱- ویران ، صفحہ ۱۳ (دیباچہ)

''به شمشیر جہاں تسخیر زبان دانی و خوش بیانی قلم رو معنی را مسخّر نموده و کوس یکتائی در شہرستان نظم پردازی بنام خود نواختہ ..... آں قدر کلام نغز و متین گفتہ کہ اعدادش را بوجہ ضبط و انحصار در آوردن کواکب افلاک را در رشتہ شمار کشیدن می شاید ..... الحق کہ اُستاد مسلم الثبوت بود بایں ہمہ پر گوئی و زود گوئی و انقسام افکار ۔ بایں قدرت و خوش بیانی و متانت و پاک از غلطی گفتن یار (کذا) حوصلۂ فکر دیگر بلیغ فکر نبود[1] ۔''

شعر و سخن کے ساتھ اس لگاؤ اور زبان و بیان پر اس قدرت نے معاصرین کی نگاہ میں ذوق کے مرتبۂ شاعری کو بہت بلند کر دیا اور شاعرانہ شہرت کے ساتھ ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا ۔ اس سلسلے میں دھلی اُردو اخبار لکھتا ہے :

'' شہر میں اور ارک سلطانی میں اکثر صاحبوں کو ان مرحوم سے افتخار تلمذ تھا ، بلکہ دیار و امصار سے لوگ آن آن کر شاگرد ہوتے تھے ۔ بیسیوں غزلیں اصلاح کے واسطے شعرائے لکھنؤ کی آتی تھیں ۔ مشاق و جودت طبعی و آمد مضامین کا یہ حال تھا کہ علاوہ فرمائشات حضور کے کسی شاگرد کی غزل کو واپس نہ کرتے تھے اور اکثر اُسی وقت تہذیب و درستی کر دیتے تھے اور باوجود اس کے اپنے لیے بھی ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہتے رہتے تھے[2] ۔''

امراؤ مرزا انور کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے :

''بارہا دیدہ شد کہ غزل حضور والا درست می نمایند و

۱۔ ویران ، صفحہ ۱۴ - ۱۳ (دیباچہ)

۲۔ تتمّہ ۔

بہ اصلاح بعضے شاگرداں و حاضرین وقت متوجہ هستند و بگفتن قصیدۂ حضرت خداوند نعمت هم توجہ می دارند[1] ۔‘‘

غرض ’’صبح سے شام تک تربیت طلاب کمال اور حک و اصلاح سخن سے خواب و خور کی سہلت نصیب اعدا تھی[2] ۔‘‘ ان بیانات سے ذوق کی ان ادبی دلچسپیوں اور مصروفیتوں کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں جنھوں نے ان کی زندگی کو مشغلۂ شاعری اور شاعری کو مشغلۂ زندگی بنا دیا ۔ مولانا محمد حسین آزاد نے ایک سے زیادہ موقعوں پر اس کا ذکر کیا ھے :

’’ اس میں کسی کو کلام نہیں کہ انھوں نے فکر سخن اور کثرت مشق میں فنا فی الشعر کا رتبہ حاصل کیا ۔‘‘ ’’ ان کی طبیعت کو خدا نے شعر سے ایسی مناسبت دی تھی کہ دن رات اس کے سوا کچھ خیال نہ تھا اور اسی میں خوش تھے[3] ۔‘‘

اسی طرح ذوق ’’ ابتدائے عمر ‘‘ سے لے کر انتہائے عمر تک ، جو تقریباً نصف صدی کے برابر عرصہ ھوتا ھے ، سلسلۂ شاعری سے وابستہ رھے ۔ اس اثناء میں انھوں نے بے شمار شعر کہے ، اپنے لیے بھی اور بہت کچھ دوسروں کے لیے بھی ۔ حضور والا کی فرمائشوں کی طرف دھلی اردو اخبار نے واضح الفاظ میں اشارہ کیا ھے ۔ شہر میں اور ارک سلطانی میں اور بھی بہت سے لوگوں کو ان سے شرف تلمذ تھا ۔ ان میں سے بھی بعض کی طرف سے فرمائشیں ھوتی رھتی ھوں تو کوئی تعجب نہیں ۔ اس سلسلے میں نواب الٰہی بخش خاں

۱۔ ویران ، صفحہ ۱۴ (دیباچہ) ۔

۲۔ گلستان ، صفحہ ۲۲۴ ۔

۳۔ آب ، صفحہ ۲۴۴ ۔

معروف کا نام بھی خاص طور سے قابل تذکرہ ہے جن کی بزرگانہ فرمائشوں کا ذکر نہ صرف 'آب حیات' اور 'دیوان ذوق' میں ملتا ہے بلکہ خود ذوق کے ایک مسودے سے بھی اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے ۔ اس کے ساتھ روانیِ طبع اور آمدِ مضامین کا یہ حال تھا کہ بقول صاحب ''آثار الصنادید'' کوئی بات اس صاحب سخن کی کہاں غالب ہے کہ پیرایۂ وزن سے معرا نہ ہوگی ۔ پر گو اور خوش گو غزل ویسی ہی اور قصائد ویسے ہی[1] ۔

غزل اور قصیدہ ذوق کے خاص موضوعات سخن تھے ، جن میں صاحب ''آثار الصنادید'' کے الفاظ میں ''غزل اور قصائد سے دفتر ہے اور ہر شعر انتخاب'' مگر غزل اور قصیدے کے علاوہ بھی انھوں نے مختلف اصنافِ شعر میں اپنی استادانہ فکر فرمائی اور طبع آزمائی کے جوہر دکھائے ۔ دھلی اردو اخبار لکھتا ہے :

''اس صاحب کمال کو جملہ اصناف سخن پر مثل قصیدہ و غزل و قطعہ و مثلث و رباعی و مخمس و مسدس و مثنوی و واسوخت و نظم و تاریخ وغیرہ اقسام ہیجدہ گانہ شعر پر قدرت کلی حاصل تھی ، بلکہ علاوہ بریں ٹپہ ، ٹھمری و کبت و چار بیت و گیت و سنگیت و دوھرا ، کسی نظم میں عاری نہ پایا[2] ۔''

اقسام ہیژدہ گانۂ شعر پر اس قدرت کلی کے علاوہ کثرت کلام کی یہ کیفیت تھی کہ گارسیں دتاسی نے اپنی تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی میں منشی دھرم نارائن کے حوالے سے ان کے اشعار

۱۔ صنادید ، ترجمۂ ذوق ۔

۲۔ تتمہ ۔

کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے[1]۔

مگر جس شوق و شغف کے ساتھ ذوق نے زندگی بھر شعر کہے ، اس کا کوئی مظاہرہ اپنے کلام کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں نہ کیا ۔ نواب مصطفٰی خان شیفتہ لکھتے ہیں :

''و با ایں ہمہ کثرت فکر ہنوز بترتیب دیوان نہ پرداختہ[2]۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس تذکرے کی ترتیب کے وقت (۱۲۴۸ھ—۵۰) تک ذوق کا دیوان مرتب نہیں ہوا تھا اور اس کے بعد بھی نہیں ہوا ؛ جس کا ثبوت اس امر سے فراہم ہوتا ہے کہ جب دوسری مرتبہ ۱۲۵۹ھ میں یہ تذکرہ دہلی آردو اخبار کے مطبع سے شائع ہوا تو اس کے صفحہ ۱۱۲ پر حاشیے میں یہ عبارت درج کی گئی :

''یہاں تک اشعار تذکرہ سابق میں سے نقل کیے ہیں اور باقی مہتمم مطبع نے بہت کوشش سے بہم پہنچا کر لکھے ہیں[3]۔''

اگر ذوق کا دیوان مرتب ہو گیا ہوتا تو اشعار کی فراہمی میں مہتمم مطبع کو ایسی کوئی دقت پیش نہ آتی ۔ دہلی آردو اخبار سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ آخر وقت تک ترتیب دیوان نہ ہو سکی :

''غزل ہائے متفرقہ سالہا سال سے . . . تھیلوں ، مٹکوں میں ہزارہا پڑی ہیں ۔ ان کے ڈھونڈنے اور تلاش کرنے کی کہاں فرصت اور کہاں دماغ ۔ بسا اوقات جو خواہش کسی غزل کہنہ کی کسی نے کی تو پایا کہ تلاش و تجسس کاغذات

۱۔ ترجمۂ ذوق (تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی) ۔

۲۔ بے خار ، صفحہ ۱۱۱ ۔

۳۔ بے خار ، صفحہ ۱۱۲ ۔

سے غزل جدید کہہ دینا آسان سمجھتے تھے۔ بہت جانکاہی اور تکلیف دہی سے ان کے کسی قلبی و دلی دوست کی، اکثر اشعار غزل و قصائد جمع بھی ہوئے تو نوبت طبع دیوان کی نہ ہوئی، اس امید پر کہ اور زیادہ مجتمع ہو جائیں[1]۔''

مرزا قادر بخش صابر نے ترتیب دیوان نہ ہو سکنے کے ضمن میں لکھا ہے:

''زمانۂ نا قدرشناس کس قدر... نادان پرور اور دانا کش ہے کہ اس سخن سنجِ بے عدیل کو گاہ حیلہ ہائے دلکش گاہ موانع جاں گزا... اور کبھی سوانح ہوش ربا سے اس قدر فرصت نہ دی... کہ خامہ و دوات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینہ و کتاب میں مخزون[2]۔''

یہ حیلہ ہائے دلکش، موانع جاں گزا اور سوانح ہوش ربا کیا تھے؛ ان کی کوئی تفصیل کثرتِ تلامذہ اور آخری عمر میں ان کی خرابیِ صحت کے علاوہ صاحبِ تذکرہ نے پیش نہیں کی۔ امراؤ مرزا انور نے ان موانعات کو 'ہجوم اشغال و افکار زمان' سے تعبیر کیا ہے:

''ہیہات ہیہات ہجوم افکار و اشغال زمانی آں قدر فرصت نمی داد کہ مسودات گوہر نظام کہ انبار انبار در بار بستہ بود بسا بسا در خم و سبوچہ چوں جواہر بکان و اکثرے در بیاض۔ و اندک بسفینۂ دل بود فراہم و یکجا نمایند و ہمت والا نہمت

۱۔ تتمّہ۔

۲۔ گلستان، صفحہ ۲۲۳۔

''ان کی توجہات سے شاگردوں کے دیوان کئی کئی جلد میں مرتب ہو گئے لیکن طرفہ تر یہ کہ اپنا دیوان اب تک نہیں مرتب کیا ۔ اگر کسی نے احباب و تلامذہ سے تکلیف جمعیّتِ دیوان دی بھی تو ہنس کر ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا کہ حضور والا کا دیوان مقدم ہے ، اور یہ بھی کہا کہ لوگوں کی کارروائی و دلداری رہ جائے گی[1] ۔''

یہ عبارت توجہ خصوصی کی مستحق ہے اور دہلی آردو اخبار کا یہ بیان جو ذوق کی وفات کے فوراً بعد سامنے آیا ، اس امر کا ایک واضح ثبوت پیش کرتا ہے کہ ذوق کے نتائجِ فکر کا بہت سا حصہ دوسروں کی طرف منتقل ہوتا رہا ، جن کی کارروائی اور دلداری کے رہ جانے کا مرحوم کو بہت خیال تھا اور جن میں حضور والا کا دیوان مقدم تھا ۔ امراؤ مرزا انور نے لکھا ہے :

'' چہار دیوان مجلد بادشاہ کہ شمار اشعارش لاتعد و لا تحصی است ، تمام و کمال درست کردہ و چکیدۂ خامۂ فکرش تواں گفت[2] ۔''

یہی وہ صورت حال ہے جس نے ذوق کے اپنے دیوان کی ترتیب و اشاعت کی راہ میں بہت سی پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دیں ورنہ ان کے کلام کا قابل لحاظ حصہ ان کے پاس نہ سہی دوسروں کے پاس ضرور کسی نہ کسی مرتب صورت میں موجود تھا ۔ مرزا قادر بخش صابر نے لکھا ہے :

'' خود ترتیب دیوان کی طرف التفات نہیں لیکن اکثر احبابِ صداقت کیش و تلامذۂ اخلاص اندیش ان کے اشعار گوہر نثار

۱- تتمّہ ۔

۲- ویران ، صفحہ ۱۳ (دیباچہ) ۔

سے بڑی بڑی بیاضیں فراہم رکھتے ہیں اور شب و روز مانندِ فرزندِ عزیز کے سینے سے منضم[1] ۔''

خود امراؤ مرزا انور نے بھی ''اکثرے در بیاض'' کا لفظ استعمال کیا ہے ، نیز مولوی کریم الدین نے اپنے تذکرے ''گلدستۂ نازنیناں'' میں ذوق کا جو طویل انتخاب دیا ہے ، اس کے لیے بھی یہی لکھا ہے کہ وہ ایک بیاض سے لیا گیا ہے ۔ ظفر کے اس شعر میں ذوق کے دیوان کا بھی ذکر آیا ہے ۔ :

بخشے ہے ظفر اپنے یہ ذوق عجب دل کو
ہم ذوق کا ہاتھوں سے دیوان نہ چھوڑیں گے

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ذوق کے کلام کا ایک قابلِ لحاظ حصہ مرتّب یا نیم مرتّب صورت میں موجود تھا ۔ اس کے باوجود اس کی اشاعت کا عمل میں نہ آنا اور اس طرف سے ذوق کی دانستہ بے توجہی کا سبب بظاہر اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ذوق کا کلام وقتاً فوقتاً دوسروں کی بیاضوں اور دیوانوں میں شامل ہوتا رہتا تھا اور اب دوبارہ ذوق کے نام سے اس کی اشاعت ایک پیچیدہ مسئلہ بن گیا تھا ، اور سب سے زیادہ پیچیدگیاں اس سلسلے میں ظفر کے دواوین نے پیدا کی تھیں ۔ ظفر کے دیوانوں میں ذوق کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ شامل ہے جس کے دعوے دار دوسرے بھی ہیں لیکن مولانا نے نسبتاً زیادہ صفائی سے بات کہی ہے اور غالباً اس لیے کہی ہے کہ ان کے پاس اس کے بہت سے ثبوت بھی تھے ۔ غزل

مزہ چکھایا ہے کوہ کن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر

کو پیش کرتے ہوئے مولٰینا نے لکھا ہے :

۱۔ گلستان ، صفحہ ۲۲۴ ۔

"جب بادشاہ کا پہلا دیوان چھپ کر آیا تو مجھے یاد ہے والد مرحوم نے غزل مرقومۃ الذیل کو دیکھ کر مجھ سے کہا دیکھو یہ غزل بھی بادشاہ کو دے دی۔ والد کو پہلے سے ساری یاد تھی[۱]۔"

آزاد مرحوم کا یہ بیان کہ یہ غزل ذوق کی ہے، غلط نہیں ہے، اس لیے کہ 'بیاض اشعار' مرتبہ عوض علی سنہ ۱۲۶۸ھ میں اس غزل کے دو شعر جن میں مطلع بھی شامل ہے، ذوق ھی کے نام سے درج کیے گئے ھیں۔ دوسرا شعر یہ ہے:

اٹھائے سو زخم ھر نمط ھیں یہ خوں کے دعوے کوئی غلط ھیں
کہ مثل قط گیر خط پہ خط ھیں ھنوز باقی ھر استخواں پر

دوسرا شعر صہبائی نے رسالۂ 'قواعد صرف و نحو' میں دو مرتبہ نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ لکھا ہے:

"شیخ ابراھیم ذوق سلمہ اللہ تعالیٰ کا شعر۔[۲]"

بہر حال اسباب و علل کچھ بھی ھوں لیکن یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ ذوق کی زندگی میں کثرتِ فکر اور کثرتِ کلام کے باوجود ان کے دیوان کی ترتیب عمل میں نہ آ سکی۔

ذوق کی وفات کے بعد 'آب حیات' کی روایت کے مطابق مولانا محمد حسین آزاد اور ذوق کے اکلوتے بیٹے خلیفہ محمد اسماعیل ترتیب کلام کی طرف متوجہ ھوئے لیکن غدر سے پہلے اسے مکمل نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ اس ھنگامۂ ھوش ربا میں وہ سلسلہ درھم برھم اور وہ جمع شدہ سرمایہ برباد ھو گیا۔ مولانا کا بیان ہے:

"ان کی وفات کے چند روز بعد میں نے اور خلیفہ اسماعیل مرحوم نے کہ وہ بھی باپ کی طرح اکلوتے بیٹے تھے، چاھا کہ

۱۔ آزاد، صفحہ ۱۲۳۔

۲۔ صہبائی، صفحہ ۷۵۔

کلام کو ترتیب دیں ۔ متفرق غزلوں کے بستے اور بڑی بڑی پوٹیں تھیں ، بہت سی تھیلیاں اور مٹکے تھے کہ جو کچھ کہتے تھے گویا بڑی احتیاط سے ان میں بھرتے جاتے تھے ۔ ترتیب اس کی پسینہ کی جگہ خون بہاتی تھی ۔ چوں کہ بچپن سے لے کر دم واپسیں تک کا کلام انھیں میں تھا ؛ بہت سی متفرق غزلیں بادشاہ کی بہتیری غزلیں شاگردوں کی بھی ملی تھیں ۔ چناں چہ اول ان کی اپنی غزلیں اور قصائد انتخاب کر لیے ۔ یہ کام کئی مہینے میں ختم ہوا ۔ غرض پہلے غزلیں صاف کرنی شروع کیں ۔ اس خطا کا مجھے اقرار ہے کہ کام کو میں نے جاری کیا مگر بہ اطمینان کیا ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس طرح یکایک زمانے کا ورق اُلٹ جائے گا ، عالم تہہ و بالا ہو جائے گا ، حسرتوں کے خون بہہ جائیں گے ، دل کے ارمان دل ہی میں رہ جائیں گے ۔ دفعتاً سنہ ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا ، کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا ؛ چناں چہ افسوس ہے کہ خلیفہ محمد اسماعیل ان کے فرزند جسمانی کے ساتھ ہی ان کے فرزندانِ روحانی بھی دنیا سے رحلت کر گئے[1] ۔''

امراؤ مرزا انور نے بھی ان کے ذخیرۂ کلام کی بربادی کا اسی طرح دکھ بھرے الفاظ میں ذکر کیا ہے :

''بگفتن نمی آید کہ آں مسودات و کاغذ ہائے انبار در انبار یکدام صرصر بادی چوں کاغذ بادی در پرواز آورد (کذا) و کدام آتش زبانہ کش نیستی آں اوراق تصویرات چمن را ہم چوں خس و خاشاک بسوخت[2] ۔''

۱- آب ، صفحہ ۴۴۴ ۔
۲- ویران ، (دیباچہ) صفحہ ۱۵ ۔

مولانا محمد حسین آزاد تو اس رست خیزِ بیجا کے بعد ایک زمانے تک ترتیبِ دیوان کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے مگر ہنگامۂ غدر فرو ہونے کے بعد جوں ہی اہل شہر کو قدرے سکون و اطمینان نصیب ہوا اور بہت سے دلی والے جو اس ہنگامے میں شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے، پھر واپس آ کر دلی میں آباد ہوئے، تو محمد حسین خاں تحسین مہتمم مطبع مصطفائی کی تحریک پر ذوق کے دوسرے عزیز شاگرد حافظ غلام رسول ویران نے ظہیر اور انور کے ساتھ مل کر، کہ یہ دونوں بھی ذوق کے ممتاز شاگردوں میں تھے، اس کام کو انجام دیا۔ چناں چہ "تمت بالخیر" کے تحت اس ماجرے کی تفصیل پیش کرتے ہوئے تحسین نے لکھا ہے:

"یہ عاجز مدت مدید سے آرزو مند تھا کہ کلام فصاحت نظام حضرت اُستاد ملک الشعراء خاقانیِ ہند الموسوم بہ شیخ محمد ابراہیم المتخلص بہ ذوق کا مطبوع ہو کر باعثِ اشاعتِ نام اُستاذ مرحوم موصوف و نیز فرحت بخشِ دلِ مشتاقان و قوت دہِ قلبِ ناظرین ہو، لاکن یہ مطلب اس عاجز کا حین حیات ان کی میں باعث موانعات چند درچند و بہ سببِ عدم فرصتی اصلاح دہیِ غزلیات وغیرہ حضرت ابوظفر شاہ ہند حاصل نہ ہوا۔ صرف مسودات متفرقات موجود تھے، سو وہ بھی ایام غدر میں تلف ہوگئے تھے۔ اس نحیف کو کمال اضطراب ہوا کہ اب آرزو میری کیوں کر حاصل ہوگی اور دعائے دلی کس طور بدرگاہِ مجیب الدعوات مستجاب اور کون در باب فراہمی طبع دیوان مذکور جستجو و جانکاہی کرے گا۔ ناگاہ یاوریِ بخت و خوبیِ قسمت میری سے جناب حافظ غلام رسول صاحب متخلص بہ ویران کہ شاگرد رشید اُستاذ مرحوم کے ہیں اور برسوں تک خدمت فیض درجت اُستاد

مرحوم میں باستفادہ اشتغال شعر و سخن اوقات عزیز بسر کی ،
قصبۂ پانی پت سے رونق افروز شہر دھلی ہوئے ۔ اتفاقات حسنہ
سے اس بندے سے بھی ملاقات ہوئی ۔ ان سے جو یہ راز دل
افشا کیا گیا تو حافظ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ سر انجام
فراھمی اس کا ذمہ میرا ھے ، اس لیے کہ ایک عرصۂ مدید
تک لیل و نہار تا دم حیات آستاذ کی خدمت میں رھتا
تھا اور جو شعر زبان مبارک سے فرماتے تھے اس کو گوش دل
سے سن کر و چشم باطن سے دیکھ کر حفظ مثل نقش کالحجر
کر لیتا تھا ، کہ اب تک بہت یاد ھے اور کچھ تحریف
نہیں ہوئی ۔ ھر گاہ کہ جناب حافظ صاحب ممدوح نے یہ بیان
کیا ، نہایت اس احقر کو خوشی حاصل ہوئی اور دل بے تسکین کو
گونہ تسلی اور بہ ترغیب و تحریص حافظ صاحب موصوف کے
شیخ محمد ابراھیم وغیرہ تاجران دھلی کو از حد آمادہ و سر گرم
پایا ، تو یہ دیوان بہ سعی مرزا امو جان صاحب مہتمم
مطبع احمدی واقع شاھدرہ دلہائی و بکوشش بے پایان
شیخ محمد ابراھیم لاھوری و شیخ محمد حسین و شیخ محمد عظیم تاجران
دھلی ادام اللہ منفعتہم و بہ حسن سعی ترتیب و تالیف و اجازت،
دھی مؤلفان یعنی جناب حافظ صاحب مرقوم الصدر و جناب سید
ظہیرالدین معروف بہ نواب مرزا و جناب سید امراؤ مرزا
متخلص بہ انور شاگردان اوستاذ غفراللہ لہ' خوش نویس مرقومہ بالا
سے لکھوا کر اور بہ نقاشی میاں حیدر بخش نقاش لاثانی رشک پرند
(کذا) مانی کروا کر اور بہ مقابلہ و تصحیح شیخ حفیظ اللہ صاحب
سوداگر متخلص بہ حفیظ والد میاں محمد بخش مرحوم دھلوی
شاگرد حافظ صاحب ممدوح کہ جو غلطی کاتبی اور جز ھائے

طبع شدہ میں برآمد ہوتی تھی، درست کرتے تھے اور کمال دقت صحت بجا لاتے تھے۔ اور سوائے تصحیح و تنقیح کے کچھ کار دیگر نہ تھا اور ہو بہو جیسا کہ زبان مصنف سے ادا ہوا تھا، حتی الوسع صحیح کرتے تھے۔ درست اور صحیح کرا کر طبع کرایا اور بعض اشعار کہ بہ مقتضائے بشریت حافظ صاحب کی قوت حافظہ میں نہ رہے اور دونوں مؤلفین موصوفین کو بھی یاد نہ تھے اور نہ کہیں سے دستیاب ہوئے، سو بہ باعث اس ناچاری مندرج دیوان نہیں ہوئے۔ چناں چہ اکثر غزلیات نا تمام پر ”نا تمام“ لکھ دیا گیا ہے۔ واسطے اطلاع ناظرین دیوان کے یہ سب حال داخلِ خاتمۂ کتاب کیا گیا[۱]۔“

اس بیان سے نسخۂ ویران کی ترتیب و اشاعت کے بارے میں بہت سے ضروری امور سامنے آ جاتے ہیں۔ ان امور پر مزید روشنی امراؤ مرزا انور کے دیباچے سے پڑتی ہے جو اس دیوان کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔

”کسے را از شاگردان و نیز صاحبزادۂ آں مغفور عوارض و لواحق روزگار دست فرصت نداد کہ بہ فراہمیِ مسودات متفرقہ کمر ہمت بہ بندد و مایہ سعادت خود انگاشتہ بتالیف و ترتیب دیوان پردازد۔ در خلال ایں حال و آرزوے ایں کار محال گردش فلک حقہ باز بازیے کہ ازاں عالم را طشت از بام آفتادہ بر روئے روزگار آوردۂ و شیرازۂ جمعیت ہر کسے از ہم بگسست عالم دگر گوں شد۔ ہر متنفس را فکر جاں گردید بسا بہ پردہ نیستی روپوش شدند و بسا بخوف جان بہ اطراف و جوانب

۱- ویران، صفحہ ۵۹–۱۵۷- (خاتمۃ الطبع)

متفرق گشتند و در همین فتنه و آشوب صاحبزادهٔ آن یادگار سخن ساغر هلاک کشیدند سرمایه و متاع ساکنین این خراب آباد به معرض غارت آمد : مصرع

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

. . . بعد دو سه سال نیرنگ روزگاررنگے گرفت گونه اطمینانے درد دل جا کرد آشیان بربادان دهلی به گلستان سراپا خارستان وطن خود به مقتضاے حب وطن درآمدند ـ رفته رفته همه اشغال و امور به سهو از دل رفته بیاد رسیدند ؛ کسے به تلف‌مال و متاع خود دل بدرد و کسے به غم انهدام مکانات و هلاک وتباهیِ اقربا رخ زرد ، کدامیں‌به غارت کتب ودیگر اشیاے عجائب داغ بر جگر ـ شائقین و طالبین این فن خاص به ماتم تلف شدنِ آن پاره هاے جگر راجح بر لعل و گهر دست بر سر گردیدند زمرهٔ احبا را هواے تماشاے این گلستان از نظر غائب شده در سر آمد ، بعضے بیاد و بعضے به شنیدن دل خوش و بعضے به دیدن تذکره جات که چند غزل هاے آن مغفور دران ثبت بودند ، ازیں صهبا ساغر کش ـ شده شده نوبت این تذکار بایں از خود فراموش و جناب اخوی صاحب و حافظ غلام رسول صاحب که از حاشیه گردان بساط فیضان تلمذ آن شهر یار معنی هستیم ، رسید ـ بے اختیار دل بسوخت و آتش غم از سینه تا دماغ التهاب گرفت ـ با دلِ پُر آرزو باهم در گفتگو که این چه شد و چگونه گردید و اکنوں چساں این آمید برآید که تماشاے آن گلزار براهیمی میسر آید ـ باهم هم عهد و هم قول گشتند که تا به مقدور به تلاش و تجسس این برداران معنوی کمر همت بربندند ـ در اثناےعرق ریزی بسیاروسعی و تگا پوے بےشهار صاحب‌فهم و ذکا ، جامع مروت و حیا ، بالغ فن ، نبض شناس سخنِ

جناب محمد حسین خان صاحب مہتمم مطبع مصطفائی المتخلص به تحسین و هم سرمایه دار علم و هنر، جوهری گوهر سخن خوش جوهر دقیقه گزیں ، باریک بیں ، سراپا عقل تمام هوش ، صدق گو صدق کوش ، نظر یافته عنایات حضرت خداوند کریم ، عمدة التجار میاں محمد ابراهیم خلف الصدق شیخ نور بخش لاهوری شاگرد جناب حافظ جیو صاحب الموصوف بانواع الصفات محرک سلسله انجام رسانی دریں باب شده دست استبداد بدامن ما خود رفتگاں شوق بایں جد و کد زدند که تا زمانه که ایں پراگنده ابیات به نظم و ترتیب نیارند و به زیور طبع محلّٰی ناسازیم هرگز هرگز به زانوے (کذا) خامشی نه نشینیم و نه گزاریم - چوں خود اینجا آتش شوق در سر بود به هوائے ایں تحریک کامل زبانه گردید - چنانچه با دل پاره پاره و جگر لخت لخت همه تن خود را به گرد آوری ایں گلهاے فیض باختیم - هر قدر اشعار که از نقل تذکره جات و از یاد شاگردان و حاضرین خدمت حضرت آستاد غفرالله له' از قصائد و غزلیات و متفرقات بدست آمدند و آں قدر که بیاد خود بودند ، همه را فراهم نموده ، پیش نظر ترتیب داشتیم - فاما آفریں هزار آفریں بر محقق کامل هنر، مدقق والا امتیاز، باریک نظر نباض سخن ، بینندهٔ هرگونه سقم و صحت فن ، صاحب علم و کمال حافظ غلام رسول صاحب المتخلص به ویران ارشد تلامذه حضرت استاد که چشم ظاهر را از دیدن مرئیات جزئیات ظاهری بربسته دیدهٔ دل به تماشائے انوار معرفت و مشاهدهٔ علم الٰهیات کشاده اند ، و هم دریں نابینائی ظاهری کسب و اکتساب اکثر علوم کرده اند و تا بست سال همه وقت و همه ساعت به استحصال هر نوع فیض خدمت حضرت آستاد مغفور سرمایه اندوه سعادت گشته ، تمام کلام آں یگانه کشور سخن از زبان الهام ترجمان شنیده

اکثر ازاں یاد کردند و اکثر را زیر خیال داشتند ، و بایں فیضان پایۂ نغز گوئی و خوش فہمی بہم رسانیدند کہ علاوہ از کلام فراہم آمدہ بسا بسا غزلیات نایاب وقصائد وقطعات و رباعیات ہر قدر را از اصناف شعر بیاد خود از معدن سینۂ جواہر گنجینہ بر زبان آوردہ بسفینہ ثبت کنانیدند ، و اکثر مسودات قصائد و غزلیات رقم فرمودۂ آں مغفور کہ چوں حرز جاں پیش خود می داشتند ، درداند (کذا) و خود ہم نظر بترتیب و تصحیح بر گماشتند ـــــ اگرچہ دل نمی خواست کہ ازیں قدر کلام بسیار کہ اگر تمام و کمال بہ نگارش درآمدے و مجلد گشتے ، باریک شتر بودے ، بہ تحریر ایں کم از کم پرداختہ شود والا بفحوائے لا یترک کُلّہ مالا یدرک کُلّہ مشتے از خروار خروار و اندکے از بسیار بسیار از قصائد و غزلیات و مخمسات و مسدسات تمام وغیر تمام و رباعیات و قطعات و دیگر متفرقات ہر قدر سامان کہ بدست آمد فراہم گردید ـ جناب برادرصاحب حقیقی ایں بندہ المسمٰی بہ سید ظہیرالدین حسین المتخلص بہ ظہیر ابن سید جلال الدین حیدر المخاطب بہ صلاح الدولہ مرصع رقم خان ، در خط نسخ آستاد ظل اللٰہی غفر اللہ لہم کہ پایہ سخن گوئی و سخن دانی و امتیاز سخن و تحقیق فن و مرتبہ علم وکمال بہ کمال رسانیدہ اند و ایں نقش باطل افتادہ بر کنار صفحۂ روزگار نامہ سیاہ سراپا گناہ بناں فرسودۂ لوح ہیچ مدانی ابجد خوان مکتب ژاژ بیانی سید امراؤ مرزا المتخلص بصفت برعکس سیہ دفتر اعنی انور کہ سراپا بہ عیوب و بے ہنری مخمرست ، دریں زمان کہ سن ۱۲۷۹ یک ہزار دو صد و ہفتاد و نو ہجری نبوی است باشتراک جناب حافظ صاحب موصوف ہمہ را بہ کمال تصحیح و تنقیح و پاک کردن از الحاق کلام دیگراں در رشتۂ تالیف و ترتیب

کشیدیم و من بعد بہ نگارش کاتبی ایں گلدستۂ جناں، ایں نامہ سیاہ باہمہ کہ درایں خط سوائے خط نسخ تمغائے آبائی و اجدادی خود چنداں مایہ امتیاز و شعور ندارد، بہرہ اندوز سعادت گردید[1]۔''

یہ طویل اقتباسات وہ اہم دستاویزیں ہیں جن کے مطالعے سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ذوق کے مجموعۂ کلام یا کلیات کی اشاعت اول کس اہتمام کے ساتھ عمل میں آئی ؟ کن ذرائع اور وسائل کی مدد سے ذوق کا کلام جمع کیا گیا ؟ نیز اس کی ترتیب و تدوین اور تصحیح و تنقیح میں کس قدر کوشش و کاوش سے کام لیا گیا ؟

یہ صحیح ہے کہ یہ نسخہ ذوق کے کل کلام پر مشتمل نہیں ہے جس کا اعتراف خود مرتبین نے کیا ہے، نیز اس کی ترتیب و تدوین جن حالات میں عمل میں آئی اور اس میں شوق فراواں کی عجلت پسندی سے جو کام لیا گیا، اس کی وجہ سے بعض ناگزیر خامیاں اس میں راہ پا گئیں جن کی طرف مقدمے میں بھی اشارے موجود ہیں ؛ اس کے علاوہ '' تمۃ '' کے ذیل میں نا تمام قصائد کے لیے لکھا گیا ہے :

'' ان میں سے اکثر قصائد تمام تھے، جو یاد آیا لکھ دیا ''۔ اس کے ساتھ '' التماس'' کے عنوان سے اشعار غزل کے لیے کہا گیا ہے :

''جو کہ اکثر جا دو تین یا زائد شعر پر ' نا تمام' اور ایک شعر پر 'فرد' آیا 'مطلع' لکھا ہے، اون میں سے اکثر قصیدے تمام تھے۔ جو یاد یا لکھ دیا اور بعض جا سلسلہ تحریر ردیف وار کا بھی نہیں رہا اور کہیں دو ایک شعر پہلے اور پھر اس میں کے آگے لکھے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جس وقت جو شعر بعد

۱- ویران، صفحہ ۱۹-۱۵ (دیباچہ)

تحریر کانپی ھاتھ آیا لکھ دیا اور یہی حال غزلیات کا ھے[۱] ۔''

مگر ان تمام خامیوں کے با وصف یہ نسخہ کلام ذوق کا ایک نہایت اہم اور مستند مجموعہ ھے ۔ علاوہ بریں یہ بہت سی ظاہری خوبیوں سے آراستہ ھے ۔ یہ جلی قلم کا بہ خط نستعلیق خوش خط بلکہ استادانہ لکھا ھوا ھے ۔ کثرت سے منقش ھے ، کاغذ باریک ھے مگر ایسا مضبوط اور عمدہ کہ سو برس سے زیادہ گزرنے پر بھی اس کی آب و تاب میں فرق نہیں آیا ۔ سر ورق نہایت خوبصورت ھے اور قدیم تزئین کاری کا بہت اچھا نمونہ ھے ۔ (سرورق کی عبارت یہ ھے) :

''ان من البیان لسحر ۔ دیوان ذوق ۔ در مطبع احمدی طبع شد''

صفحہ ۱۵۷ تک غزلیات اور اشعار متفرقات کا سلسلہ چلتا ھے ، اس کے بعد 'تمت بالخیر' کے ذیل میں وہ عبارت آتی ھے جس کا اقتباس اس عنوان کے تحت اوپر دے دیا گیا ھے ، اور آخر میں حافظ غلام رسول ویران ، نواب مرزا داغ اور سید ظہیرالدین متخلص بہ ظہیر کے قطعات تاریخ ھیں ، اور ان کے بعد کی چند سطریں اس ''اشتہار'' پر مشتمل ھیں :

'' واضح باد کہ دیوان ذوق مؤلفہ احقرالعباداں غلام رسول ویران و ظہیرالدین ظہیر و امراؤ مرزا انور حسب منشائے قانون یازدھم سن ۱۸۳۵ء بغیر اجازت ما مؤلفان ھیچ کس بہ قالب طبع ثانی نیارد و الاّ ثمرہ آن خواھد برداشت فقط العبد غلام رسول و ظہیرالدین و امراؤ مرزا شاگردان ذوق[۲] ۔''

قصائد تمام و ناتمام ۳۶ صفحات پر پھیلے ھوئے ھیں ۔ آخر

۱۔ ایضاً ، صفحہ ۳۶ (تمت) ۔

۲۔ ویران ، صفحہ ۱۶۰ ۔

کی سطریں 'تمۃ' اور 'التماس' مذکورہ سے متعلق ھیں ۔ اس کے بعد بیس صفحات تک دیباچہ لکھا گیا ھے اور اس کے خاتمے پر دو صفحات میں صحت نامہ دیا گیا ھے ۔ اس کے اندراجات سے متعلق یہ بات بھی قابل ذکر ھے کہ اس میں کہیں کہیں حاشیے یا بین السطور میں کچھ اشارے بھی ملتے ھیں جیسے صفحہ ۵ پر آخری مصرع کے نیچے ''فک اضافت'' لکھا ھے ۔ اسی طرح صفحہ ۱۹ پر تیسرے شعر میں آخری مصرع کے نیچے ''بے اضافت'' لکھا ھوا ھے ۔ صفحہ ۱۸ کے حاشیے میں 'گبرو مسلمان چڑھا' پر ء کا نشان بنا کر لکھا ھے :

''چیز چڑھانا ، یعنی نذر کرنا ایک شے کا مرقد اولیاء اور بزرگاں پر ۔''

صفحہ ۱۰۶ پر 'توسن وحشت' پر ن کا نشان بنا کر حاشیے میں 'جذبہ' لکھا ھوا ھے ۔ صفحہ ۱۸۲ کے حاشیے پر ''گر اس میں زلف سرکش ھو'' غزل سے متعلق لکھا ھے ۔ ''یہ غزل زمانۂ ابتدائے سخن گوئی لکھی ھے ۔'' قصائد کے ضمن میں صفحہ ۶۴ پر 'نباتاً حسناً' کے سلسلے میں تنوین کی وضاحت کی گئی ھے ۔

تعداد اشعار مع ردیف حسب ذیل ھے :

(الف) ۳۶۷ ۔ (ب) ۳۶ ۔ (ت) ۲۰ ۔ (ج) ۴ ۔ (چ) ۱ ۔
(ح) ۱۷ ۔ (خ) ۱۳ ۔ (د) ۱۴ ۔ (ذ) ۱۳ ۔ (ر) ۸۹ ۔
(س) ۲ ۔ (ص) ۷ ۔ (ع) ۱ ۔ (ق) ۱ ۔ (ک) ۱۰ ۔
(ل) ۳۰ ۔ (م) ۳۱ ۔ (ن) ۸۶ ۔ (و) ۴۱ ۔ (ہ) ۷۵ ۔
(ی) ۶۶۴ ۔

قطعات ۳۵ شعر ۔ رباعیات ۱۱ اشعار ۔ مثنوی ۳۰ ۔

ان میں غزلیات تمام و ناتمام ، اشعار و ابیات ، مطلع و مقطع سب ھی شامل ھیں ۔ مدحیات میں شامل اشعار کی تفصیل

مندرجہ ذیل ہے :

(الف) ۵۵ - (ب) ۹ - (ت) ۱۷۰ - (ج) ۱۱ - (خ) ۲ - (د) ۱۷۴ - (س) ۴۷ - (ف) ۴ - (ق) ۸۳ - (گ) ۲۳ - (ل) ۱۳۰ - (ن) ۹۵ - (و) ۱ - (ی) ۱۱ - مسدس ۹ بند - مخمس ۳ بند - سہرا ۱۵ شعر - رباعیات ۳ اور قطعات کے اشعار ۱۶ ہیں -

اس نسخے کی اشاعت ۱۲۷۹ھ میں عمل میں آئی - اسی اثناء میں ایک مجموعہ انتخاب دواوین ' نگارستان سخن ' کے نام سے شائع ہوا - اس میں غالب و مومن کے علاوہ ذوق کا بھی ایک طویل انتخاب شامل کیا گیا جس کی کئی اعتبار سے بڑی اہمیت ہے - اس کے مرتب ظہیر دہلوی نے جو نسخۂ ویران کی ترتیب میں بھی شامل ہیں ، اس میں ذوق کی ایسی متعدد غزلیں شامل کی ہیں جو اس سے پہلے یا اس کے بعد ان کے کسی اور مجموعۂ کلام میں شامل نہیں ہوئیں -

سر ورق کی عبارت یہ ہے :

''ما شاء اللہ لا قوت الا باللہ ، بعون خالق ارض و سما ، قادر بے چون و چرا ، مجموعۂ انتخاب دواوین شعراء اعنی ذوق و غالب و مومن مسمی بہ 'نگارستان سخن' حسب فرمایش لالہ جے نارائن صاحب در مطبع ، مطبع العلوم سینٹ سٹفنس کالج دہلی بہ اہتمام بندہ قاسم علی طبع شد -''

مگر ۱۷۶ صفحات پر پھیلا ہوا یہ مجموعۂ انتخاب دواوین تمام و کمال مذکورہ بالا مطبع میں نہیں چھپا جس کی وضاحت آخری صفحے پر ''تمام'' کے ذیل میں درج کردہ اس عبارت سے ہوتی ہے :

'' الحمد للہ والمنت کہ نسخہ عجائب در علم سخن موسوم بہ 'نگارستان سخن' حسب فرمائش لالہ جے نارائن صاحب

سوداگر کتب در مطبع احمدی واقع شاہدرہ بہ اہتمام عمو جان طبع شد ۔''

اس کے ساتھ جو عبارت خود امو جان مہتمم مطبع کی جانب سے لکھی گئی ہے اس سے اس امر پر مزید روشنی پڑتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتنا حصہ کہاں منطبع ہوا :

'' در خدمت ہمہ صاحبان عرض است کہ سہ جزو کتاب ہذا از جانب شروع در مطبع دیگر اولاً طبع شدہ بود و بعد از سہ جزو ناتمام در مطبع بندہ طبع گردید فقط الراقم بندہ امو جان مہتمم مطبع احمدی ۔''

اس کا ہر ورق سہ کالمی ہے اور ترتیب وار ذوق ، غالب اور مومن کا کلام اس کے ہر صفحے پر درج ہے ۔ صفحہ ۱۶۲ پر ذوق کا قصیدہ ، جس کی ردیف '' گوہر'' ہے ، ختم ہوتا ہے تو 'تمام شد' لکھنے کے بعد جلی قلم سے ظفر لکھا ہے اور اس کے ذیل میں یہ عبارت آئی ہے :

''نتائج طبع زاد ریختہ کلک گوہر سلک فرمان فرمائے شہرستان معانی حضرت ظل سبحانی بادشاہ کیوان جاہ سراج الدین محمد ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ ۔''

پھر سہرۂ ظفر کے عنوان سے بہادر شاہ ظفر کا لکھا ہوا سہرا درج کیا گیا ہے ۔ ذوق کے سہرے سے پہلے یہ عبارت سپرد قلم ہوئی ہے :

'' لآلیِ آبدار مضامین منسلک نمودہ خاطر نقاد عیار سخن جادو بیان ، سامری فن الملقب بہ خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق آستاد حضور والا ۔''

اسی طرح تیسرے کالم میں غالب کے سہرے سے متعلق تعارفی عبارت یہ ہے :

"عرائس افکار حجلہ نشین دل عرش منزل طوطی شکرستان سخن وری مرزا اسد اللہ خاں غالب بہادر۔"

اس انتخاب میں ذوق کے مندرجہ ذیل قصائد بھی پیش کیے گئے ہیں:

۱۔ شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت
در تہنیت عید۔

۲۔ زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
قصیدہ در تہنیت غسل صحت بادشاہ جم جاہ کیوان رفعت سلیمان شوکت سراج الدین محمد ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ غازی۔

۳۔ لاتا نیرنگ نئے رنگ سے ہے چرخ محیل
قصیدہ در تہنیت عید فطر در مدح حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی، بادشاہ فریدوں فر، داد پژوہ، معدلت گستر سراج الدین محمد ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ غازی۔

۴۔ پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوش تر آسماں
قصیدہ در تہنیت شادی کتخدائی گوہر درج خلافت و شہر یاری، مہر سپہر سلطنت و کامگاری، شہزادہ بلند اختر مرزا جواں بخت بہادر و نیز در مدح ظل اللہ بہادر شاہ۔

۵۔ ہیں مرے آبلۂ دل کے تماشا گوہر
قصیدہ در تہنیت جشن نیّر رخشندہ آسمان جہاں بانی گوہر تابندہ دودمان گورگانی خدیو گردوں شکوہ داور داد پژوہ ظلم کاہ عدل فزا داد گر معدلت گستر بادشاہ سلیماں بارگاہ سراج الدین محمد ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ غازی۔

صفحہ ۱۶۴ پر اس مجموعۂ سخن سے متعلق کچھ اور باتیں

بھی سامنے آتی ہیں :

"الحمد للہ و المنت کہ بیمن تائید ایزد منان انتخاب دیوان هر سه شعرائے جادو بیان شه سواران عرصۂ سخن دانی شهر یاران شهرستان نکته رانی که گوئے سبقت از قدما و متاخرین ربوده و علم آستادی در میدان فصاحت و بلاغت افراشته اند ؛ اولاً کلام معجز نظام خداوند سخن خاقانی ہند شیخ محمد ابراهیم ذوق آستاد حضور والا ، ثانیاً طوطی شکرستان معانی چراغ افروز شبستان زبان دانی نجم الدوله دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غالب نظام جنگ بہادر، ثالثاً فلاطون دوراں سحبان زماں حکیم محمد مومن خاں متخلص به مومن ، دریں چند اوراق حسب فرمائش لاله جے نارائن صاحب سوداگر کتب در مطبع احمدی واقع شاهدره دلهائی به حسن اهتمام مرزا امو جان حلیه انطباع پوشیده بتاریخ بست و هفتم صفر ۱۲۷۹ هجری تمام شد ۔"

اس موقع پر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ ' نگارستان سخن' کی اشاعت پہلے عمل میں آئی یا نسخۂ ویران کی ۔ نسخۂ ویران کی اشاعت کے سلسلے میں سن تو دیا گیا ہے لیکن ماہ و تاریخ کی کوئی صراحت موجود نہیں ، جب کہ نگارستان میں موجود ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مجموعہ انتخاب اس سال کے آغاز ہی میں شائع ہو گیا ؛ تاہم یہ ماننے میں تامل ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب نسخۂ ویران سے پہلے عمل میں آئی ؛ اگر ایسا ہوتا تو اس میں شامل بعض نایاب غزلیں نسخۂ ویران میں ضرور شامل کی جاتیں ، اس لیے کہ اس کے مرتب ظہیر دہلوی نسخۂ ویران کی ترتیب میں شریک ہیں ۔ خیال ہے کہ اس میں ذوق کا کلام انھوں نے کسی ایسی بیاض سے لے کر شامل کیا ہے جو اس سے پہلے نسخۂ ویران کی

ترتیب کے وقت ان کی دسترس میں نہ تھی ، ہاں اس کی اشاعت تقریباً اسی کے ساتھ عمل میں آ گئی ۔

جیسا کہ اس سے پیشتر عرض کیا جا چکا ہے ، اس انتخاب دواوین کے مؤلف سید ظہیر الدین ظہیر دھلوی ھیں جس کا اظہار خود انھوں نے صفحہ ۱۶۵ پر اپنا قصیدہ پیش کرتے ہوئے کیا ہے :

” قصیدہ فقیر سراپا تقصیر ظہیرالدین مؤلف تذکرہ ھذا کمترین از تلمیذان شیخ محمد ابراھیم ذوق در مدح حضور لامع النور بہادر شاہ بادشاہ ۔“

یہ نسخہ کتابت و طباعت کی فروگزاشتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے ۔ یہ فروگزاشتیں گوناگوں ھیں : کہیں مقطع کو مطلع لکھا ہے اور کہیں مطلع کو مقطع ۔ کہیں ایک ھی غزل کے اشعار کو دو غزلوں میں تقسیم کر دیا ہے ۔ کہیں ایک ھی کالم میں بعض اشعار دو دفعہ نقل ہو گئے ھیں ۔ بعض مقامات پر کتابت اتنی خراب ہے کہ قرأت مشکل ہے اور بعض حصے کتابت ھی سے رہ گئے ھیں ۔ کبھی ذوق کا نام اور کلام مومن کے خانے میں پہنچ جاتا ہے اور کبھی مومن ، غالب کے خانے میں نظر آتے ھیں اور ان سب کے علاوہ کتابت کی غلطیاں ھیں جو بے شمار ھیں ۔ تاھم کلام ذوق کے ایک مستند اور قدیم ماخذ کے طور پر اس نسخے کی بے حد اھمیت ہے ۔ سر ورق کافی خوبصورت ہے اور بعد کے بھی کچھ صفحات منقش ھیں ۔ اس میں شامل کلامِ ذوق کی تفصیل ردیف وار حسب ذیل ہے :

(الف) ۱۹۶ - (ب) ۲۰ - (ج) ۱ - (ح) ۱ - (خ) ۲ - (ذ) ۳ - (ر) ۴۳ - (س) ۲ - (ص) ۲ - (غ) ۱۴ - (ف) ۶ - (ق) ۲۱ اور ایک مصرعہ ۔ (ل) ۱۲ - (م) ۳۱ - (ن) ۱۶ -

(و) ۶۸ - (ہ) ۶۰ - (ی) ۴۹۵ -

قصائد کی تعداد مع ردیف و اشعار یہ ہے :

(ت) ۱۶۹ - (ر) ۱۶۰ - (ل) ۶۳ - (ن) ۶۰ -

سہرا ۱۵ شعر - قطعہ ۲۲ - مسدس ۹ بند -

(ان میں سے نایاب غزلیات اور اشعار کی وضاحت ذوق کے نایاب کلام کے ذیل میں کر دی گئی ہے) -

نسخۂ ویران کی اشاعت کے بعد بہت جلد ایک سے زیادہ مطبعوں نے اس کی بنیاد پر دیوان ذوق کے دوسرے نسخے شائع کر دیے ، مگر ان میں سے کسی نے نسخۂ مذکور میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی کوشش نہیں کی - 'نگارستان سخن' میں شامل نایاب غزلوں کو ذوق کے مجموعۂ کلام میں شامل کرنا تو کجا ایسے اشعار بھی جنھیں کسی نئی اشاعت کے وقت اصل غزلوں کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے تھا ، اسی ترتیب سے مندرج ہوئے جو نسخۂ ویران میں بدرجۂ مجبوری روا رکھی گئی تھی - مزید برآں یہ کہ اس نسخہ میں کتابت کی جو غلطیاں باقی رہ گئی تھیں اور جن کی درستی کے لیے ایک صحت نامہ اس کے آخر میں شامل کیا گیا تھا ، وہ بھی بعد کے بعض نسخوں میں دھرائی جاتی رہیں - اس سلسلے میں سب سے پہلے اس نسخے کا ذکر کرنا مناسب ہے جو مطبع مہدی سے شائع ہوا - اس کا سر ورق یہ ہے :

" درین زماں فرخ قراں بعون خالق کُہنہ چرخ کہن نسخۂ دیوان ذوق در مطبع مہدی محمد مرزا خاں بہ طبع مرصع و ملمع مزین شد -"

آخری صفحہ ۱۸۴ پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے جس سے اس کے سنہ طباعت پر روشنی پڑتی ہے :

" شکر خدا کہ دیوان ذوق در مطبع مہدی محمد مرزا صاحب

واقع دھلی کوچہ چیلا (کذا) گزر فیض بازار بہ ماہ مارچ ۱۸۵۹ء تمام گردید ۔''

اس نسخے کے سن اشاعت کے اندراج میں اگر سہو کتابت کو دخل نہیں تو پھر یہ کہا جا سکتا ھے کہ کارپردازان مطبع نے غالباً کسی قانونی گرفت سے بچنے کے لیے عمداً سن اشاعت غلط درج کردیا ھے ۔ اس لیے کہ ماہ مارچ ۱۸۵۹ء میں جو ۱۲۷۵ھ کے قریب ھوتا ھے ، اس کی اشاعت کے یہ معنی ھیں کہ یہ نسخۂ ویران سے بھی تین چار سال پہلے اشاعت پذیر ھوا ، جب کہ اس زمانے میں اس نسخے کے ترتیب پانے کا کوئی امکان نہیں ھے - ۱۸۵۹ء تک دھلی کے حالات اس کی اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ پہلے کارپردازان مطبع ذوق کے کلام کو جمع کریں اور پھر اس کی اشاعت سن مذکور کے نسبتاً ابتدائی مہینوں میں عمل میں آ جائے ۔ نسخۂ ویران کے مرتبین کسی ایسے نسخے کی موجودگی سے بالکل ناواقف ھیں ۔ کوئی دیباچہ بھی شامل نہیں ھے کہ جس سے یہ معلوم کیا جا سکے کہ ذوق کے اس دیوان کی ترتیب اور تدوین کیسے عمل میں آئی ۔ نیز اس کے ساتھ کوئی قطعۂ تاریخ بھی درج نہیں جو اس دور کا عام دستور تھا ، ھاں ذوق کی وفات سے متعلق یہ قطعہ اس میں ضرور موجود ھے : قطعہ

اھل سخن جہاں میں آئے چلے گئے
کون اس سرائے فانی میں گھر اپنا کر گیا
سودا کہاں ھے میر کہاں ، جائے حیف ھے
باقی تھا ایک ذوق سو وہ بھی گزر گیا

مگر یہ قطعہ بھی کارپردازان مطبع کا اپنا کوئی اضافہ نہیں ھے ، بلکہ نسخۂ ویران کے صحت نامے کے آخر سے لیا گیا ھے ۔ اس نسخے اور ویران کے مرتبہ نسخے کے مشتملات مین بھی کوئی

فرق نہیں ؛ البتہ کتابت کی غلطیاں صحت نامہ کی مدد سے ضرور درست کر لی گئی ہیں ۔ ایسی صورت میں یہی ماننا پڑتا ہے کہ یہ نسخہ ویران ہی کے نسخے کی نقل ہے اور اس کی اشاعت اس کے بعد ہی عمل میں آئی ہے ۔

ایک اور قدیم اور اہم نسخہ مطبع مخزن العلوم غازی آباد کا مطبوعہ ہے جو ۱۲۸۳ ہجری میں شائع ہوا ۔ اس ایشوع کے صفحہ ۱۲۷ پر جہاں دیوان غزلیات مع اشعار مثنوی تمام ہوتا ہے ، " خاتم الطبع " کے عنوان سے یہ سطور سپرد قلم کی گئی ہیں ۔

" الحمد للہ و المنت کہ نسخۂ ہذا المشتہر بہ دیوان ذوق کہ طوطی ہند شیخ محمد ابراہیم المتخلص بہ ذوق دہلوی کا ہے ۔ بتاریخ ۱۸ صفر المظفر ۱۲۸۳ ہجری نبوی مقدس مطابق ۳ جولائی ۱۸۶۶ء روز سہ شنبہ کو مطبع مخزن العلوم غازی آباد ضلع میرٹھ میں بہ تصحیح و تنقیح مالا کلام کارپردازان مطبع کے اہتمام سے منطبع ہو کر مذاق بخش اہل سخن ہوا اور نسخۂ موصوفہ مطبوعہ مجبس پریس سے نقل کیا گیا ۔ اطلاعاً ضبط تحریر میں آیا ۔"

یہ نسخہ ۱۲۸۳ ہجری میں اس مطبع سے پہلی بار شائع نہیں ہوا بلکہ یہ اس کی تیسری اشاعت تھی جیسا کہ صفحہ ۱۵۱ پر (جہاں قصائد اور اشعار متفرقات قصائد کا سلسلہ تمام ہوتا ہے) " تمت " کے ذیل میں درج کردہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے :

"الحمد للہ والمنت کہ دیوان ذوق بار سوم در مطبع مخزن العلوم غازی آباد بہ اہتمام کنور دوارکا پرشاد بہ قالب طبع در آمد ۔"

اس عبارت کی دائیں طرف ۱۲۸۳ اور بائیں طرف ہجری تحریر ہے ، جس کے واضح طور پر یہ معنی ہیں کہ سن مذکور میں یہ نسخہ تیسری بار مطبع مخزن العلوم سے طبع ہوا اور

کارپردازان مطبع کے اعلان کے مطابق یہ نسخہ موصوفہ محبس پریس کے مطبوعہ نسخے سے نقل کیا گیا ، جس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ محبس پریس والا نسخہ مخزن العلوم کی اشاعت اول سے بھی پہلے شائع کیا جا چکا تھا اور از روئے قیاس یہ وہی زمانہ ہے جو نسخۂ ویران کی اشاعت کا ہے ۔

محبس پریس والا نسخہ میری نظر سے نہیں گزرا لیکن زیر نظر نسخے اور نسخۂ ویران میں کوئی نمایاں فرق نہیں اور یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اپنے مندرجات اور مشتملات کے اعتبار سے محبس پریس کا نسخہ بھی ویران ھی کی نقل ہوگا ۔ دونوں نسخوں کے تقابلی مطالعے سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے ۔ دونوں کی رسم کتابت میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ دونوں نسخوں میں تعداد اور ترتیب اشعار تقریباً یکساں ہے ۔ کہیں کہیں اختلاف نسخ بھی ہے جس کی بنیاد سہو کتابت ہے ۔ نیز نسخۂ ویران میں بعض موقعوں پر جو اشارے ملتے ہیں وہ بھی نسخۂ زیر بحث میں نہیں ملتے ۔ بعض متفرق اشعار کے ضمن میں مطلع ، فرد یا نا تمام لکھنے میں بھی قدرے اختلاف پایا جاتا ہے ۔ کچھ شعر بھی نسخۂ ویران میں زیادہ ہیں ۔ مگر اس کی بنیاد پر یہ سوچنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ محبس پریس والا نسخہ (جس کی بنیاد پر اس نسخے کو چھاپا گیا ہے) نسخۂ ویران کے علاوہ کسی اور متن پر مبنی ہوگا اس لیے کہ بعض دوسرے امور کے علاوہ نسخۂ ویران کی کتابت کی بہت نمایاں بلکہ فحش غلطیاں مخزن‌العلوم کے نسخے میں موجود ہیں اور اس کے صاف صاف یہ معنی ہیں کہ یہ غلطیاں محبس پریس کے نسخے میں موجود ہوں گی ۔ یہاں اس کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

ویران					مخزن				
صفحہ	۵۹	سطر	۱۵	ٹکرا کے گیا	صفحہ	۵۰	سطر	۱۳	ٹکرا کے گیا
,,	۶۳	,,	۸	وهی	,,	۵۳	,,	۱۴	وهی
,,	۱۴۵	,,	۳	اڑاتے تھے	,,	۱۱۷	,,	۱۳	آڑاتے تھے
قصائد	۱۹	,,	۹	سر مصطفیٰ	قصائد	۱۷	,,	۶	سر مصطفیٰ
,,	۶۱	,,	۱۱	غالیہ بیری	,,	۵۴	,,	۳	غالیہ بیری وغیرہ

جب کہ علی الترتیب صحیح نسخہ ' ٹھکرا کے ' - ' ھیں وھی ' - ' اور آتے تھے ' - ' سرمست ' اور ' غالیہ بیزی ' ھیں -

اس مخزن العلوم والے نسخے کی ایک اور جلد آزاد لائبریری علی گڑھ کے حبیب گنج سیکشن میں ھے مگر وہ اس سے بھی زیادہ غلط در غلط ھے - کتابت و طباعت کی وہ تمام خامیاں جو مخزن العلوم کے نسخے میں ملتی ھیں ، وہ اس میں بھی اسی طرح موجود ھیں - اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ھے کہ صفحہ ۱۲۷ کی پشت پر جہاں دیوان غزلیات ختم ھوتا ھے ، پھول بنا ھوا ھے جس کا مطلب ھے کہ یہاں یہ دیوان ختم ھوگیا ھے - خاتم الطبع کی عبارت وھی ھے -

نسخۂ ویران پر مبنی بعض اور قدیم نسخے یہ ھیں :

دیوان ذوق مطبوعہ نول کشور سنہ ۱۸۷۱ء ، تعداد اور ترتیب اشعار و غزلیات وھی ھے جو نسخۂ ویران میں ھے ، البتہ مخزن العلوم والے نسخے کی طرح اس میں بھی نسخۂ ویران کے بعض اشارے جن کو اس سے پہلے پیش کر دیا گیا ھے ، نہیں ملتے - ممکن ھے کارپردازان مطبع نے انھیں غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا ھو اور زیادہ امکان اس کا ھے کہ یہ نسخہ کسی ایسے مطبوعہ نسخے کی نقل ھو جس میں ان کو پہلے ھی سے حذف کیا جا چکا ھو - سر ورق کی عبارت یہ ھے -

"به حسن توفیق خدائے جہاں دریں زماں ایمن اقتران دیوان ذوق در مطبع نول کشور واقع کانپور رونق گزین طبع گردید۔"

اور خاتم الطبع کی عبارت یہ ہے :

" الحمد للہ کہ نسخۂ کلیات ذوق از حسن کارگزاری' مولوی سید محمد اسماعیل صاحب مہتمم مطبع گرامی جناب منشی نول کشور صاحب دام دولتہ واقع کانپور بہ ماہ جنوری سنہ ۱۸۷۱ء بہ کتابت محمد تقی طبع گردید "۔ "تمۃ بالخیر"

اس کا کاغذ مٹیالا مگر مضبوط ہے اور صفحات کی تعداد سو ہے ۔ کانپور ہی سے نول کشور نے اس کا ایک اور ایڈیشن سنہ ۱۸۷۴ء میں اور اس کے بعد سنہ ۱۸۸۹ء میں شائع کیا ۔ ممکن ہے اسی اثناء میں ایک آدھ ایڈیشن اس مطبع سے اور بھی نکل گیا ہو ۔

سنہ ۱۸۷۷ء میں دیوان ذوق کا ایک نسخہ میور پریس دھلی نے شائع کیا ۔ سر ورق اس زمانے کے بعض نسخوں کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت اور مزین ہے اور اس پر یہ عبارت آئی ہے :

". . . . فرحت اقتران بہ کمال شوق اعنی نسخۂ دیوان ذوق از تصنیف شاعر بے مثال و لاجواب میاں ذوق دھلوی اھالی مطبع میور پریس کی جہد بلیغ سے بہ کمال زین مطبوع ھوا ۔"

کاغذ سفید اور مضبوط ہے مگر کتابت اچھی نہیں ہے ۔ نسخۂ ویران کی غلطیاں اس میں نہیں دھرائی گئیں جس کے یہ معنی ھیں کہ یہ نسخہ براہ راست نسخۂ ویران کی نقل نہیں ہے ، بلکہ کسی اور مصححہ نسخے پر مبنی ہے یا پھر صحت ناسے کی مدد سے یہ غلطیاں درست کی گئی ھیں۔ مگر مطلع ، فرد اور اشعار مختلفہ کی نشاندھی کے سلسلے میں بہر حال نسخۂ ویران کی شان ھی کو برقرار رکھا گیا ہے جس کا ثبوت اس عبارت سے بھی فراہم ھوتا ہے جو مثنوی کے

اشعار کے ساتھ بطور سر نامہ درج کی گئی ہے - "اشعار متفرقات مثنوی کہ بعد تمام دیوان از مسودات یافتہ شدند ـ" صفحہ ۶۶ پر جہاں دیوان غزلیات مع اشعار مثنوی تمام ہوتا ہے ، 'خاتمہ' کے عنوان سے یہ فقرہ لکھا ہوا ملتا ہے ـ

"الحمد للہ کہ دریں آوان بہ صحت تمام نسخۂ دیوان ذوق تمام ہوا ـ"

خاتمۃ الطبع کے نام سے یہ جملے آتے ہیں : "الحمد للہ کہ نسخۂ کلیات ذوق از حسن کار گزاری منشی بلاقی داس مہتمم مطبع میور پریس واقع دھلی محلہ پیپل مہادیو ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۷ء میں بہ تصحیح تمام چھپا" جس کے نیچے ایک اشتہار تاریخ قیصریہ کے نام سے درج ہے - اسی پریس میں دیوان ذوق کا ایک اور ایڈیشن سنہ ۱۸۸۱ء میں چھپا - سر ورق کی عبارت مذکورہ نسخے سے قدرے مختلف ہے :

"ماشا اللہ لا قوت الا باللہ دریں زماں فرحت اقتران بہ کمال شوق از تصنیفات شاعر سراپا کمال فوق از فوق یعنی دیوان ذوق باہتمام منشی بلاقی داس مالک اخبارین یعنی 'سفیر ہند' و 'لیٹن گزٹ' واقع حوض قاضی محلہ پیپل مہا دیو در مطبع میور پریس دھلی طبع شد ـ"

خاتمہ ان جملوں پر ہوتا ہے :

"الحمد للہ و المنت کہ نسخۂ کلیات ذوق بصحت تمام مطبع میور پریس دھلی واقع حوض قاضی محلہ پیپل مہا دیو بہ حسن اہتمام منشی بلاقی داس مالک اخبارین یعنی 'سفیر ہند' و 'لیٹن گزٹ' کے چھپا ـ"

اس آخری صفحے پر داھنی طرف حاشیے میں "اشتہار کتب جدید" کے عنوان سے کچھ کتابوں کے نام اور ان کی قیمتیں درج ہیں ـ

صفحات کی تعداد ۹۶ ہے اور زرد کاغذ پر چھاپا گیا ہے :

ایک اور نسخہ آئین ہند پریس سے سنہ ۱۸۸۳ء میں طبع ہوا :

''و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ دیوان ذوق آئین ہند پریس دھلی میں امیر سنگھ منیجر کے اہتمام سے چھپا ۔''

آخری صفحے پر ''تمام ہوا دیوان ذوق سنہ ۱۸۸۳ء'' درج ہے اور خاتمۃ الطبع کی عبارت یہ ہے :

''الحمد للہ کہ نسخہ کلیات ذوق بہ فرمائش لالہ جنگلی مل و لالہ گنگا داس تاجران کتب بازار دریبہ کلاں دھلی مطبع آئین ہند میں طبع ہوا ۔''

پشت پر یہ قطعہ لکھا ہے :

''تنہا ہمہ شب من و چراغے | مونس شدہ تا پگاہ روزم
گاھے بکشم بہ آہ سردش | گہ از تف سینہ بر فروزم

کتبہ کاتب کتاب سنہ ۱۸۸۳ء''

غرضے کہ نسخۂ ویران کی اشاعت کے بعد تھوڑے بہت تفاوت سے بہت سے نسخے مختلف مطبعوں سے شائع ہوئے اور ایک ھی مطبع سے ایک کے بعد دوسرا ایڈیشن بھی نکلا ۔ نول کشور اور میور پریس اس کی نمایاں مثالیں ھیں ۔ مگر اس وقت تک 'نگارستان سخن' کے علاوہ ایسا کوئی اور نسخہ میرے علم میں نہیں ہے جس میں دیوان ذوق مرتبہ آزاد کی اشاعت سے پہلے نسخۂ ویران پر کوئی اضافہ کیا گیا ہو ۔

اس دوران میں بعض تذکرے بھی شائع ہوئے جن میں کلام ذوق کا بھی ایک قابل لحاظ حصہ شامل کیا گیا ۔ 'سخن شعراء' سنہ ۱۲۸۱ھ ، طور کلیم سنہ ۱۲۹۶ھ ، شمیم سخن ۱۳۰۲ھ اور جلوہ خضر ۱۳۰۲ھ خاص طور پر قابل ذکر ھیں ۔ لیکن ان میں ایسا کوئی شعر نہیں ملتا جو مطبوعہ دواوین میں شامل نہ ہوا ھو یا

جسے اختلاف نسخ کے اعتبار سے کوئی اہمیت حاصل ہو ۔ یہی حال مجموعہ ہائے اشعار کا بھی ہے ۔ ان میں سے میرے علم کے مطابق صرف ایک یعنی بہارستان اشعار سنہ ۱۲۹۱ھ ہی ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں ذوق کے انتخاب کے ساتھ دو نئے شعر بھی ملتے ہیں ۔ لیکن مؤلف نے اپنے انتخاب کے سلسلے میں ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ۔ (ان دونوں شعروں پر گفتگو الحاقی اشعار کے ذیل میں آئے گی) ۔

نسخۂ ویران اور نگارستان سخن کی اشاعت کے بعد کلام ذوق کا ایک نیا اور نسبتاً زیادہ مکمل مجموعہ مولانا محمد حسین آزاد نے پیش کیا ۔ مولانا ، ذوق مرحوم کے بہت عزیز شاگرد تھے اور اپنے استاد سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ۔ 'آب حیات' کی روایت کے مطابق ذوق کی وفات کے بعد سب سے پہلے وہی شیخ مرحوم کے اکلوتے بیٹے خلیفہ محمد اسماعیل کے ساتھ مل کر کلام ذوق کی ترتیب و تدوین کی طرف متوجہ ہوئے مگر بدقسمتی سے ابھی تکمیل کار کی نوبت نہ آئی تھی کہ غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ ہوش ربا نے دھلی کی زمین و آسمان کو درہم و برہم کر دیا ۔ انگریزی فوجوں کے ہاتھوں (فتح دھلی کے بعد) مولانا آزاد کے والد مولوی محمد باقر اس بغاوت کو ہوا دینے کے الزام میں شہید کر دیے گئے اور خود مولانا اور دوسرے افراد خاندان پر کیا بیتی، اس کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے :

"فتح یاب لشکر کے بہادر دفعتاً گھر میں گھس آئے اور بندوقیں دکھائیں کہ چلو یہاں سے نکلو ۔ دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی ، بھرا ہوا گھر سامنے تھا اور میں حیران کھڑا تھا کہ کیا کچھ اٹھا کر لے چلوں[1] ۔"

۱۔ آب ، صفحہ ۴۴۴ ۔

اس نازک وقت میں بھی جب کہ قیامت کا سامنا تھا اور موج خوں سر سے گزر رہی تھی، مولانا اپنے استاد اور ان کے کلام کو نہ بھولے اور اپنا بھرا پرا گھر چھوڑ کر محض اس متاع عزیز کے ساتھ گھر سے نکل کھڑے ہوئے :

" ان کی غزلوں کے جنگ پر نظر پڑی ، یہی خیال آیا کہ محمد حسین اگر خدا نے کرم کیا اور زندگی باقی ہے تو سب کچھ ہو جائے گا مگر استاد کہاں سے پیدا ہوں گے جو یہ غزلیں پھر آ کر کہیں گے ۔ اب ان کے نام کی زندگی ہے اور ہے تو انھیں پر منحصر ہے ۔ یہ ہیں تو وہ مر کر بھی زندہ ہیں ، یہ گئیں تو نام بھی نہ رہے گا ۔ وہی جنگ اٹھا بغل میں مارا ، سجے سجائے گھر کو چھوڑ، ۲۲ نیم جانوں کے ساتھ گھر سے بلکہ شہر سے نکلا [۱] ۔"

کلام ذوق کے ساتھ مولانا کی اس عقیدت کا تذکرہ اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے سید ناصر نذیر فراق نے بھی کیا ہے جو مولانا کے شاگرد تھے :

" حضرت شیخ ابراہیم ذوق رحمۃ اللہ علیہ کا دیوان سجانے کے لیے شمس العلما مولانا آزاد نے کیا کیا جتن کیے ؛ غدر سنہ ۱۸۵۷ء میں ان کے والد بزرگوار آنکھوں کے سامنے خاک فنا میں مل گئے ۔ مسلمانوں پر پیمبری وقت پڑ رہا تھا مگر یہ جان پر کھیل گئے اور حضرت خاقانی ہند کے کلام کا پشتارہ لے کر دھلی سے نکل بھاگے ۔ زندگی کی آس نہ تھی ، زمین آسمان خون کے پیاسے تھے لیکن وہ اسے کلیجے سے لگائے پھرے [۲] ۔"

۱۔ آب ، صفحہ ۳۳۳ ۔

۲۔ مکتوبات ، صفحہ ۱۱ ۔

ذوق اور کلام ذوق کے ساتھ مولانا کے جوش عقیدت کا اظہار ان کے متعدد بیانات سے ہوتا ہے ۔ ان میں وہ بیان خاص طور سے اہم ہے جو نسخۂ ویران کی اشاعت سے متعلق ہے :

" درد مندی کا دل پانی پانی ہو گیا اور عبرت کی آنکھوں سے لہو ٹپکا ، کیوں کہ جس شخص نے دنیا کی لذتیں ، عمر کے مختلف موسم اور موسموں کی بہاریں ، دن کی عیدیں ، رات کی شب براتیں ، بدن کے آرام ، دل کی خوشیاں ، طبیعت کی امنگیں سب چھوڑیں اور ایک شعر کو لیا ، جس کی انتہائی تمنا یہی ہوگی کہ اس کی بدولت نام نیک باقی رہے گا ؛ تباہ کار زمانے کے ہاتھوں اس کی عمر بھر کی محنت نے یہ سرمایہ دیا اور جس نے ادنٰی شاگردوں کو صاحب دیوان کر دیا اس کو یہ دیوان نصیب ہوا ۔ خیر :

یوں ہی خدا جو چاہے تو بندے کی کیا چلے

میرے پاس بعض قصیدے ہیں ، اکثر غزلیں ہیں ، داخل ہو جائیں گی ، یا نا تمام غزلیں پوری ہو جائیں گی ، مگر تصنیف کے دریا میں سے پیاس بھر پانی بھی نہیں ۔ چناں‌چہ یہ تذکرہ چھپ لے تو اس پر توجہ کروں[1] ۔"

ان جذبات تأسف اور اُستاد کے کلام سے اس والہانہ محبت کے ساتھ جب مولانا خود ترتیب کلیات کی طرف متوجہ ہوئے تو بڑی ذہنی کاوش اور کاهش کے ساتھ اس کام کو انجام دیا اور ایک مدت تک دیدہ ریزی کے بعد جو دیوان ذوق مرتب کیا اس میں بعض قصیدے اور اکثر غزلیں داخل ہوئیں اور بہت سی نا تمام غزلیں پوری ہوئیں ۔

---

۱ - آب ، صفحہ ۴۴۵ ۔

مولانا نے اس کام کو اپنی زندگی کے ایک مقدس مشن کی طرح انجام دیا ۔ اس کے آغاز کے وقت میجر سید حسن بلگرامی کو ایک خط میں لکھتے ھیں :

''میں نے 'سخن دان فارس' کو نظر ثانی کر کے رکھ دیا ھے ؛ چاھا کہ اب 'دربار اکبری' کو سنبھالوں مگر مروت اور حمیت نے اجازت نہ دی کیوں کہ آستاد مرحوم شیخ ابراھیم ذوق کی بہت سی غزلیں اور قصیدے بے ترتیب پڑے ھیں اور میں خوب جانتا ھوں کہ ان کا ترتیب دینے والا میرے سوا دنیا میں کوئی نہیں ھے ۔ اگر میں ان کے ساتھ بے پروائی کروں گا ، تو یہ ان کی محنت کا نتیجہ جو دریا میں سے قطرہ رہ گیا ھے ۔ بے موت مر جائے گا اور اس سے زیادہ افسوس کا مقام کیا ھوگا ان کے حال پر افسوس نہیں ، یہ میری غیرت اور حمیت پر افسوس ھے ، چناں چہ اس لیے اب اسے سنبھالا ھے اور اس میں یہ ارادہ ھے کہ جس جس قصیدے ، غزل یا شعر کے موقع پر کوئی تقریب کوئی معاملہ یا معرکہ خاص پیش آیا ، وہ بھی نقل کر دیا ؛ کیوں کہ ھر وقت کا حاضر باش تھا اور والد مرحوم اور وہ عالم طفولیت میں ساتھ رھے ۔ آپ اس کے لطف کو تصور فرمائیں ، آج تک کسی شاعر کا دیوان ایسا مرتب نہ ھوا ھوگا ۔ خدا انجام کو پہنچاوے ۔'' (آزاد ، یکم ستمبر ۱۸۸۸ء)[۱] ۔

یہ خط غالباً مولانا نے میجر صاحب کے اس خط کے جواب میں لکھا ھے جس میں انھوں نے مولانا کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ 'دیوان ذوق' کی ترتیب کا خیال ترک کر کے 'دربار اکبری' کی تکمیل کی طرف ھمہ تن متوجہ ھو جائیں :

۱۔ مکتوب ، صفحہ ۸۳ ۔

"معلوم نہیں آپ کس فکر میں مبتلا ہیں ؛ نہ آپ کا سفرنامہ نہ 'سخن دان فارس' آپ کے نام کو 'دربار اکبری' کی طرح زندہ رکھے گا ۔ میری صلاح سنیے، 'دربار اکبری' کی طرف اپنی ہمت مصروف کیجیے، باقی کتابیں پھر چھپوائیے گا ۔ معاف کیجیے گا آپ کے استاد ذوق کا کلام چھپا تو کیا اور نہ چھپا تو کیا ۔ یہ وہ دولت نہیں ہے جس کے تلف ہو جانے سے ہم مفلس قلندر ہو جائیں ۔ 'دربار اکبری' کو تمام کیجیے[1] ۔"

مگر مولانا نے اسے اپنے دوسرے علمی منصوبوں سے زیادہ اہم سمجھا ۔ اور جس ذوق و شوق کے ساتھ اس کام کی تکمیل کی اس کا اندازہ ان کے مرتبہ دیوان کے ان کلمات آغاز سے ہوتا ہے :

" یہ علم معنی کی روحیں ہیں کہ الفاظ کی دنیا میں آتری تھیں ۔ ذوق و شوق کے وعدے تھے کہ دلوں کو آگاہ کریں گے ۔ استاد مرحوم یہ حسرت ساتھ لے گئے ۔ والد میرے شہید آرزو ہوئے ، میں بڈھا ہوگیا ۔ اب خطر ہے کہ امانت رہے اور آزاد کو مسافر خانے سے کوچ کا حکم آ جائے[2] ۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں :

" تحریر حالات میں بعض باتوں کے لکھنے کو لوگ فضول سمجھیں گے مگر کیا کروں جی یہی چاہتا ہے کہ کوئی حرف اس گراں بہا داستان کا نہ چھوڑوں ۔ یہ شاید اس سبب سے ہو کہ اپنے پیارے اور پیار کرنے والے بزرگ کی ہر بات پیاری ہوتی ہے ؛ لیکن نہیں ، اس شعر کے پتلے کا ایک رونگٹا بھی بیکار نہ تھا ۔ ایک

۱۔ مسودہ مکتوب مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ۔

۲۔ آزاد ، صفحہ ۱ ۔

صنعت کار کی کل میں کون سے پرزے کو کہہ سکتے ہیں کہ نکال ڈالو، یہ کام کا نہیں ہے، اور کون سی حرکت اس کی ہے جس سے کوئی حکمت انگیز فائدہ نہیں پہنچتا؟ اس واسطے میں لکھوں گا اور سب کچھ لکھوں گا[۱]۔''

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حسن عقیدت اور ذہنی کاوش کے نتیجے میں ذوق مرحوم کی شاعرانہ زندگی کے بہت سے اہم واقعات اور معاملات سامنے آ گئے - بقول ناصر نذیر فراق :

''جب خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے انہیں اسانِ جان کے ساتھ پروفیسری کا رتبہ ملا تو آپ نے اپنے آستاد کا دیوان مرتب کر کے شائع کر دیا - اور آستاد کے اشعار کی جابجا شرح اس طرح لکھی جس طرح اہل عقیدت نے قرآن کی تفسیریں اور شانِ نزول لکھی ہے - حضرت آزاد کو اپنے آستاد کے ساتھ ایسی کامل عقیدت تھی جیسے انبیا کے حواریوں کو اپنے اپنے پیشوا کے ساتھ ہوا کرتی ہے -''[۲]

اس کے ساتھ ذوق کے کلام کا ایک قابل لحاظ حصہ جو دوسروں کی دسترس سے باہر تھا، ان کی کلیات اور آردو ادب کے شعری ذخیرے میں شامل ہوا - اس سلسلے میں مولانا نے اپنی کوشش اور کاوش کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

''پھٹے پرانے مسودے لڑکپن سے بڑھاپے تک کی یادگار ہیں - والد مرحوم کے ہاتھ کی بہت تحریریں ہیں - بہت کچھ میری قسمت کے نوشتے ہیں کہ حاضر و غائب لکھتا اور جمع کرتا تھا - کٹے پھٹے اشعار کا پڑھنا، مٹے حرفوں کا آجالنا، اس زمانے کے خیالات کو سمیٹنا، حالتوں کا تصور باندھنا، بھولے بسرے

۱- آزاد، صفحہ ۲ -
۲- مکتوبات، صفحہ ۱۲ -

الفاظ و مطالب کو سوچ سوچ کر نکالنا ، میرا کام نہ تھا ۔ خدا کی مدد اور پاک روحوں کی برکت شامل حال تھی ۔ میں حاضر اور خدا ناظر تھا ، راتیں صبح ہوگئیں اور دن اندھیرے ہوگئے ، جب مہم یہ سرانجام ہوئی [۱]۔''

پھٹے پرانے مسودوں کو پڑھنے ، مٹے حرفوں کو آجالنے ، اس زمانے کے خیالات کو سمیٹنے ، حالتوں کا تصور باندھنے اور بھولے بسرے مطالب کو سوچ سوچ کر نکالنے میں مولانا کو جس جگر کاوی اور دل سوزی سے کام لینا پڑا وہ قابل قدر اور لائق ستائش ہے ۔ مگر اس کی وجہ سے بعض الجھنیں بھی پیدا ہو گئیں ۔ اور نہ صرف مولانا کی زندگی میں بلکہ اس زمانے میں جب، کہ مولانا نے اس کام کو انجام دیا تھا ، دیوان ذوق مرتبہ آزاد کے متن کی صحت پر اشتباہ کا اظہار کیا گیا ۔ چنانچہ داغ مرحوم نے جو خود ذوق کے اہم شاگردوں میں تھے، اپنے ایک خط میں اس کی جانب شکوہ آمیز اشارہ کیا ہے :

'' جو قصائد استاد کے نئے دیوان میں چھپے ہیں ، وہ ایک شخص کے پاس یہاں بھی ہیں ۔ آزاد نے بطور خود بعض جگہ بہت تصرف کیا ہے [۲]۔''

'حیات ذوق' کے مصنف احمد حسین لاہوری نے بھی اس ضمن میں ایک روایت نقل کی ہے :

''دیوان غزلیات ذوق سن ۱۲۷۹ھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا ۔ اب حال ہی میں مولانا آزاد نے بھی دیوان ذوق چھپوایا تھا ۔

۱۔ آزاد ، صفحہ ۱ ۔

۲۔ نگار ، جنوری ۱۹۵۰ء ، صفحہ ۳۰ ۔

مولانا آزاد کے ایڈیشن کی نسبت ایک صاحب کہنے لگے کہ اس میں انھوں نے بہت سی غزلیں اپنی ملا دی ہیں۔ چناں چہ وہ کہتے تھے کہ میں اس کتب خانے میں جو اکبری دروازہ کے باہر تھا، جایا کرتا تھا اور دیکھا کرتا تھا کہ مولوی صاحب طبیعت سے اشعار گھڑ کر نا تمام غزلوں میں شامل کر دیتے تھے [1]۔"

دوسروں کے ایسے شکوک پر اظہار ناخوشی کرتے ہوئے مولانا نے ایک بار اخبار 'کوہ نور' کے ایڈیٹر کو خط میں لکھا:

"میں نے اس دیوان کو ترتیب دینے میں بڑی محنت کی ہے۔ دس ماہ تک دن رات آنکھوں کا تیل ٹپکایا ہے۔ الزام یہ ہے کہ میں خود غزلیں کہہ کر استاد کے نام سے شائع کرتا ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو خود اپنے نام سے شائع کرتا [2]۔"

مولانا کی زندگی میں جن اضافوں پر شکوہ یا اظہار شکوک کیا گیا اور جن سے متعلق مولانا نے قطعی طور پر انکار کیا اور کہا کہ ان کی طرف سے ایسا کوئی اضافہ عمل میں نہیں آیا، ان کے بارے میں موجودہ دور کے بعض محققین نے جن میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم کا نام سر فہرست ہے، کچھ ایسے ثبوت بھی فراہم کیے ہیں جن سے ان اضافوں کی حقیقت بہت کچھ واضح ہو جاتی ہے۔ پروفیسر شیرانی نے مولانا کے اپنے کاغذات میں سے دیوان ذوق مرتبہ آزاد میں شامل بعض اضافی غزلوں کے ایسے مسودے بہم پہنچائے جو مولانا کی اپنی فکر فرمائیوں کے مرہون منت نظر آتے ہیں۔ ان مسودوں پر ایک فاضلانہ مقالہ سپرد کر کے مرحوم نے رسالہ 'ھندوستانی' بابت ماہ جنوری سن ۱۹۴۶ء صفحہ ۱ تا ۲۸ و ماہ جنوری

۱- حیات صفحہ ۴۳۔

۲- محمد حسین آزاد از جہاں بانو نقوی صفحہ ۱۴۹۔

و اپریل سن ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ تا ۳۷ میں شائع کرایا اور اس میں ظاہر کیا کہ ان کے پاس ایسے نو کاغذ ہیں جن میں مندرجہ ذیل چودہ غزلوں کے مسودے تیار کیے گئے ہیں :

۱- ہم سے ظاہر و پنہاں جو اس غارت گر کے جھگڑے ہیں - صفحہ ۱۳۷ -

۲- خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے - صفحہ ۲۲٦ -

۳- مرض عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے - صفحہ ۲۲٦ -

۴- چشم قاتل ہمیں کیوں کر نہ بھلا یاد رہے - صفحہ ۱۲۷ -

۵- تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر میں کیا ہے - صفحہ ۲۲۸ -

٦- پری رو کیا ستمگر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے - صفحہ ۲۲۹ -

۷- نہ کھینچو عاشق تشنہ جگر کے تیر پہلو سے - صفحہ ۲۲۹ -

۸- برق میرا آشیاں کب کا جلا کر لے گئی - صفحہ ۲۳۰ -

۹- حد رقم سے وصف جبیں ہے صنم پرے - ۲۳۱ -

۱۰- وصف مژگاں تیرا جس کے رو برو نکلا کرے - صفحہ ۲۳۲ -

۱۱- خم ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے - صفحہ ۲۳۲ -

۱۲- دکھلا نہ ناف خال تو اے گلبدن مجھے - صفحہ ۲۳۴ -

۱۳- مار کر تیر جو وہ دلبر جانی مانگے - صفحہ ۲۳۵ -

۱۴- نہ دیں گواہی جو داغ کہن نہیں دیتے - صفحہ ۲۳۳

(صفحات کا حوالہ 'دیوان ذوق' مطبوعہ آزاد بک ڈپو سنہ ۱۹۲۲ء سے دیا گیا ہے)-

ان مسودوں میں سے بعض کے چربے پیش کرتے ہوئے شیرانی مرحوم نے لکھا ہے :

''جب یہ کاغذات میرے مطالعے میں آئے تو میرا پہلا خیال یہ ہوا کہ استاد ذوق کے ہاتھ کے مسودے ہیں ، لیکن سیاہی اور کاغذ پر غور کرنے سے مجھے بہت جلد اپنی رائے میں

تبدیلی کرنی پڑی اور معلوم ہو گیا کہ یہ کاغذات مولانا کے اپنے ہیں ـــــ یہ کاغذات یقیناً نقلیں نہیں ہیں بلکہ مسودے ہیں جن میں جگہ جگہ مصرعوں کو کاٹا چھانٹا گیا ہے۔ غالباً مولانا نے یہ جدید مواد دیوان ذوق کے لیے ان کے بچپن کے کلام کے نام سے تیار کیا ہے۔ ان میں جیسا کہ مسودوں کا دستور ہے بعض شعر صاف مرقوم ہیں اور بعض مصرعوں اور شعروں کی تو پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ قطع و برید ہوئی ہے۔ اگر یہ کاغذات ذوق کے خط میں ہوتے تو ذوق کے ایام طفلی کے کلام کا نظریہ بالکل درست ہوتا، لیکن وہ تو مولانا کے قلم سے ہیں اور اندرونی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ سن ۱۸۸۷ء اور ۸۹ء کے مابین کسی وقت تیار ہوئے ہیں۔ ان مسودوں کا وہی انداز ہے جو ایک شاعر اپنی غزل تیار کرتے وقت اختیار کرتا ہے، یعنی ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے، الفاظ کو اُلٹ پلٹ اور جملوں میں رد و بدل کرتا ہے، زبان کی خوبی اور مضمون کی صفائی پر نظر رہتی ہے، شعر اور مصرعے کاٹ کاٹ کر لکھنے پڑتے ہیں وغیرہ وغیرہ[۱]۔''

ان شواہد کی بنیاد پر شیرانی مرحوم نے یہ رائے قائم کی کہ مولانا آزاد نے یہ غزلیں خود تصنیف کر کے دیوان ذوق میں اضافہ کر دی ہیں:

''اس شہادت کی رو سے جس کی تردید میں نہیں جانتا کہ کیوں کر کی جائے گی، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُستاد ذوق کا

۱۔ ہندوستانی۔

مبینہ کلام ذوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا ، بلکہ اس کی تصنیف کی ذمہ داری مولانا پر عائد ہوتی ہے[1]۔''

ان سب غزلوں سے متعلق شیرانی مرحوم کی اس رائے کی تردید شاید ممکن نہ ہو سکے لیکن آخری غزل نمبر ۱۴ سے متعلق مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اس کا مسودہ بہ قلم ذوق بھی اب تک موجود ہے اور اس میں تقریباً یہ تمام غزل جسے مولانا کی فکر فرمائی سے منسوب کیا گیا ہے ، مل جاتی ہے ۔ ترتیب اشعار بھی قریب قریب وہی ہے جو مولانا کے یہاں ہے ۔ اس غزل کی ترتیب کے وقت مولانا نے مسودہ ذوق کو اپنے سامنے رکھا ۔ اس کا اندازہ دونوں کے تقابل سے ہو جاتا ہے :

مسودۂ ذوق

۱۔ دکھائی زخم نئے تیغ زن نہیں دیتے
نہ دیں گواہی جو داغ کہن نہیں دیتے

۲۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں درد و محن نہیں دیتے
جو اپنے ٹانکے سر زخم تن نہیں دیتے

۳۔ کہوں سخن تو وہ کہنے سخن نہیں دیتے
۔ ۔

۴۔ ہوئے (ہیں) مانع گریہ مرے عبث مردم
بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن نہیں دیتے

۵۔ پڑے ہیں بل تن لاغر میں اس قدر اپنے
کہ اتنے زلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

۶۔ شہید ناز کے چہلم سے کام کیا تم کو
کہ سرمہ آنکھوں میں تم جان من نہیں دیتے

۱۔ ہندوستانی ۔

۷- پھرے ہے ڈھونڈھتی مجھ کو اجل ، تمھیں یارو
بتا اسے مرا بیت الحزن نہیں دیتے

۸- جو کچھ رہا وہی پس ماندگاں کا ہے پس مرگ
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

۹- جو بسمل آب دم تیغ مانگے تو وہ کہے
کہ پانی زخم کو اے خستہ تن نہیں دیتے

۱۰- کرے ہے شیخ بیاں وصف حور و حلۂ نور
ذرا دکھا اسے اپنی پھبن نہیں دیتے

۱۱- ہمارے زخم پہ مرہم رکھا تو بس دیکھا
- -

۱۲- آڑے ہیں ناخن دست جنوں بھی پس مرگ
کہ سینے ہم تو یہ چاک کفن نہیں دیتے

۱۳- نہیں زباں کو - - - - - - - - - - - - - - - -
لب اپنے پاس سے جانے سخن نہیں دیتے

۱۴- پلایا زہر مجھے سے کے دھوکے ساغر میں
فریب یوں بتِ پیماں شکن نہیں دیتے

۱۵- گلوں سے بن چکے جب دونوں ہاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہیں دیتے

اصلاح آزاد

۱- نہ دیں گواہی جو داغ کہن نہیں دیتے
دکھائی کیا مرے تن پر چمن نہیں دیتے

۲- جفا میں بات وہ کیا حکمتاً نہیں دیتے (کذا)
کہ درد جاں ہمیں اب زخم تن نہیں دیتے

۳- جو بولوں کچھ تو مجال سخن نہیں دیتے
سیوں جو میں تو وہ سینے دھن نہیں دیتے[1]

۴- هیں منع کر رہے رونے کو یہ جو ناداں دوست[1]
بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن نہیں دیتے

۵- یہ پڑ گئیں تن لاغر میں جھرّیاں میرے
کہ اتنے زلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

۶- شہید ناز کے چہلم پہ ہے نظر شاید
کہ سرمہ آنکھوں میں تم جان من نہیں دیتے

۷- اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پتا یارو
بتا اسے مرا بیت الحزن نہیں دیتے

۸- عدم کی راہ میں بھی کچھ تو ہے خطر کا گزر
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

۹- جو مانگا آب دم تیغ اس سے بسمل نے
تو بولا زخم کو اے خستہ تن نہیں دیتے

۱۰- بیان شیخ جو ہے وصف حور و شعلۂ طور
ذرا دکھا اسے اپنی پھبن نہیں دیتے[2]

۱۱- ہو ان کی زلف سے کیا زخم دل کو چشم امید
لگا بھلے کو وہ مشک ختن نہیں دیتے[3]

۱۲- سنبھال ناخن وحشت کو اب تو دست جنوں
کہ سینے ہم کو یہ چاک کفن نہیں دیتے

۱- اس سے پہلے آزاد میں یہ شعر ملتا ہے:
سحر ہے روز دکھاتا نہیں چمک خورشید
دکھا اسے مرا داغ کہن نہیں دیتے

۲- اس شعر کی جگہ آزاد میں یہ شعر ملتا ہے۔
وہ تیر کھینچیے ہے پہلو سے کہہ دے اے دل زار
کہ ہے نشانی ناوک فگن نہیں دیتے

۳- اس شعر کی جگہ آزاد میں یہ شعر ملتا ہے:
پڑے ہیں دامن کہسار و دامن صحرا
ترے شہید کو دو گز کفن نہیں دیتے

۱۳- زباں حلاوت اُلفت کا لے مزہ کہ نہ لے
لب اپنی حد سے گزرنے سخن نہیں دیتے

۱۴- پلایا زہر دکھایا ہے مے کا پیمانہ
یہ دھوکہ اے بت پیماں شکن نہیں دیتے

۱۵- گلوں سے بن چکے جب دونوں ھاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہیں دیتے

مسودۂ ذوق میں اشعار کی تعداد ۱۵ اور آزاد میں ۱۸ ہے - ان میں سے اگر تین شعر جنھیں (۱) (۲) اور (۳) حاشیے میں دے دیا گیا ہے، نکال دیے جائیں اور (۱) (۲) شعروں کی ترتیب میں معمولی سی تبدیلی کر دی جائے تو ذوق کے اصل مسودے اور آزاد میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں رہ جاتا اور اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ آزاد کے اشعار ذوق کے اصل مسودہ پر مبنی ھیں - اس سلسلے میں ایک یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مولانا نے اپنے مرتبہ دیوان میں اس غزل کو پیش کرتے ہوئے حاشیے میں لکھا ہے :

''یہ غزل بھی شاہ نصیر مرحوم کے عہد کی ہے - اُستاد مرحوم کی آخری عمر میں 'جان من' اور 'یارو' غزلیت کے دائرے سے نکل گئے تھے -''

مولانا نے ان دونوں لفظوں کو باقی رکھا ؛ دونوں میں اختلاف نسخ موجود ہے مگر محض اس کی بنیاد پر اس غزل کو آزاد کی فکر فرمائیوں کا نتیجہ تو نہیں کہا جا سکتا -

مولانا نے اصل مسودے میں کوئی تبدیلی یا اضافہ نہیں کیا جس کے یہ معنی ھیں کہ پہلے اُنھوں نے اسے نقل کیا اور اس کے بعد بعض تبدیلیاں کیں - (مسودہ دیوان ذوق مرتبہ آزاد کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غزل مولانا نے اصل صفحے پر کاغذ چسپاں

کرکے لکھی ہے) ۔

ایسی صورت میں اور اس غزل کے مسودے کی موجودگی میں اس کا بھی امکان ہے کہ بعض دوسری غزلوں کے مسودے بھی مولانا کے پاس موجود ہوں اور مولانا نے ان غزلوں کو تصنیف کرنے کے بجائے کم و بیش اصلاحات اور اضافوں کے ساتھ پیش کیا ہو جس کی بہت سی اور گونا گوں مثالیں مسودے دیوان ذوق میں ملتی ہیں ۔ اس بات کی طرف ذہن اس وجہ سے بھی منتقل ہوتا ہے کہ ان چودہ غزلوں میں شامل غزل نمبر ۱۳ کسی مشاعرے کی غزل ہے ۔ اس زمین میں غالب کی غزل کے علاوہ ذوق کے بعض دیگر معاصر شعرا کے اشعار بھی تذکروں میں ملتے ہیں ۔ اور گو اس بارۂ خاص میں کچھ کہنا مشکل ہے لیکن از روئے قیاس کہا جا سکتا ہے کہ ذوق نے اس زمین میں بھی غزل کہی ہوگی ۔ مسودۂ آزاد میں اس غزل کے صرف یہ دو مصرعے ہی ایسے ہیں جو کاغذ چسپاں کر کے لکھے گئے ہیں ۔

ع مار پیچاں تو بلا ہے گا مگر تو اے زلف

ع دل مرا بوسه به پیغام نہیں ہے ہمدم

غزل نمبر ۲ کے بارے میں بھی یہ سوچنے کی گنجائش ہے کہ اس زمین میں ذوق نے اپنے بچپن میں شعر کہے ہوں اس لیے کہ 'مجموعۂ نغز' میں جو ذوق کے عالم نو عمری میں ترتیب دیا گیا، اس زمین میں بعض شعرا کی غزلیں موجود ہیں ۔

ان غزلوں کے علاوہ شیرانی مرحوم نے اس حصۂ کلام* کے متعلق بھی شبہے کا اظہار کیا ہے جسے مولانا آزاد نے ذوق کے بچپن کے کلام کے عنوان سے پیش کیا ہے ۔ اور جن میں مذکورہ بالا غزلوں میں سے غزل نمبر (۱) (۲) اور (۳) (۹) (۱۱) (۱۳) بھی شامل ہیں ۔ شیرانی مرحوم نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل غزلوں

کو مولانا آزاد کی وضاحتوں کی روشنی میں چن لیا ہے -

۱- جل اٹھا شمع نمط تارِ رگِ جاں میرا - صفحہ ۸۰ (بچپن کا کلام) -

۲- رکھتے تھے جو کشور کسریٰ و قیصر زیر پا - صفحہ ۸۱ (آغاز شباب) -

۳- دشمن جاں یک بہ یک سارا زمانہ ہو گیا - صفحہ ۸۱ (مرشد زادہ کی فرمائش سے لکھی گئی) -

۴- کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا - صفحہ ۸۲ (ابتدائے مشق) -

۵- برنگ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا - صفحہ ۸۳ -

۶- ان سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا - صفحہ ۸۴ (ابتدائے مشق) -

۷- چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا - صفحہ ۸۴ -

۸- لخت دل اور اشک تر دونوں بہم دونوں جدا - صفحہ ۸۵ (نظر ثانی سے نور نہیں پایا) -

۹- لعل لب و دندان صنم کا دل نے جب سے خیال کیا - صفحہ ۸۵ (اسی عالم کی ہے) -

۱۰- ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگ دل پیدا ہوا - صفحہ ۸۶ (از عالم بالا) -

۱۱- رکھ دل جلوں کی خاک پر تو با فراغ پا - صفحہ ۸۶ -

۱۲- تم کو یوسف سے کیا حسن میں بر تر پیدا - صفحہ ۸۷ -

۱۳- کوئی آوارہ تیرے نیچے اے گردوں نہ ٹھہرے گا - صفحہ ۸۸ -

۱۴- دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل - صفحہ ۱۲۰ (لڑکپن کی غزل ہے) -

۱۵- ہم سے ظاہر و پنہاں جو اس غارت گر کے جھگڑے ہیں ۔
صفحہ ۱۳۷ (عالم شباب) ۔

۱۶- تمنا نہیں ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو . . . الخ ۔
صفحہ ۱۵۵ (آغاز مشق) ۔

۱۷- جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اس میں زلف سرکش
الخ ۔ صفحہ ۱۵۶ (غزل دوم) ۔

۱۸- ہاتھ سینے پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو ۔ صفحہ
۱۶۳ (ابتدائے مشق) ۔

۱۹- عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو ۔ صفحہ ۱۶۲
(ابتدائے مشق) ۔

۲۰- جو کھوے قد یار کی تصویر دکھا دو ۔ صفحہ ۱۶۳
(ابتدائے مشق) ۔

۲۱- دم ذبح تیغ جفا میں جب تری بہتا آب حیات ہو ۔
صفحہ ۱۶۴ (لڑکپن کی غزل ہے) ۔

۲۲- ہیں ترے رشک خط رخسار سے ۔ صفحہ ۱۷۲ (والد
مرحوم کی لڑکپن کی بیاض میں تھی) ۔

۲۳- یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے ۔ صفحہ ۲۱۰
(ابتدائے مشق) ۔

۲۴- کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے ۔ صفحہ ۲۱۱
(یہ غزل بھی اسی عہد کی ہے) ۔

۲۵- ملنا ہمارا ان کا تو کب جانے جائے ہے ۔ صفحہ ۲۱۸
(ابتدائے مشق) ۔

۲۶- قفلِ صد خانہ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے ۔ صفحہ ۲۲۲
(آغاز شباب) ۔

۲۷- کس کے موشانہ میں اے دست ہوس ٹوٹ گئے۔ صفحہ ۲۲۳ (آغاز شباب)۔

۲۸- خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے - صفحہ ۲۲۶ (عنفوان شباب) -

۲۹- مرض عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے - صفحہ ۲۲۶ (لڑکپن کی غزل ہے) -

۳۰- حد رقم سے وصف جبیں ہے صنم پرے - صفحہ ۲۳۱ (عالم شباب) -

۳۱- خم ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے - صفحہ ۲۳۲ - (عالم شباب) -

۳۲- مار کر تیر جو وہ دل بر جانی مانگے - صفحہ ۲۳۵ - (آغاز شباب) -

اور اپنے مضمون میں ان کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے : ''یہ ایک عجیب امر ہے کہ اس فہرست کی اکثر غزلیں حافظ ویران کے ایڈیشن میں نہیں ملتیں - چناں چہ اوپر کی ۳۲ غزلوں میں سے صرف ۱۱ غزلوں کے ایک ایک دو دو یا زیادہ شعر ملتے ہیں ؛ سوا ' غزل نمبر ۲۲ کے جو ان کے دیوان میں بھی موجود ہے - تعجب ہوتا ہے کہ حافظ ویران ذوق کی خدمت میں حاضر باشی کے باوجود اس قدر ناواقف شخص ہیں - ذوق کے اس حصۂ کلام سے ان کی بے خبری یقیناً حیران کن ہے - یہ بچپن کا کلام سوائے بعض غزلوں کے ان مخصوص رنگوں میں نہیں ہے جس رنگ میں ان کا باقی کلام ہے ، لہذا اس حصۂ کلام پرجس کے راوی تنہا مولانا آزاد ہیں ، شبہ کی گنجائش نکل آتی ہے[1] -''

۱- ہندوستانی -

ان غزلوں کے ساتھ جو اشارے دیوان مرتبہ آزاد میں ملتے ھیں انھیں مختصراً قوسین میں دے دیا گیا ھے ۔ ان میں سے بعض کے ساتھ 'ابتدائے مشق' کا لفظ موجود ھے ، بعض کے ساتھ 'آغاز شباب' کا اور بعض کے ساتھ 'عنفوان شباب' یا 'عالم شباب' کا ۔ کچھ وہ غزلیں بھی ھیں جن کے زمانۂ تصنیف کو لڑکپن سے تعبیر کیا گیا ھے ۔ ان ھی میں کچھ غزلیں ایسی ھیں جن سے متعلق ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں ، لیکن سیاق و سباق سے متعلق کرکے شیرانی مرحوم نے ان کو بھی انھیں غزلوں میں شامل کر لیا ھے ۔ دیوان ذوق مرتبہ آزاد کے مطالعے سے معلوم ھوتا ھے کہ کچھ اور بھی غزلیں ایسی ھیں جنھیں ذوق کے اس زمانۂ عمر کے ذیل میں رکھا جا سکتا ھے ۔ مگر معلوم نہیں کہ مرحوم نے انھیں کیوں چھوڑ دیا ۔ اب جہاں تک ان غزلوں اور ان سے متعلق اشارات کا سوال ھے ، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے زمانۂ تصنیف کے تعین میں مولانا آزاد سے بہت سے مقامات پر سہو ھوا ھے اور انھوں نے تفاوت عمر کا زیادہ خیال نہیں رکھا ، جیسا کہ ان الفاظ کے ساتھ ان غزلوں کو پیش کرتے ھوئے انھیں رکھنا چاھیے تھا ۔ لیکن محض اس سہو بیان کی وجہ سے ذوق سے ان کا تعلق مشتبہ نہ ھونا چاھیے ۔ رنگ سخن کا اختلاف بھی کچھ بہت زیادہ اھم نہیں ۔ ھلکے پھلکے انداز میں بھی ذوق کی غزلیں ملتی ھیں ۔ نیز ان میں سے صرف غزل نمبر ۲۲ ھی ایسی نہیں جو نسخۂ ویران میں مکمل صورت میں موجود ھو بلکہ ۱۶ اور ۱۷ نمبر پر آنے والی غزلیں بھی اسی ذیل میں آتی ھیں ۔ یہ ایک آدھ شعر کے فرق کے ساتھ نسخۂ ویران میں مکمل طور پر موجود ھیں اور غزل نمبر ۱۷ کو پیش کرتے ھوئے خود مذکورہ نسخے کے حاشیے میں یہ وضاحت کی گئی ھے : ''یہ غزل زمانہ ابتدائے سخن گوئی لکھی ھے'' اور غزل نمبر ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ وہ غزلیں ھیں جو بیاض قلمی میں (جس کا تعارف آئندہ صفحات میں کرایا جائے گا)

ملتی ہیں - اور غزلیات نمبر ۲ ، ۱۲، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۸، ۱۹ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ وہ ہیں جن سے متعلق خود شیرانی مرحوم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کے ایک ایک دو دو یا زیادہ شعر نسخۂ ویران میں ملتے ہیں - جس کے یہ معنی ہیں کہ اس نسخے کی بنیاد پر ذوق سے ان کا تعلق ثابت ہے - غزل نمبر ۱۱ سودا کی زمین میں ہے اور ذوق ایک زمانے تک سودا کی ایسی زمین ہائے غزل میں اپنے لیے کشش محسوس کرتے اور ان پر طبع آزمائی کرتے رہے - اس لیے اس کا امکان ہے کہ یہ غزل ذوق نے ہی کہی ہو اور بہت ممکن ہے کہ زمانۂ ابتدائے سخن گوئی میں کہی ہو - یہ بات ضرور ہے کہ ان میں سے بہت سی غزلیں وہ ہیں جن کے مصرعوں اور شعروں کو مولانا آزاد نے اپنے مرتبہ دیوان کے مسودے میں باربار بدلا اور درست کیا ہے - مگر اس کی بنیاد پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ذوق سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں - اب رہی یہ بات کہ ذوق کے جس حصۂ کلام کے راوی تنہا مولانا آزاد ہیں ، اس کی صحت مشکوک ہے ، میرے خیال سے یہ بھی صحیح نہیں ہے - یہ مانتے ہوئے کہ نسخۂ ویران کلام ذوق کا سب سے زیادہ مستند مجموعہ ہے اور یہ کہ ویران کو ذوق سے برس ہا برس تک قربت رہی اور انھیں شیخ مرحوم کا بہت سا کلام زبانی یاد تھا ، یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ذوق کے تمام کلام سے باخبر تھے یا وہ سب ان کے حافظے میں تھا - نسخۂ ویران کے مقدمہ نگار کی شہادت بھی یہی ہے - اگر ذوق کا تمام کلام حافظ ویران کے حافظے یا اُن کی دسترس میں ہوتا تو اس نسخے میں شامل بہت سی غزلوں کے ساتھ لفظ نا تمام موجود نہ ہوتا اور یہ نہ لکھا جاتا کہ یہ اشعار " بعد ترتیب دیوان دستیاب ہوئے" - علاوہ بریں جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے ، اس زمانے میں اور بہت سی معمولی تقدیم و تاخیر

کے ساتھ 'نگارستان سخن' کی تبئیض و اشاعت عمل میں آئی جس میں ایسی متعدد غزلیں اور اشعار ہائے غزل موجود ہیں جو نسخۂ ویران میں شامل نہیں ؛ جب کہ ظہیر دہلوی جو اس مجموعۂ انتخاب کے مؤلف ہیں، نسخۂ ویران کی تدوین میں بھی شامل ہیں۔ یہ غزلیں یا اشعار انھیں یقیناً نسخۂ ویران کی ترتیب کے بعد کسی اور ذریعے سے دستیاب ہوئے جس سے وہ اس سے پہلے ناواقف تھے یا اس پر دسترس نہیں رکھتے تھے۔ ذوق کے صدہا اشعار غزل و قصائد ایسے موجود ہیں جو ان کے اپنے مسودوں، قلمی بیاضوں اور تذکروں وغیرہ میں ملتے ہیں اور نسخہ ویران کا دامن ان سے خالی ہے۔ خود مولانا آزاد کے پاس ذوق کے کلام کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ موجود تھا جس میں بہت سی تحریریں اور مسودے ذوق کے اپنے قلم کے مرہون منت ہیں۔ اس مواد تک دوسروں کی رسائی نہیں ہوئی۔ ویران بھی شاید اس سے واقف نہیں تھے یا پھر ان کی دسترس میں نہیں تھا۔ یہ ذخیرہ مولانا کے خاندان میں ہنوز موجود ہے اور بہت ممکن ہے کہ مولانا کے پاس اس سے بھی کچھ زیادہ ہو جتنا اب تک محفوظ رہ سکا ہے۔

اس وقت جو مسودے ذوق کے اپنے قلم سے موجود ہیں، ان میں اردو غزلوں اور اشعار قصائد کے علاوہ فارسی زبان میں بھی کچھ اشعار غزل و قصیدہ ملتے ہیں۔

یہ مسودے مختلف سائز کے قدیم مٹیالے رنگ کے کاغذ پر تیار کیے گئے ہیں۔ کاغذ، قسم اور نوعیت کے اعتبار سے بعض اچھی حالت میں ہیں اور بعض خراب و خستہ ہو گئے ہیں۔ روشنائی اس زمانے کے دستور کے مطابق سیاہ ہے اور کافی روشن ہے۔ ان میں اکثر کسی غزل یا قصیدے کے شروع کرنے سے پہلے "یا علی"، "یا علی مدد"، "یا علی مدد کن"، "و بہ نستعین" یا "ھو اللہ اکبر"

جیسے مقدس کلمات لکھے ہوئے ملتے ہیں ۔ ان کلمات کے بارے میں مولانا آزاد کی اس تحریر سے کچھ روشنی ملتی ہے :

” حافظ غلام رسول شوق اپنی غزلوں کے تتمہ یا ہر غزل کے عنوان پر 'ھو اللہ اکبر' لکھا کرتے تھے ۔ (استاد بھی انھیں دیکھ کر یہی لکھنے لگے تھے) ۔ چوں کہ اکبر شاہ بادشاہ تھے اس لیے اکثر اہل دربار اپنی تحریر پر یہی لکھتے تھے ۔ استاد بھی انھیں دیکھ کر یہی لکھتے رہے اور (آخری عمر) میں طبیعت نے زمانے کے انقلابات سے کئی رنگ بدلے مگر (آج) خاتمہ تک یہ تمغہ عنوان سخن پر قائم رہا“ ۔ (قوسین میں دیا گیا حصۂ عبارت مولانا نے قلم زد کر دیا ہے)

اس روایت میں پہلی صورت کے مقابلے میں دوسری صورت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے ، اور یہ تو بہر صورت ایک حقیقت ہے اور اس کا ثبوت قلمی بیاض سے بھی فراہم ہوتا ہے کہ ذوق دوسرے کلمات کے ساتھ اس کلمے کو بھی تمغۂ عنوان بناتے رہے ۔ بیاض فخر (عہد بہادر شاہ ظفر) میں بھی ذوق کے انتخاب کے سلسلے میں بعض غزلوں کے شروع میں ”ھو اللہ اکبر“ لکھا ہوا ہے ۔

ذوق کے ان مسودوں کے مشتملات حسب ذیل ہیں :

یا علی مدد

۱۔ سنگ دل بن ترے ہم شاد تو کیا پتھر تھے : ۶ شعر ایک مصرع ۔

۲۔ جو دنی ہیں وہ تونگر تھے تو کیا پتھر تھے : ۴ شعر ۲ مصرعے ۔

۳۔ بعد مردن بھی خیال چشم فتّان ہی رہا : ۴ شعر ۔

یا علی مدد کن

۴۔ شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم : ۲۲ شعر ۱ مصرع ۔

ھواللہ اکبر

۵۔ سینہ سے جو میں آہ دل تنگ نکالوں : ۷ شعر (شعر دوم کا پہلا مصرع نا تمام ہے) ۔

یا علی مدد

۶۔ گھڑی بھر میں یہ نالے گنبد بے در سے اوپر ھیں : ۳ شعر (ایک مصرع دو طرح سے لکھا ہوا ہے) ۔

۷۔ گہر کو جوھری صراف زر کو دیکھتے ھیں ۔ ٦ شعر ۔

۸۔ نہ اس سے امن میں ایماں نہ دیں رہا محفوظ : ۹ شعر ۔

ھواللہ و اکبر

۹۔ صفا میں تیرے رخ سے آئینہ کیا خاک ھمسر ہو : ۱۴ شعر (آخری کے دو شعروں کی روشنائی بدلی ہوئی) ۔

۱۰۔ دکھائی زخم نئے تیغ زن نہیں دیتے : ۱۵ شعر ۔

یا علی مدد

۱۱۔ بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی : ۱۰ شعر ۱ مصرع ۔

۱۲۔ تیرا عاشق قبر میں جو مضطرب احوال ہے : ۲۵ شعر (باقی اشعار کی قرأت ممکن نہیں) ۔

۱۳۔ ھوں حمایت میں اگر اس داد رس کی تیلیاں : ۳٦ شعر ایک مصرع (غزل اور قصیدے کے اشعار ایک ھی مسودے

میں موجود ہیں)[1] ۔

۱۴۔ اس قد کو کیوں کہ کہیے نہال چمن کی شاخ : ۳۹ شعر (غزل اور قصیدے کے اشعار ایک ہی مسودے میں موجود ہیں)[2] ۔

۱۔ ۳۶ شعروں اور ایک مصرع پر مشتمل اس نظم میں پہلے مدحیہ اشعار آئے ہیں ۔ اس کے بعد غزل کے اشعار لکھے گئے ہیں ۔ اس زمین میں ذوق اور شاہ نصیر کے مابین معرکۂ سخن ہوا تھا اور ان اساتذۂ سخن کے علاوہ ان کے تلامذہ نے بھی بہت کچھ لکھا تھا ، اس کی تفصیل مولانا آزاد کے علاوہ مرزا قادر بخش صابر صاحب ' گلستان سخن' کے یہاں بھی ملتی ہے ۔ صابر نے اس ضمن میں ذوق کے قصیدے کی بہت تعریف کی ہے ۔ مولانا آزاد نے اپنے مرتبہ دیوان میں ۲۷ شعروں پر مشتمل ایک غزل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے :

> '' استاد کی سب غزلیں اس زمین میں نہ ملیں ۔ پہلے مشاعرے کی غزل بہت خوب تھی- دو مسودے ساتھ آ گئے ہیں ۔ ایک پر کچھ شعر قصیدے کے بھی ہیں مگر سب پڑھے نہیں جاتے ، غزل کے شعر لکھتا ہوں ۔''

مولانا نے ۲۷ شعر کی جو غزل پیش کی ہے اس کے ۱۴ شعر بہ اختلاف نسخ اس مسودے میں مل جاتے ہیں ۔ ممکن ہے اس اختلاف احوال کی وجہ دوسرا مسودہ ہو ۔ بہر حال اس مسودے کی موجودگی سے اس روایت کی بڑی حد تک تصدیق ہو جاتی ہے ۔

۲۔ اس زمین میں کہے گئے اشعار کے مسودے میں غزل اور قصیدے کے اشعار الگ الگ نہیں ہیں ۔ مولانا آزاد کا بیان ہے ''استاد نے غزل کہہ کر مع قصیدہ جلسۂ خاص میں سنائی ۔ مولانا نے اسے غزلیات کے ذیل میں درج کیا ہے اور اس کے مآخذ سے متعلق لکھا ہے :

> '' اس زمانے کا ایک مسودہ میرے ہاتھ آ گیا ، معلوم ہوتا ہے اس پر نظرثانی نہیں ہوئی ۔ خیر یادگار تو ہے ۔''

مولانا کے یہاں اس مسودے کے مقابلے میں کچھ اشعار زائد ہیں مگر ان میں سے دس اشعار کی تصدیق نسخۂ ویران سے ہو جاتی ہے ۔

یا علی مدد

۱۵- ھے تیرا بوسۂ رخ و لب اس قدر لذیذ : ۹ شعر ۲ مصرعے- (یہ غزل ذوق نے معروف کے نام سے لکھی ھے) -

۱۶- ھمارا ھوش دیکھ اس آنکھ کا یوں ڈورا اُڑ جائے : ۶ شعر ۱ مصرع - (یہ غزل ظفر کے نام سے لکھی گئی ھے) -

۱۷- ھم ھیں اور شغل عشق بازی ھے - ۷ شعر -

۱۸- غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں : ۲۷ شعر -

ھواللہ و اکبر

۲۰- نالۂ بلبل میں جب پیدا اثر ھو جائے گا : ۴ شعر -

۲۱- سارے خطوں سے خط رخ کی اس کے ... الخ : ۱شعر -

۲۲- ھے ابر درفشاں وہ چمن میں کمال کے : ۳۵ شعر (نظم قصیدہ نما) -

۲۳- کھائے ھے وقت شرف عز و شرف کی سو گند : ۵ شعر (اشعار قصیدہ نا تمام) -

۲۴- ھم ھیں غلام اُن کے جو ھیں وفا کے بندے : ۱شعر -

۲۵- بیمار غم جو تیرا کھا کر زمین دیکھے : ۱ شعر -

۲۶- کترے پر رکھنے میں صیاد یہ اغماض کہ ھائے (کذا) : ۱ شعر -

۲۷- ڈسا ھو کالے نے جس کو کافر سو وہ فسوں کے اثر سے کھیلے : ۱ شعر -

ھو اللہ اکبر

۲۸- کوئی جو اُن کو پڑھ کر عاشق کا خط سنائے : ۱ شعر -

۲۹- جب اپنے گریہ و سوز جگر کو دیکھتے ھیں : ۵ شعر -

ان کے علاوہ ذوق کے مسودوں میں جو فارسی اشعار اور غزلیں ملتی ہیں ان کی نشان دہی ان کے فارسی کلام کے تحت کر دی گئی ہے۔

مولانا کے پاس ان مسودات کے علاوہ کلام ذوق پر مشتمل ایک نہایت اہم قلمی بیاض بھی تھی، جو اس وقت بھی ان کے خاندان میں محفوظ ہے اور آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد کی ملکیت ہے یہ بیاض قدیم طرز کے مٹیالے رنگ کے کاغذ پر تیار کی گئی ہے۔ اور اس دور کی عام روش کے خلاف اس کی شکل کچھ رجسٹر جیسی ہے۔ یہ ۹۸ اوراق پر مشتمل ہے اس کا سائز ۹ × ۱۲ ہے۔ اس کے دونوں جانب کے پشتے خستہ ہو چکے ہیں لیکن بیاض کا اپنا کاغذ ابھی اچھا خاصا ہے، اگرچہ اس کا سواد روشن نہیں اور خط بھی مختلف ہے، نیز غزلوں کی تحریر و تبئیض میں بھی کوئی خاص سلیقہ نہیں برتا گیا۔ بعض غزلوں کے مسودے غالباً پہلی بار اس بیاض کے اوراق ہی پر تیار کیے گئے۔ یہ ذوق کی اپنی تحریریں ہیں۔ ان میں جگہ جگہ اصلاحیں بھی انہیں کے قلم سے ہوئی ہیں۔ جہاں غزلیں نقل کی گئی ہیں وہاں بھی خط کچھ زیادہ صاف اور سواد خط روشن نہیں ہے۔ کچھ غزلیں ایسی بھی ہیں جو ھلکی سرمئی یا زعفرانی رنگ کی روشنائی سے لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مختلف وقتوں میں ذوق مرحوم کا جو کلام دستیاب ہوسکا، وہ اس بیاض میں ترتیب دیوان کے خیال سے ردیف وار جمع کیا گیا۔ فکر شعر کے وقت بھی ذوق نے کبھی کبھی اسے اپنے سامنے رکھا۔ بعض نقلیں خود ان کے اپنے ھاتھ کی ہیں۔ درمیان میں خالی صفحات بھی چھوڑے گئے ہیں، شاید اس امید پر کہ اور زیادہ غزلیں مل جائیں یا ھو جائیں تو وہ مختلف ردیفوں کے تحت لکھ لی جائیں۔ کہیں کہیں غزلوں کے صرف مصرعے لکھے

ہوئے ملتے ہیں جن پر غزلیں کہنا یا ان سے کہلوانا مقصود تھا - کچھ شعر ایسے بھی ہیں جو پہلی بار جس شکل میں موزوں ہوئے ، وہ متعلقہ ردیف کے صفحات کے کسی گوشے میں لکھ لیے گئے- بعد میں جب غزل مکمل ہوئی تو ایسا بھی ہوا کہ اس شعر کی شکل کچھ بدل گئی اور اس کی شکل اول قلم زد ہو گئی - بعض اشعار اسی شکل میں ایک سے زیادہ صفحات پر بھی ملتے ہیں - دوسرے شعرا کے کچھ شعر بھی اس بیاض میں لکھے ہوئے ہیں - اس میں کہیں کہیں صاحب شعر کا نام بھی دے دیا گیا ھے - مثلاً صفحہ ۵ پر مولوی غلام رسول مست کا یہ شعر ان ھی کے نام سے لکھا ہوا ملتا ھے :

وصل کی رات سر شام جو میں آونگھ گیا
وہ ادا فہم اسے حسن تقاضا سمجھا

اس طرح آصف تخلص کے ساتھ یہ دو شعر پشتۂ بیاض پر لکھے ہوئے ہیں :

دنیا کی فکر تجھ کو اگر سو لگی رھے
آصف یہ شرط ھے کہ ادھر لو لگی رھے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ھے
پر تجھ کو چاھیے کہ ادھر لو لگی رھے

بعض شعر بغیر کسی ایسے حوالے کے بھی نقل ہوئے ہیں ، جیسے انشا کا یہ شعر :

آئینۂ فلک میں ھے عکسِ چراغ دل
خورشید ھو نمود ھوا بل بے داغ دل

اسے لکھ کر قلم زد کر دیا گیا مگر مولانا نے اسے اپنے مرتبہ دیوان میں شامل کیا ھے - سودا کے دو شعر جو آن کی اس مشہور زمین غزل سے تعلق رکھتے ہیں :

کونین تلک ورنہ ہے پیش فقرا ہیچ

نیز درد کا یہ شعر :

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں

اور ناسخ کا مندرجہ ذیل شعر :

پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ باد صبا مستانہ ہے

مولانا نے غلطی سے اسے بھی اپنے یہاں شامل کر لیا ہے :

اس بیاض کے مختلف صفحات پر فارسی کے بھی کچھ شعر لکھے ہوئے ملتے ہیں ۔ متفرق اشعار کے علاوہ چھوٹی چھوٹی غزلیں بھی ہیں جن کی نشان دھی اس مقام پر کر دی گئی ہے جہاں انھیں پیش کیا گیا ہے ۔ ان میں سے اکثر غزلیں ذوق کے مشہور شاگرد مولوی دلدار علی مذاق کے ھاتھ کی لکھی ہوئی ہیں ۔ ان کے ساتھ ''میاں ذوق سلمہ'' لکھا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ غزلیں ذوق کی زندگی ھی میں ان صفحات پر نقل ہوئی ہیں ۔

اس بیاض میں ذوق کی جو (بہت سی) غزلیں ملتی ہیں ان میں قابل لحاظ تعداد میں وہ غزلیں بھی ہیں جو ذوق کے اپنے قلم کی مرھون منت ہیں ۔

١- مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا : ٩ ، شعر ۔ (پشتہ کے اندرونی جانب لکھی ہے) ۔

٢- حزر ہے خون سے اس پائمال کے کیسا : ٧ شعر ، صفحہ ١ ۔

٣- میں ھجر میں مرنے کے قریں ہو ھی چکا تھا : ١٢ شعر ، صفحہ ١ ۔

۴- وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا : ۷ شعر ، صفحہ ۱ -

یا علی مدد

۵- دریائے اشک چشم سے جس آن بہہ گیا : ۹ شعر ، صفحہ ۲ -

٦- شکر پردہ ہی میں اس بت کو حیا نے رکھا : ۱۳ شعر صفحہ ۲ -

۷- محفل میں شور قلقل مینائے مل ہوا : ۴ شعر - صفحہ ۲ ،

۸- ہر ایک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا : ۱۰ شعر ، صفحہ ۲ -

یا علی مدد

۹- لکھیے اسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا : ۹ شعر ، صفحہ ۳ -

۱۰- ہو تو عاشق سوچ کر اس دشمن ایمان کا : ۱۱ شعر ، صفحہ ۳ -

۱۱- ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا : ۱۳ شعر ، صفحہ ۳ -

۱۲- نالہ ہے ان سے بیاں دردِ جدائی کرتا : ۹ شعر ، صفحہ ۳ -

۱۳- کبھی ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا : ۱۱ شعر صفحہ ۳ -

۱۴- یاں تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا : ۹ شعر ، صفحہ ۴ -

۱۵- ہنگامہ گرم ہستیِ نا پائیدار کا : ۱۳ شعر ، صفحہ ۵ -

۱٦- مرے سینے سے تیرا تیر جب اے جنگ‌جو نکلا : ۹شعر ، صفحہ ۵ -
۱۷- جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا : ۸ شعر ، ص ۵ -

یا علی مدد

۱۸- تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں بہتر پیدا : ۱۲ شعر ، صفحہ ٦ -
۱۹- ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکاں نکل آیا : ۹ شعر ، صفحہ ٦ -
۲۰- خلاف وعدہ سے کل تیرے میں تو جاں بہ لب آیا : ۱۳ شعر ، صفحہ ۷ -
۲۱- ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا : ۱۵ شعر ، صفحہ ۷ -
۲۲- اس تپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا : ۱۳ شعر ، صفحہ ۸ -
۲۳- گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا : ۷ شعر ، صفحہ ۸ -
۲۴- میں کہاں سنگ در یار سے ٹل جاؤں گا : ۱۴ شعر ، صفحہ ۹ -
۲۵- ترے ہاتھوں کوئی آوارہ اے گردوں نہ ٹھہرے گا : ۷ شعر ، صفحہ ۹ -

و بہ نستعین

۲٦- شوق نظارہ ہے جب سے اس رخِ پر نور کا : ۲ شعر ، صفحہ ۹ -

یا علی مدد

۲۷- اس سے تو اور آگ وہ بیدرد ہوگیا : ۸ شعر - صفحہ ۱۰ -

۲۸- نیمچہ یار نے جس وقت بغل میں مارا : ۱۴ شعر ، صفحہ ۱۱ -

هـو الله اکبـر

۲۹- سرمہ ہے سفاک شہرہ ہے نگاہ یار کا : ٦ شعر ، صفحہ ۱٦ -

و بـہ نستعین

۳۰- تھی زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ : ۲۱ شعر ، صفحہ ۴۰ -

۳۱- سینکڑوں ہم نے کیے خاک جلا کر تعویذ : ۵ شعر ، صفحہ ۴۱ -

۳۲- کون سا ہمدم ہے تیرے عاشق بیدم کے پاس : ۱۱ شعر ، صفحہ ۴۸ -

۳۳- پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض : ۸ شعر ، صفحہ ٦۰ -

۳۴- دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل : ۷ شعر ، ٦۲ صفحہ -

هـو الله اکـبـر

۳۵- یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں : ۳ شعر ، صفحہ ۱۳۰ -

۳٦- وقت پیری شباب کی باتیں : ۱۱ شعر ، ص ۱۳۱ -

۳۷- اس گلستان جہاں میں کیا گل عشرت نہیں - ۵ شعر ، صفحہ ۱۳۲ -

و بـہ نستـعـین

۳۸- دود دل سے ہے یہ تاریکی مرے غم خانہ میں : ۱۰ شعر ، صفحہ ۱۳۵ -

۳۹- ھے جی میں اپنے غـرّۂ جوھر کو توڑ دوں : ۱۱ شعر ، صفحہ ۱۳۵ -

۴۰- پتھرا دیـا جلوے نے ترے چشم صنم کو : ۱۱ شعر ، ایک مصرع ، صفحہ ۱۳۸ -

۴۱- رند خراب حال کو زاھد نہ چھیڑ تـو : ۱۰ شعر ، صفحہ ۱۳۵ -

۴۲- جس ھاتھ میں خاتم لعل کی ھے گر اس میں زلف سرکش ھو : ۱۴ شعر ، صفحہ ۱۳۶ -

ھـو اللہ و اکـبـر

۴۳- تمنا نہیں ھے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ھو کہ مزدہ قلق ھو : ۹ شعر ، صفحہ ۱۳۷ -

وبـہ نستعین

۴۴- چرخ ضدی ھے کوئی ضد نہ دلاوے اس کو : ۸ شعر ، صفحہ ۱۳۸ -

۴۵- عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو : ۱۳ شعر ، صفحہ ۱۳۹ -

ھو اللہ اکبر

۴۶- کیا کیا مصیبتیں ھیں دل پُر محن کے ساتھ : ۲۰ شعر ، صفحہ ۱۴۱ -

یا علی مدد

۴۷- کرے ھے کام تیغ یار کس کس آبداری سے : ۱۲ شعر، صفحہ ۱۴۲ -

و به نستعین

۴۸- مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے : ۸ شعر -
صفحہ ۱۴۲ -

۴۹- کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے : ۱۷
شعر ، صفحہ ۱۴۴ -

هو الله و اکبر

۵۰- وہ ہوں میں پر معاصی سوختہ سوز ندامت سے : ۱۲ شعر ،
صفحہ ۱۴۵ -

۵۱- جاں غش لب جاں بخش پر دل غش خطِ مشکیں پہ ہے :
۹ شعر ، صفحہ ۱۴۳ -

۵۲- کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے :
۴ شعر ، صفحہ ۱۴۶ -

هوالعلی

۵۳- کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے : ۱۸ شعر ،
صفحہ ۱۴۷ -

۵۴- خوب روکا شکایتوں سے مجھے : ۱۰ شعر ، صفحہ ۱۴۷ -

و به نستعین

۵۵- یار ہنسنے حال پر ہم خاکساروں کے لگے : ۱۰ شعر ،
صفحہ ۱۴۷ -

۵۶- ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے :
۱۱ شعر ، صفحہ ۱۴۷ -

هو الله اکبر

۵۷- جو دل قمار خانہ بت سے لگا چکے : ۶ شعر ،
صفحہ ۱۴۸ -

۶۸- کیا غمزہ تیرا بر سر بیداد غضب ھے : ۲۵ شعر، صفحہ ۱۵۹ -

یا علی مدد

۶۹- کوئی ان تنگ دھانوں سے محبت نہ کرے : ۸ شعر، صفحہ ۱۹۵ -

ھواللہ و اکبر

۷۰- الگ ھوتا نہ کھنچ کھنچ کر مرا ھر تار دامن سے : ۲۹ شعر صفحہ ۱۹۶ -

۷۱- نہیں ثبات بلندیِ عزّ و شان کے لیے : ۲۸ شعر، صفحہ ۱۹۷ -

ذوق کے ساتھ ان غزلوں کا اس اعتبار سے انتساب کہ وہ ان کے اپنے قلم کی مرھون منت ھیں، خط کی مماثلت اور بعض ایسی اصلاحات کی بنیاد پر کیا گیا ھے جو مصنف کے اپنے قلم ھی سے ھو سکتی ھیں ۔ غزل کے شروع میں لکھے جانے والے بعض کلمات سے بھی مدد لی گئی ھے ۔ اس پر بھی ممکن ھے کہ بیاض میں ذوق کے اپنے قلم کی بعض اور بھی غزلیں ھوں جن کے ساتھ نمایاں طور پر مماثلتِ خط یا کسی اصلاح کے نہ ھونے کی وجہ سے انھیں شامل نہ کیا جا سکا ۔ اور یہ بھی ھو سکتا ھے کہ اس طرح بعض غزلوں کو ذوق کے قلم کے ساتھ منسوب کرنے میں مجھ سے تسامح ھوا ھو، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ھے کہ ان میں اکثر غزلیں ذوق کے اپنے ھاتھ سے لکھی ھوئی ھیں اور ان کے ساتھ بہت سی دوسری غزلیں جو اس بیاض میں شامل ھیں، وہ اگرچہ ذوق کے ھاتھ کی لکھی ھوئی نہیں ھیں لیکن ان کی تسوید ذوق کی زندگی ھی میں عمل میں آئی ھے ۔ مولانا آزاد کے قلم سے جو تبدیلیاں ذوق کے

کی نہ ہوئی، اس امید پر کہ اور جمع ہو جاویں[1]۔"

بیاض کے خالی صفحات اسی امید پر چھوڑے گئے تھے۔ یہ بیاض کلام ذوق کا ایک نہایت اہم ماخذ ہے۔ اس میں دھلی اردو اخبار کے کچھ ایسے آف پرنٹ بھی ھیں جن میں ذوق کے قصیدے ملتے ھیں، جو شاید ذوق کو بھیجے گئے تھے۔ یہ قصیدے حسب ذیل ھیں:

۱- زھے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر: ۱۰۰ شعر۔

۲- ھے وہ مے داروئے جاں نافع اعضا و حواس: ۴۷ شعر۔

۳- لاتا نیرنگ نے رنگ سے ھے چرخ محیل: ۷۰ شعر۔

۴- پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں: ۶۱ شعر۔

مولانا آزاد نے ترتیب دیوان کے وقت اس بیاض کو سامنے رکھا ھے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ھے کہ جب اس میں شامل غزلیں مسودۂ آزاد میں نقل کر لی گئیں تو ان پر کہیں "م" کا لمبا نشان بنا دیا گیا ھے۔ اس قلمی بیاض کے مندرجات میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ھے اور وہ ایسے اشارے ھیں جو یادداشت کے طور پر قلمبند ہوئے ھیں؛ مثلاً پہلے صفحے پر بہت باریک قلم سے حاشیے میں یہ اشارے ملتے ھیں:

رقم میرا (در بیاض)۔ غضب ھے آہ سینہ میں بھڑکنا۔

طلسم طرفہ تر۔ بعد مردن بھی خیال۔ نیمچہ مول اور وہ بانکا جواں۔
۱۳۶ ۹۶

ھوں یہ لاغر۔ شوق نظارہ ھے جب سے۔ پہنچا آب تیغ قاتل
۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۶ ۱۳۵

نہ ھوا آب شہادت سے۔
۱۵۲

۱- تتمہ۔

اسی طرح صفحہ ۹۶ پر حاشیے میں در بیاض لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے ع ازل سے یوں دل عاشق ہے (الخ) اور اس کے علاوہ یہ شعر : آئینہ فلک میں ہے (الخ) - نیز قصیدہ در بیاض سبز غلاف (مرحبا ساقی فرخ رخ و خورشید جمال) صفحہ ۱۳۶ پر بھی حاشیے میں ایسے ہی کچھ ملتے اشارے ہیں - در بیاض - تصور کس طرح بھولے - دانہ خرمن ہے ہمیں - مے ملا کر ساقیا نے -

۱۳۴ ۷۸

کہاں تلک کہوں - کب حق پرست زاہد - عبث تم اپنا - وغیرہ

۱۶۰ ۱۴۷ ۱۳۶

اور یہ بھی اس امر کا ایک ثبوت ہے کہ مولینا آزاد نے اس قلمی ماخذ کو سامنے رکھا ہے -

اس کے علاوہ انھوں نے ترتیب کلیات کے سلسلے میں حافظ ویران سے بھی خط و کتابت کی جس پر ویران کے اس خط سے روشنی پڑتی ہے :

"اشتیاق نامۂ سامی نے آتش اشتیاق کو مشتعل کر دیا - فی‌الحقیقت میں اور آپ اُستاد کی روح پاک سے کیونکر سرخرو ہوں گے - یہ زندگی چند روزہ ہے ، مناسب ہے کہ جو کلام اُستاد کا فراہم ہوا ہے ، طبع ہو جائے[1] -"

ایک اور خط میں جس کا مسودہ آغا محمد باقر کے پاس ہے ، ویران نے ذوق کی غزل جس کی زمین "آغوش نقش پا ہے" دیکھنے کی خواہش کی ہے - پہلا خط جس کا اُوپر حوالہ دیا گیا ہے ، اس پر کوئی تاریخ تحریر درج نہیں ہے - لیکن گمان غالب ہے کہ یہ اس زمانے ہی کی خط و کتابت سے متعلق ہے جب مولانا کلیات ذوق کو ترتیب دے رہے تھے - دوسرے خط پر صرف ۱۷ محرم‌الحرام درج ہے اور

۱- مکتوبات ، صفحہ ۲۵۲ -

سن کا پتا نہیں چلتا ۔ اس خط کو بھی کم و بیش اسی زمانے سے متعلق ہونا چاہیے ۔

اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے کہ ترتیب دیوان کے سلسلے میں مولانا نے اہم مآخذ سے بھی کام لیا ہے اور ان لوگوں سے بھی مراسلت کی ہے جو ذوق اور ان کے کلام و کمال سے واقف تھے ۔ ایسی صورت میں مولانا کے یہاں جو غزلیں اور قصائد ملتے ہیں انھیں محض اس بنیاد پر مشکوک قرار دینا مناسب نہیں کہ وہ صرف مولانا کی روایت ہے ۔

بہ ایں ہمہ یہ ایک حقیقت ہے ۔ ایک ناقابل انکار حقیقت کہ مولانا کے یہاں اختلاف نسخ اور اضافات و اصلاحات کچھ ایسی صورت میں سامنے آتے ہیں جن کی توجیہ اور تصحیح مشکل ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے کلیات ذوق کی ترتیب کے سلسلے میں کچھ نئی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں ۔ مولانا کو شاید خود بھی اس کا احساس تھا ۔ چناں چہ اپنے مرتبہ دیوانِ ذوق کے حرف آغاز کے طور پر انھوں نے جو کچھ لکھا ہے ، اس میں اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے :

''ان کے کلام کی ترتیب آسان کام نہیں ہے ؛ صدھا شعر ہیں کہ لوگوں کے پاس کچھ لکھے تھے اور دیوان مروجہ میں کچھ چھپے ۔ اور ان کی زبان سے کبھی کچھ سننے میں آیا کبھی کچھ[1] ۔''

ہو سکتا ہے کہ یہ بات مولانا نے بطور دفعِ دخلِ مقدر کہی ہو لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک زندہ مصنف اپنے کلام میں وقتاً فوقتاً اصلاحیں کرتا رہتا ہے ۔ مولانا

۱۔ آزاد ، صفحہ ۱ ۔

نے اور بھی کئی موقعوں پر اس کا ذکر کیا ہے کہ ذوق ہمیشہ فکر سخن میں غرق رہتے تھے اور اپنے کلام کو آپ ہی آلٹ پلٹ کرتے رہتے تھے - یہی سبب ہے کہ بعض اشعار دو دو، تین تین، چار چار طرح سنے اور لکھے نظر آتے ہیں :

''ہمیشہ اپنی فکر میں غرق رہتے تھے اور اپنے کلام میں آپ رد و بدل کرتے رہتے تھے -''

یہ عبارت اس انگریزی اخبار کے حاشیے پر لکھی ہوئی ہے جس میں مسودۂ دیوان ذوق کو رکھا گیا ہے - ایک اور موقع پر لکھتے ہیں :

''فرماتے، جی ہمارا وہ شعر اس دن تم نے پڑھا ، تھا ایک دو لفظ اس کے پڑھیے، میں سارا شعر عرض کرتا ، فرماتے ہاں اب اسے یوں بنا لو[۱] -''

نیز مولانا کو ایک زمانے تک ذوق کی خدمت میں رہنے اور ان سے استفادہ کرنے کا موقع ملا :

''مجھے بیس برس تک اس طرح حضوری خدمت رہی کہ ہر وقت پاس بیٹھ کر ظاہر و باطن کے فوائد حاصل کرتا تھا ، جو حال نہیں دیکھے وہ بھی اس طرح سنے ہیں کہ گویا سامنے گزرے ہیں[۲] -''

اس صورت میں اگر انھیں اپنے استاد کے کلام میں تبدیلیوں کا حال معلوم ہو تو یہ کوئی تعجب نہیں - ذوق کے اپنے مسودے خود اس بات کا ایک ثبوت ثابت ہیں کہ وہ اپنے کلام میں خود بھی تبدیلیاں کرتے رہتے تھے، چناں چہ :

قبر میں جو تیرا عاشق مضطرب احوال ہے

۲- آزاد ، صفحہ ۴۳ -

۳- آزاد ، صفحہ ۲ -

غزل کا جو مسودہ بہ خط ذوق موجود ہے اور بالکل اوریجنل حالت میں ہے ، اس میں ذوق نے ایک ایک شعر کو بار بار بدلا ہے اور ایک بار اصلاح و درستی سے فارغ ہونے کے بعد اسی غزل اور ان ہی مصرعوں پر دوبارہ طبع آزمائی اور فکر فرمائی شروع کر دی ہے ۔ بیاض قلمی میں بھی ان غزلوں میں جو ذوق کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں ، ایک مصرع کو بار بار اُلٹ پلٹ کر لکھنے کی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں جن میں سے دو تین مثالیں یہ ہیں :

غزل   مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
رکھتا دل مضطر کے لیے کچھ تو نشانی
(ابتدائی صورت)

دکھلاتا میں کچھ تو دل مضطر کو نشانی
(اصلاح اول)

دیتا دل مضطر کو تری کچھ تو نشانی
(اصلاح ثانی)

غزل   نہ آنے سے ترے کیا کیا نہ کل میں جاں بلب آیا
نہ آنے سے ترے کیا کیا نہ کل میں جاں بلب آیا
(ابتدائی صورت)

تری وعدہ خلافی سے مجھے کل چین کب آیا
(اصلاح اول)

خلاف وعدہ سے تیرے میں کل تو جاں بلب آیا
(اصلاح ثانی)

غزل   دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل
اے غنچہ پریشاں نہ ہو ہنس کر روش گل
(ابتدائی صورت)

کیوں غنچۂ گل ہنس کے نہ ہو جائے پریشاں
(اصلاح اول)

غنچہ ہوا ہنستے ہی پریشاں روش گل
(اصلاح ثانی)

اے غنچہ نہ خنداں ہو کہ تو ہوگا پریشاں
(اصلاح ثالث)

جوں غنچہ نہ خنداں ہو کہ تو ہوگا پریشاں
(اصلاح رابع)

ان مثالوں کی موجودگی میں یہ سوچنا کہ مولانا آزاد نے اپنے مسودات میں ہر تبدیلی محض اپنی اپج سے اور بغیر کسی بنیاد کے کی ہے ، صحیح نہیں ۔ قلمی مآخذ کے علاوہ جو مولانا کے پاس تھے، آنھیں اپنے آستاد کا کلام زبانی بھی یاد تھا ۔ منشی دھرم نرائن اپنے ایک خط میں جس پر تاریخ تحریر بستم ماہ نومبر سن ۱۸۷۴ء درج ہے ، لکھتے ہیں :

" جب میں دھلی میں تھا میں نے کبھی آپ کو فکر سخن کرتے نہیں دیکھا مگر آستاد ذوق کا کلام اکثر آپ کی زبان پر رھتا تھا[1] ۔"

حافظ ویران نے بھی اپنے آستاد کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ اپنی یاد داشت کی بنیاد پر مرتب کیا تھا جیساکہ امراؤ مرزا انور نے لکھا ہے :

" تا بست سال ھمہ وقت و ھمہ ساعت استحصال فیض خدمت حضرت آستاد موصوف سرمایہ اندوز سعادت گشتہ تمام کلام آن یگانہ کشور سخن از زبان الہام ترجمان شنیدہ ، اکثر ازاں

۱- مسودہ ، خط مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ۔

یاد کردند و اکثر را زیر خیال داشتند ۔ ۔ ۔ علاوہ از کلام فراہم آمدہ بسا غزلیات نایاب و قصائد و قطعات و رباعیات ہر قدر از اصناف شعر بیاد خود از معدن جواہر گنجینہ بر زبان آوردہ بہ سفینہ ثبت کنانیدند ۔ و اکثر قصائد و غزلیات رقم فرمودہ آں مغفور کہ چوں حرز جان پیش خود می داشتند در دادند[1] ۔"

کیا بالکل یہی صورت اور یہی حیثیت ترتیب کلیات کے وقت مولانا کی نہیں تھی ۔ اپنی یادداشت کی بنیاد پر کلام ذوق کی روایت کا جو حق ویران کو پہنچتا تھا اس سے آزاد کو کیسے محروم کیا جا سکتا ہے ؟ ہاں اس سلسلے میں یہ بات بڑی اہم ہے اور اس سے کسی طرح صرف نظر ممکن نہیں کہ مولانا میں ایک خاص قسم کا اختراعی مادہ تھا اور وہ کسی بات کو اپنے طور پر کہنے اور کسی روایت کو اپنے انداز سے پیش کرنے کا جو شوق رکھتے تھے شاید ویران کو ایسا کوئی شوق نہیں تھا اور یہی وجہ ہے کہ مولانا آزاد کے یہاں جو اختلاف نسخ اور اصلاح و اضافات کی کوشش ملتی ہے گو اسے سر تا سر بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا لیکن ہر تبدیلی کو مبنی بر حقیقت ماننے میں بھی تامل ہوتا ہے اور خاص طور پر ذوق کے ایسے مسودوں میں جو بالکل صاف ، واضح اور روشن خط میں مولانا کے پاس موجود اور محفوظ تھے اور مولانا نے اپنے قلم سے ان میں تبدیلیاں کیں اور اس وقت کیں جب کہ وہ کلیات ذوق کو ترتیب دے رہے تھے ۔ اس کی بہت نمایاں مثال وہ قصیدہ ہے جو ذوق نے سید عاشق نہال چشتی کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر پیش کیا تھا :

۱- ویران ، صفحہ ۱۸ (دیباچہ) ۔

"نوشته بدست خویش مصنف عقیدت کیش صداقت اندیش اعنی سراپا شوق شیخ ابراهیم ذوق برائے نذر جناب فیض مآب گلشن فضل و کمال حضرت سید عاشق نہال چشتی بتاریخ ۴ دھم جمادی الاول روز پنجشنبه سنه ۴۲ اکبر شاهی مطابق سنه ۱۲۴۵ ھ قدسی در قلعه شاه جہاں آباد ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف[1] ۔"

یه قصیده ۳۵ اشعار پر مشتمل ہے اور اس میں ۳٦ مصرعے ایسے ہیں جن میں مولانا آزاد کے قلم سے اور اودی روشنائی سے تبدیلیاں ہوئی ہیں ، جب که مولانا نے اس قصیدے کا تعارف کراتے ہوئے ایسی کوئی بات نہیں لکھی جس سے یه پتا چلتا ہو که ذوق مرحوم نے اپنے اس قصیدے میں کبھی کوئی اصلاح کی تھی ۔

مسودۂ ذوق

وه ابر در فشاں ہے چمن میں کمال کے
ہے چشم مہر و ماہ میں اب یه جو روشنی
یک ذره چشم مہر سے گر وه نظر کرے
ہے اس کے آگے بحر بھی کشتی بکف گدا
کھولے نہیں صدف ھی نے کچھ لب سوال کے
کشتی گدا کی کشتی پرزر ہو آن میں
دست عطا سے اس شه دریا نوال کے
ہیں اس کے در کے خاک نشین اس قدر غنی
خواہاں نه ملک کے ہیں نه جویا ہیں مال کے
جس وقت اس کا حکم کرے منع انقطاع
هیبت وه اس کی هیبت حق جس کو دیکھ کر
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں شغال کے

۱۔ مسودۂ ذوق ، مملوکه آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ۔

ھوں اس کی بوئے خلق سے خوشبو جو گل تمام
پھر کیا عجب کہ پھول معطر ھوں ڈھال کے
اس کی شمیم لطف سے ھو دم میں مشک بو
تل بھر گھٹے بڑھے نہ زمانہ میں رات دن
چاھے اگر زمانہ کو وہ اعتدال کے
کرتے ھیں جانور بھی ھمیشہ اسی کا ذکر
انجم جنھیں سمجھتے ھیں لوگ اپنے زعم میں
جو دیکھے تیری طرف کو اس کی نگاہ میں
ھے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جمال
روشن سوا جہاں سے قطب شمال کے
منہ سے ترے غلاموں کے سن سن کے تیرا ذکر
یوں جس طرح اذان کو منہ سے بلال کے
ھر ساعت ایک روز ھے اور روز ھفتہ وار
ھر ھفتہ ماہ، ماہ برابر ھے سال کے
آ جائے گھر میں اوج کے گھر سے وبال کے
مرغ نظر کی طرح اڑا چاھتی ھے چشم
جاتا ھے (دوڑ) دوڑ کے تیری طرف خیال
تا جلد اس کا (کوکب طالع) کرے طلوع
تو کر دے پاس نام سے اپنے اسے نہال
جوں غنچہ دل گرفتہ ھے باعث ملال کے
دنیا میں ساتھ چین کے وہ زندگی کرے
اور اٹھے صبح حشر شفق وار سرخ رو
ھے رنگ دوستی سے محمد کی آل کے[1]

۱- یہاں صرف وہ اشعار اور مصرع دیے گئے ھیں جن میں اختلاف نسخ موجود ھے۔

اصلاح آزاد

ہے ابر در فشاں وہ چمن میں کمال کے
ہیں دیدہ ور ستاروں میں خورشید و ماہ گر
اس کی نگہ سے گر جگر سنگ رنگ پائے
ہے بحر اس کے سامنے کشتی بکف گدا
ہے بحر اس کے آگے جو - - - - - - - - -
پھرتا صدف ہے کھولے ہوئے لب سوال کے
آب گہر میں ہووے رواں کشتیٔ گدا
دست کرم سے - - - - - - - - - - -
ہیں اس کے در کے خاک نشینوں کے دل غنی
خواہاں وہ ملک کے ہیں نہ خواہاں ہیں مال کے
ہو اس کا حکم عام جو منع انقطاع (کذا)
ہیبت جو اس کی وادیٔ حق میں کرے ظہور
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے
اس کی شمیم خلق معطر کرے جو گل
لے لے کے سونگھیں اہل چمن پھول ڈھال کے
خوشبو سے اس کی فیض کی ہوتا ہے مشک بو
کیا بات رات دن میں تغیر ہو بال بھر
وہ لائے گر زمانے میں دن اعتدال کے
طائر بھی اس کے ذکر سے ہیں سرخرو ہوئے
انجم جنھیں ہیں کہتے منجم جہان کے
جس دل پہ تو نگاہ کرے اس کے سامنے
ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا کمال
روشن سوا کمال سے قطب شمال کے
سنتے ہیں جاں نثاروں سے جب تیرا ذکر خیر

گویا اذاں کو سنتے ہیں منہ سے بلال کے
ساعت بہ قدر روز ہے اور روز ہفتہ وار
ہر ہفتہ ماہ و ماہ برابر ہے سال کے
آ جائے سن کے اوج میں گھر سے وبال کے
مرغ نظر کے ساتھ آڑا چاہتا ہے دل
جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہر دم تری طرف
تا جلد اس کا کوکب طالع پئے عروج
کر دے بہار نام سے اپنے اسے نہال
جھونکوں میں آ گیا ہے سموم ملال کے
دنیا میں زندگی کرے آرام سے بسر
نکلے یہ صبح حشر تو رنگ اس کا جوں شفق
ہو سرخ دوستی سے محمد کی آل کے

اسی طرح ایک اور مسودے میں بھی مولانا کے اپنے خط میں اودی روشنائی سے بہت سی تبدیلیاں ملتی ہیں ۔ زمین سخن ہے :

شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم

مسودۂ ذوق

- - - - - - - - - - - - - - - -[1]
اے صبا مجھ سے پرے جا کہیں ٹھنڈی ٹھنڈی
سر میں سودا کو مرے کرتی ہے گل کی بو گرم
آتش رشک سے اس زلف معطر کی نسیم
مشک بھی نافۂ آہو میں ہے جوں لوہو گرم

۱- ذوق کا مصرع کاغذ پھٹ جانے سے ختم ہوگیا مگر مولانا آزاد کی اصلاح باقی ہے ۔

آبلے سینے کے دریا میں بنے جل کے حباب (کذا)
چشم دل تفتہ سے ٹپکے اگر اک آنسو گرم
چشم بد دور سدا چشم تری شوخی سے
کیوں نہ سر گرم ہو رکھتا ہے مزاج آھو گرم
سرد مہری سے رکھا دل کو کبھی تو نے خنک
- - - - - - - - - - - - - - - - - - -
دیکھ کیا واقعہ ہے لاش ترے کشتہ کی
ایک جانب سے جو ہے سرد تو ہے یکسو گرم

اصلاح آزاد

آتش حسن کا پتلا ہے سراپا وہ پری
اے صبا نکہت گل لے کے چمن کو پھر جا
کیا کروں سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم
آتش رشک سے اس کا کل مشکیں کے صبا
جل گیا نافہ میں اس درجہ ہوا لوھو گرم
آبلے سینۂ دریا میں ہوئے جل کے حباب
دیدۂ تر نے بہائے یہ غضب آنسو گرم
توسن ناز ترا ہر قدم اے رشک غزال
کیوں نہ ہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آھو گرم
سرد مہری سے رکھا دل کو . . . . . .[1]
سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے
اپنے کشتہ کی کرامت کو ذرا دیکھ آ کر
ایک پہلو سے جو ہے سرد تو اک پہلو گرم

مندرجہ ذیل شعر مولانا نے مسودے میں دوسرے اشعار کی طرح دو کھڑی لکیریں کھینچ کر کاٹا مگر اسے کہیں نقل نہیں کیا ۔

۱- مطبوعہ ۔

نازنیں آگ لگے اس مرے سر رکھنے کو
سو گیا پاؤں ترا جس سے ھوا پہلو گرم

(پہلو کو زانو سے خود ذوق نے بدلا ھے) ۔

مولانا کے قلم سے تبدیلیوں اور اضافوں کا ایک طویل سلسلہ دیوان ذوق مرتبہ آزاد کے مسودے میں سامنے آتا ھے ۔ یہ تبدیلیاں گونا گوں اور بے شمار ھیں ۔ انھیں ضمیمہ (ب) میں شروع سے آخر تک دے دیا گیا ھے اور اس کی بھی وضاحت کر دی گئی ھے کہ یہ تبدیلیاں کس طرح عمل میں آئیں ۔ یہاں ان تبدیلیوں اور اضافوں کی نوعیت پر مختصراً یہ کہا جا سکتا ھے :

(الف) مولانا نے اپنے نسخے کی ترتیب کے وقت نسخۂ ویران کو سامنے رکھا ھے ۔

(ب) جو غزلیں نسخۂ ویران پر مبنی ھیں وہ بالعموم اسی ترتیب سے نقل ھوئی ھیں جس ترتیب سے یہ نسخۂ ویران میں ملتی ھیں ۔

(ج) بیشتر مقامات پر جہاں مولانا نے نسخۂ ویران کی غزلوں میں اصلاحیں یا تبدیلیاں کی ھیں وھاں ابتدائی صورت نسخۂ ویران پر ھی مبنی ھے اور اصلاح شدہ شکل یا تو کسی ایسے ماخذ پر مبنی ھے جس کا حوالہ مولانا نے نہیں دیا یا پھر وہ مولانا کے اپنے ذھن کی پیداوار ھے ۔

(د) بعض اصلاحیں ایسی بھی ھیں جن میں نسخۂ ویران کی مصححہ صورت کو اختیار کیا گیا ھے اور ابتدائی صورت قلم زد ھو گئی ھے ۔ کہیں کہیں مصححہ صورت کے مقابلے میں اصل صورت ھی کو ترجیح دی گئی ھے ۔

(ہ) ایسی بھی بہت سی غزلیں ہیں جن کی نشان دہی نسخۂ ویران سے نہیں ہوتی مگر وہ بیاض قلمی یا مسودات ذوق میں مل جاتی ہیں -

(و) بعض غزلوں میں ترمیم و تنسیخ کا عمل کچھ اس طرح سامنے آیا ہے کہ ان کی صورت ایک مسودے کی سی ہو گئی ہے - یہ زیادہ تر ان غزلوں میں ہوا ہے جو مولانا نے اپنی یادداشت کی بنیاد پر لکھی ہیں -

(ز) مولانا نے ہر نامکمل غزل کو مکمل کرنے کی کوشش نہیں کی - بعض نامکمل غزلوں یا شعروں کی تعداد مسودۂ آزاد میں بھی وہی ہے جو نسخۂ ویران یا بیاض قلمی میں ملتی ہے -

(ح) مولانا کی اصلاحات کی وجہ سے ذوق کا رنگ اکثر قائم نہیں رہا اور بعض مصرعے تو اپنی چستی بندش و درستی ترکیب اور بلندیٔ معنی کے اعتبار سے مائل بہ پستی نظر آتے ہیں -

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا کو آخر اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ اپنی غزلیں آستاد کے نام سے شائع کریں ؛ اور جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے ، خود مولانا نے بھی معترضین کو یہی جواب دیا تھا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنی غزلیں اپنے نام ہی سے کیوں نہ شائع کرتے - ان جیسا عقیدت مند آدمی مشکل ہی سے یہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے آستاد کے کلام میں اصلاح دے - میرے خیال سے ان اصلاحات اور اضافوں کی کئی وجہیں ہیں ؛ سب سے پہلی وجہ تو وہ جوش عقیدت و محبت ہے جس کی وجہ سے اکثر مریدوں نے اپنی تصانیف اپنے مرشدوں کے نام سے موسوم کر دی ہیں اور استادوں نے کلام

لکھ لکھ کر اور شعر کہہ کہہ کر اپنے شاگردوں کو دے دیے ہیں۔ اس کی مثالیں علم و ادب کی تاریخ میں بہت سی مل جائیں گی۔ مولانا کے یہاں اس جوش عقیدت اور بے پناہ محبت کو مسلسل جو خیال ابھارتا رہا وہ یہ تھا کہ استاد کا بہت سا کلام ضائع ہو گیا اور جو عشر عشیر باقی رہ گیا ہے اس کی حیثیت چند قطروں سے زیادہ نہیں جس سے تصنیف کے دریا میں پیاس نہیں بجھتی۔ اس کا اظہار مولانا نے خود بھی جگہ جگہ کیا ہے۔ نسخۂ ویران پر جو کچھ انھوں نے لکھا ہے اس کے یہ فقرے خاص توجہ کے مستحق ہیں:

"ان کی محنت کا نتیجہ جو دریا میں سے قطرہ رہ گیا ہے[1]۔"

"اس میں کلام نہیں کہ انھوں نے فکر سخن اور کثرت مشق میں فنا فی الشعر کا مرتبہ حاصل کیا اور انشا پردازیٔ ہند کی روح کو شگفتہ کیا مگر فصاحت کا دل کمھلا جاتا ہوگا جب ان کے دیوان پر مختصر طور پر نظر پڑتی ہو گی[2]۔"

" درد مندی کا دل پانی پانی ہو گیا اور عبرت کی آنکھوں سے لہو ٹپکا کیونکہ جس شخص نے دنیا کی لذتیں عمر کے مختلف موسم اور موسموں کی بہاریں ، دن کی عیدیں ، رات کی شب براتیں ، بدن کے آرام ، دل کی خوشیاں ، طبیعت کی امنگیں سب چھوڑیں اور ایک شعر کو لیا جس کی انتہاء تمنا یہ ہو گی کہ اس کی بدولت نام نیک باقی رہے گا ، آج اس کی ساری عمر کی محنت نے یہ سرمایہ دیا اور جس نے ادنی ادنی شاگردوں کو صاحب دیوان کر دیا اس کو یہ دیوان

۱- مکتوبات ، صفحہ۱۸۳ -

۲- آب ، صفحہ۴۴۴ -

نصیب ہوا[۱] ۔"

نیز مولانا اس سلسلے میں یہ بھی کہہ چکے تھے :

" میرے پاس بعض قصیدے ہیں ، اکثر غزلیں ہیں ۔ داخل ہو جائیں گی مگر تصنیف کے دریا میں پیاس بھر پانی بھی نہیں[۲] ۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا کے پاس یہ بعض قصیدے اور اکثر غزلیں تھیں ، لیکن تصنیف کے دریا میں پیاس ان سے بھی نہیں بجھ سکتی تھی ، اس لیے انھوں نے علم سفینہ کے ساتھ علم سینہ سے بھی کام لیا اور ذوق کے زیر خیال رہنے والے کلام کو بھی پردۂ الفاظ میں جلوہ گر کرنے کی کوشش کی ۔ اس کوشش کے ضمن میں یہ بات بھی ان کے ذہن میں رہی کہ ذوق اپنے کلام میں تبدیلیاں کرتے رہتے تھے ۔ ایسی تبدیلیوں کو مولانا نے اپنے لیے بھی جائز سمجھا اور اس لیے جائز سمجھا کہ ایسی بہت سی تبدیلیاں مولانا کی اپنی نظر میں تھیں اور بہت ممکن ہے کہ بعض انھیں یاد بھی ہوں ۔ علاوہ بریں ایک اور سوال بھی غالباً مولانا کے ذہن کو برابر پریشان کرتا رہا اور وہ یہ کہ ان کے استاد کی زبان پر اعتراضات شروع ہو گئے ہیں ۔ ان کی شاعری کا رنگ قدیمانہ ہو چلا ہے اور معاصرین کے مقابلے میں اس میں متروکات کی تعداد بھی کچھ زیادہ ہے ۔ محاوروں کے انداز استعمال پر بھی بعض لوگ معترض تھے ۔ آب حیات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ دو ایک مرتبہ انھوں نے اپنے استاد سے اس کی شکایت بھی کی تھی جس کا استاد نے کچھ زیادہ اثر نہیں لیا ۔ ویران سے جو ان کی خط و کتابت ہوئی اس میں محاورات کے استعمال کی بات بھی درمیان

۱۔ آب ، صفحہ ۴۴۴ ۔

۲۔ آب ، صفحہ ۴۴۴ ۔

مین آتی رھی ۔ آستاد کے کلام پر ایک شخص عمو جان نے کچھ اعتراضات کیے تھے ، اس کا ذکر کرتے ھوئے ویران لکھتے ھیں :

”عمو جان کی کیفیت یہ ھے ، ایک شخص نثار علی شاھی مطبع میں بادشاھی دیوان کی کاپی لکھتا تھا ، اس کا رشتہ دار ھے ، اس کے باپ کا نام علی جان ھے ۔ میرے بھی سسرال کے بعید رشتہ میں ھے ۔ امام بخش صہبائی سے کچھ فارسی پڑھی ھے ، مرزا سے شاید اصلاح ھو ۔ اس کو محاورہ سے کیا تعلق ، گو مدرس ھو کر مولوی اور ولی بن جائے ۔ آستاد پر اعتراض کرتا ھے ۔ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں ۔ وہ آلو کا پٹھا محض آفتاب روشن پر شب پرگی کرتا ھے ۔ اور اعتراض کرنے کو سب بڑوں بڑوں پر اعتراض ھوئے ھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس خرِ بے دُم نے نام جمہور اور اجماع سنا ھے ۔ ایسا ھی کچھ حال اس کے بڑوں کا تھا ۔ ایک روز کا حال ھے ، شاید تم کو بھی یاد ھو ، مولوی صہبائی جو چند شہزادوں کو شاگرد کر کے برخود غلط ھو گئے تھے ، ایک روز مشاعرے میں میرے ھی ایما سے بادشاہ کی غزل میں آستاد نے یہ شعر بھڑتا ھوا پڑھا تھا :

ھے تو کیا خاک مگر کان میں کچھ غفلت نے
ایسا پھونکا کہ ھوا میں یہ بشر آ ھی گیا

تو مولوی صاحب کہتے ھیں ، ایسی پھونکی ، آستاد نے سنا بھی نہیں ۔ جب گھر میں آئے تو میں نے آستاد سے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا ٹھیک کہتے تھے ۔ آستاد نے فرمایا یہ بیچارہ ملا کیا جانے ، یہ تو ان کے بڑوں کا حال ھے اور یہ ان کا اجماع ھے ۔ غرض قصہ کو طول چاھیے [۱] ۔“

۱۔ مکتوبات ، صفحہ ۲۵۲ ۔

اب ایک جانب تو یہ باتیں تھیں جو برابر ان کے ذہن میں گھوم رہی تھیں ، دوسری طرف جب مولانا کلیات ذوق کی ترتیب کے کام کی طرف متوجہ ہوئے تو کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ان پر اختلال ذہنی کے سائے پڑنے لگے - مولانا دیوان ذوق کی ترتیب کو اپنی زندگی کا مقدس فریضہ سمجھتے تھے مگر حالات کی ناسازگاریوں اور دیگر سیاسی ، علمی اور ادبی مصروفیات کی وجہ سے جن میں سفرہائے ایران بھی شامل ھیں ، وہ سن ۱۸۸۷ء سے پہلے اس کام کو ھاتھ نہ لگا سکے - اپنے شاگرد سید ناصر نذیر فراق کو ایک خط میں لکھتے ھیں :

"آستاد مرحوم کا دیوان ایک دفعہ مرتب کیا ، وہ ضائع ھو گیا - اب پھرفرصت پاؤں تو دوبارہ محنت کروں[۱] -"

جس کے یہ معنی ھیں کہ زمانۂ غدر میں ان کے مرتب کردہ دیوان کے تلف ھو جانے کے بعد مولانا سن ۱۸۸۷ع سے پیشتر اس طرف کوئی توجہ نہ دے سکے - اس خط پر تاریخ تحریر ۵ جون سن ۱۸۸۷ع پڑی ھوئی ھے - اس تاریخ تک کام شروع نہیں ھوا تھا - میجر سید حسن بلگرامی کو مولانا نے یکم ستمبر سن ۱۸۸۸ع کو خط لکھا - اس میں بھی اس کام کے شروع کرنے کا ارادہ ھی ظاھر کیا :

"سخن دان فارس کو نظر ثانی کر کے رکھ دیا ھے : چاھا کہ اب دربار اکبری کو سنبھالوں مگر مروت اور حمیت نے اجازت نہ دی - چوں کہ آستاد مرحوم شیخ ابراھیم ذوق کی بہت سی غزلیں اور قصیدے بے ترتیب پڑے ھوئے ھیں اور میں جانتا ھوں کہ ان کا ترتیب دینے والا میرے سوا دنیا میں

۱- مکتوبات ، صفحہ ۱۴۳ -

کوئی نہیں ہے[1]۔''

اس سے پتا چلا کہ ستمبر سن ۱۸۸۸ء تک بھی کام شروع نہیں کیا گیا اور ذوق کی بہت سی غزلیں اور قصیدے اس وقت تک مولانا کے پاس بے ترتیب پڑے ہیں۔ اب اس کے بعد جو زمانہ دیوان ذوق کی ترتیب کے کام کا ہے، وہ ہی مولانا کے ذہن پر اختلال کے طاری ہونے کا بھی ہے، جس کا اندازہ ابتداً مولانا کی رخصت علالت اور بعد ازاں پنشن پر ریٹائر ہو جانے سے ہوتا ہے۔ مولانا کی علالت طبع سے متعلق اپنے ایک مضمون میں مولوی محمد شفیع صاحب نے اس کی بعض تفصیلات پیش کی ہیں۔ چناں چہ مولوی صاحب موصوف مولانا آزاد کی بہ حیثیت اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور مدت ملازمت (یکم جولائی سن ۱۸۸۶ع تا ۱۵ اکتوبر سن ۱۸۸۹ع) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے فوراً بعد مولانا کی علالت کا زمانہ شروع ہو گیا۔ ۱۶ اکتوبر سن ۱۸۸۹ع سے وہ ڈاکٹر کا تصدیق نامہ پیش کر کے بیماری کی رخصت لینے پر مجبور ہوئے اور بالآخر ۵ جون سن ۱۸۹۰ع کو ان کی ملازمت کا سلسلہ ختم ہو گیا[2]۔''

یہ بیماری کا سلسلہ کیا تھا؟ اس کی وضاحت اس طور پر کی گئی ہے:

''مولانا کو خلل دماغی کی وجہ سے پہلے ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۹ع سے ۱۵ اپریل ۱۸۹۰ع تک رخصت بیماری دی گئی۔ پھر ۱۵ اکتوبر سن ۱۸۹۰ع تک مزید چھ مہینے تک رخصت ملی[3]۔''

۱- مکتوبات، صفحہ ۱۸۳۔

۲- اورینٹل کالج میگزین، صفحہ ۲۳۔

۳- اورینٹل کالج میگزین، صفحہ ۳۔

مولانا کی جانب سے پنشن کی درخواست پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار نے مرتب کی جس میں دوسرے امور کے ساتھ یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ ان کے پنشن لینے کی وجہ یہ تھی کہ اختلال ذہنی کے باعث وہ فرائض متعلقہ کی ادائیگی کے قابل نہ رہے تھے ۔

اس موقع پر یہ سوچنا صحیح نہ ہوگا کہ مولانا کے اختلال ذہنی کی اس کیفیت سے پہلے کلیات ذوق کی ترتیب کا کام پورا ہو چکا تھا ۔ چوں کہ اس رپورٹ میں جو ان کی پنشن کے کاغذات کے ساتھ پیش کی گئی تھی ، ان کے علمی اور ادبی کارناموں کا ذکر بھی موجود ہے جس میں وہ تصانیف بھی ہیں جو ہنوز زیر تکمیل ہیں ، ان میں دیوان ذوق کا کوئی ذکر نہیں :

"'آب حیات' اور 'نے رنگ (خیال)' کو درست طور پر مقبولیت حاصل ہے اور بہت لوگ انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ یہ کتابیں کئی بار چھپ چکی ہیں . . . . دربار اکبری جو ابھی طبع نہیں ہوئی . . . . ان کا نام اور بھی بلند کرے گی ۔ ان کی تازہ ترین تصنیف فارسی زبان کی تاریخ ہے جس میں اس زبان کی ساخت اور ژند اور سنسکرت سے اس کے رشتے پر بحث کی گئی ہے ۔ یہ کتاب عنقریب چھپ جائے گی[1] ۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان ذوق کی تکمیل ابھی نہیں ہوئی ۔ رجسٹرار یونیورسٹی مولانا کے اس ادبی کارنامے سے ناواقف ہیں اور اپنی رپورٹ میں سخن دان فارس کو ہی ان کی تازہ ترین تصنیف قرار دیتے ہیں ۔ اب اگر ہم میجر سید حسن بلگرامی اور مولانا کے خطوں کو سامنے رکھتے ہوئے رجسٹرار یونیورسٹی کی

۱- اورینٹل کالج میگزین ، صفحہ ۲۴ ۔

اس رپورٹ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا نے دیوان ذوق کی ترتیب کا کام اس وقت شروع کیا جب دربار اکبری اور سخن دان فارس مکمل ہو گئیں ۔ یہ کم و بیش وہی زمانہ ہے جو مولانا کے اختلال ذہنی کا ہے ۔ تمام تر نہیں تو بہت کچھ ، مولانا نے کلام ذوق کی بعض گم شدہ کڑیوں اور سلسلوں کی بازیافت اور بازآفرین کی کوشش اس زمانے میں کی جب اختلال ذہنی کا آغاز ہو چکا تھا ۔ دیوان ذوق کی ترتیب کے وقت مولانا کی ذہنی حالت کا اندازہ کچھ اس سے بھی ہوتا ہے کہ آنھوں نے ذوق کے حالات لکھنے کے سلسلے میں آب حیات کے اوراق کو سامنے رکھا ، اور اس کے باوجود بعض روایتوں کو آب حیات سے مختلف کر دیا اور ایسا کوئی حوالہ نہ دیا جس سے یہ پتا چل سکے کہ یہ نئی روایت مولانا کو کہاں سے ملی ۔

رفتہ رفتہ یہ جذب و جنون کی کیفیت بڑھتی گئی اور اس وقت مولانا کو یہ احساس نہ رہا کہ کون سی چیز کہاں آنی چاہیے ۔ اپنے مرتبہ دیوان میں ذوق کے ایک مرثیے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے : شعر

کرتے اپنے سر کو جو نوک سناں پر تاج ہیں
عشق میں کرتے وہ حاصل رتبۂ معراج ہیں

ایک مسدس کا ترجیع بند ہے کہ جناب سیدالشہدا کے مرثیے میں لکھا تھا ۔ کئی بند اس کے بندۂ آزاد کو یاد ہیں ، اپنی جگہ پر وہ بھی درج ہوں گے[1] ۔"

مولانا کے اپنے خط میں اس مسدس کی ایک صاف ستھری نقل وجود ہے مگر دیوان ذوق میں اس کا کہیں پتا نہیں ۔ ہاں یہ

۱۔ آزاد صفحہ ، ۱۶۶ ۔

نظم آزاد طبع اول میں ضرور شامل ہے ۔ نظم آزاد کا مطالعہ اس اختلاف احوال اور اختلال ذہنی کی اور بھی کئی مثالیں پیش کرتا ہے ۔ دیوان ذوق میں ۔ ع

نامۂ شوق کو مرے باندھا جو تو نے بال پر

زمین میں دو شعر مولانا آزاد نے اس تمہید کے ساتھ پیش کیے ہیں :

'' اس غزل کے دو مطلع مجھے ایک مجہول آدمی نے سنائے اور کہا کہ اُستاد کے ہیں ۔ میں نے یاد کر لیے اور اُستاد سے جا کر پوچھا ، فرمایا اوہو لڑکپن کے ہیں بھئی ، بلکہ بچپن کے ۔ اب تو سنتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ۔ لکھ لو کبھی درست کریں گے[1] ۔''

نظم آزاد میں یہ دو شعر ایک مکمل غزل کی صورت میں سامنے آئے ہیں اور ذوق کے نام سے ہیں ۔[2] معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مرتبہ دیوان کی تکمیل کے بعد مولانا اس غزل کو مکمل کر پائے ۔ یہ بات ذہن میں باقی رہی کہ یہ غزل ذوق سے تعلق رکھتی ہے اس لیے تخلص انھیں کا رکھا لیکن مجموعے میں اپنے شامل کر لیا ۔ نظم آزاد کے مرتب سید ممتاز علی ہیں جو مولانا کے خاص شاگردوں میں سے تھے ۔ شاید ان کو بھی اس کا علم ہو کہ یہ غزل مولانا کی اپنی فکر فرمائیوں کا نتیجہ ہے ۔ اور بھی کئی غزلیں ہیں جو ذوق کے تخلص کے ساتھ نظم آزاد میں شامل ہیں ۔

۱۔ گر تصور میں نگار خط جاناں ہوگا : ۷ شعر ، صفحہ ۱۱۳

۲۔ رات سونے کے لیے تھی اب ہے رونے کے لیے : ۴ شعر ، صفحہ ۱۱۵ ۔

۱۔ آزاد ، صفحہ ۱۲۵ ۔

۲۔ نظم ، صفحہ ۱۱۴ ۔

ان سے بھی کچھ زیادہ اختلال ذہنی کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ ذوق کی غزل :

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد

جو نسخۂ ویران اور مرتبہ آزاد دونوں میں شامل ہے ، اسے بھی نظم آزاد میں شمولیت کا شرف بخشا گیا ہے[۱] جو بہ صحت ہوش و حواس ممکن نہیں ۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ مولانا کے یہاں جو اضافے ملتے ہیں وہ تمام یا ان میں سے بہت سے اضافے اور اصلاحیں اگر اختلال ذہنی کے دور سے تعلق رکھتی ہیں تو پھر ان میں موزونیت اور معنویت کیوں ہے ۔ یہ بڑی اہم بات ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ مولانا نے حالت جذب و جنون میں بھی جو کچھ لکھا ہے وہ سر تا سر بے معنی اور مہمل نہیں ہے بلکہ نظم و نثر کے بعض ٹکڑے تو بہت اچھے ہیں ۔ ایسی صورت میں اگر مولانا نے اختلال ذہنی کے نسبتاً ابتدائی دور میں باقاعدہ شعر تصنیف کر لیے ہوں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ اور اس حد تک اختلال ذہنی کا ثبوت تو خود مسودۂ آزاد سے ملتا ہے کہ ذوق کے بہت سے اچھے شعروں کو مولانا نے ایک بار اپنے قلم سے لکھ کر کاٹ دیا ہے اور ان میں جو تبدیلیاں اور اضافے کیے ہیں ان کی وجہ سے اکثر محاورے اور زبان کا برمحل اور برجستہ استعمال مولانا کے ہاتھوں مجروح ہو گیا ہے ۔

اصلاح ، اضافے اور الحاق کی جو صورتیں مولانا آزاد کے یہاں ملتی ہیں ان کے علاوہ بھی کلام ذوق کے سلسلے میں غلط انتساب

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ' کلام ذوق میں الحاق ' 'ہماری زبان'
۲۲ اپریل ۱۹۶۳ع ۔

یا الحاق کی بعض مثالیں مل جاتی ھیں ۔ نسخۂ ویران کے دیباچہ نگار انور نے ذوق کے کلام میں الحاق سے متعلق یہ بات کہی تھی :

''بہ کمال تصحیح و تنقیع و پاک کردن از الحاق کلام دیگران در رشتۂ تالیف و تصنیف کشیدیم[1] ۔''

اس کے باوجود نسخۂ ویران میں بعض الحاقی شعر باقی رہ گئے ۔ بعد ازاں 'آب حیات' میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں آیا :

'' متفرق غزلوں کے بستے اور بڑی بڑی پوٹیں تھیں ، بہت سی تھیلیاں اور مٹکے تھے کہ گویا جو کچھ کہتے تھے بڑی احتیاط سے ان میں بھرتے جاتے تھے ترتیب اس کی پسینے کی جگہ خون بہاتی تھی ۔ چوں کہ بچپن سے لے کر دم واپسیں تک کا کلام ان ھی میں تھا ، بہت سی متفرق غزلیں بادشاہ کی ، بہتیری غزلیں شاگردوں کی بھی ملی ھوئی تھیں ۔ چناں چہ اول ان کی غزلیں اور قصائد انتخاب کر لیے[2] ۔''

مولانا کے سامنے اس وقت ذوق کا جو ذخیرۂ کلام تھا اس میں ممکن ھے کہ ذوق کے شاگردوں کی اور خاص طور پر بادشاہ کی غزلیں ملی ھوئی ھوں ، لیکن اس وقت مولانا کے قلمی ذخیرے میں معروف اور ظفر کے نام سے جو غزلیں ملتی ھیں ، وہ خود ذوق کی اپنی تخلیقات ھیں ۔ بیاض قلمی میں بھی ایسی غزلیں موجود ھیں جو ذوق کی تصنیف ھیں اور ظفر کے نام سے ھیں ۔ بعض غزلیں دوسروں کی ھیں اور دوسروں ھی کے نام سے ھیں ۔ ظاہر ھے کہ یہ الحاق کی کوئی صورت نہیں ھے ، مگر بعض شعر ایسے ضرور ھیں جو اس بیاض میں ذوق کی اپنی تصنیف کی حیثیت سے شامل ھیں ، جب کہ درحقیقت وہ دوسروں کی تصنیف ھے ۔ مثال کے طور پر یہ شعر جو اس سے

۱- ویران ، صفحہ ۱۹ ۔

۲- آب ، صفحہ ۴۴۲ ۔

پہلے بھی پیش کیا جا چکا ہے :

آئینۂ فلک میں ہے عکس چراغ دل
خورشید ہو نمود ہوا بلب داغ دل

ذوق کا نہیں انشا کا ہے[1] ۔

اس شعر کے ساتھ ایسا کوئی واضح اشارہ موجود نہیں ہے جس سے ہم یہ سمجھیں کہ اسے لازماً ذوق کی تخلیقات شعری کے ذیل میں آنا چاہیے ۔ اس کے مقابلے میں یہ شعر :

آخر گل اپنی خاک درِ میکدہ ہوئی
پہنچے وہاں نہ خاک جہاں کا خمیر ہو

بیاض قلمی میں ۱۵۲ کے عدد کے ساتھ لکھا ہوا ملتا ہے اور یہ وہ عدد ہے جو ذوق کی اس بیاض میں شامل بہت سی غزلوں کے شروع میں بطور تمغہ عنوان سخن موجود ہے ۔ یہ شعر درحقیقت مرزا جہاندار شاہ کا ہے اور نہ صرف یہ کہ بعض تذکرہ نگاروں نے اسے ان کے نام سے پیش کیا ہے بلکہ یہ ان کے دیوان میں بھی شامل ہے ۔ اب ایسی صورت میں ذوق کے یہاں اس شعر کی موجودگی کو توارد کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔

ناسخ کا یہ مطلع بھی دیوان ذوق میں شامل ہو گیا ہے :

سرو عاشق ہو گیا اس غیرت شمشاد کا
غل مچایا قمریوں نے بھی مبارک باد کا

مولانا آزاد نے لکھا ہے کہ جب ناسخ کا دیوان پہلے پہل دلی آیا تو دھلی کے دوسرے اساتذۂ سخن کے ساتھ ذوق نے بھی اس کی غزلوں پر غزلیں اور مطلعوں پر مطلعے کہنے کی کوشش کی :

"شیخ ناسخ کا پہلا دیوان ان ھی دنوں ھمارے یہاں آیا تھا ۔ اس کی غزلوں میں سے کوئی مصرع لیتے تھے ، اس پر استاد غزل

---

۱ - ملاحظہ ھو منتخبہ ، صفحہ ۲۷ ۔

کہتے تھے، والد مرحوم لکھتے تھے[1]۔''

غالباً ایسا ہوا ہے کہ ناسخ کا یہ مطلع ذوق کو پسند آیا ہے اور انھوں نے قلمی بیاض سے ایک صفحے پر لکھ لیا ہے ۔ پھر اسی وقت یا اس کے بعد اس پر غزل ہو گئی ۔ وہ مطلع بھی اس غزل کے اشعار کے ساتھ لکھا رہا اور بعد میں دیوان ذوق مرتبہ آزاد میں نقل ہو گیا ۔ اس غزل کو پیش کرتے ہوئے مولانا آزاد نے خصوصیت سے اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ ذوق نے یہ غزل شیخ ناسخ کی غزل پر کہی ہے ۔ ناسخ کا ایک اور مطلع بھی بیاض قلمی میں موجود ہے :

پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ باد صبا مستانہ ہے[2]

اسے بھی مولانا نے اپنے یہاں شامل کیا ہے ۔ ایک اور شعر سے متعلق مولانا آزاد نے خود اس کا اظہار کیا ہے کہ وہ اہل تالیف (ویران ، ظہیر اور انور) کی بے خبری سے دیوان مطبوعہ یعنی نسخۂ ویران میں شامل ہو گیا :

''مطلع مرقوم حاشیہ ـــــــ گہر کو جوہری ، صراف زر کو دیکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ (الخ) کو استاد مرحوم نے بیاض خاص میں سے کاٹ دیا تھا ۔ میں نے پوچھا ، فرمایا سودا کے ایک مطلعے سے بہت ملتا ہے ۔ لڑکپن میں خدا جانے کیوں کر ہو گیا تھا ۔ دیوان سابق میں یہ چھپ گیا ، اہل تالیف بے چاروں کو کیا خبر ، سب کو خدا مغفرت کرے[3]۔''

۱۔ آزاد ، صفحہ ۵۷ ۔

۲۔ ملاحظہ ہو منتخبہ ، صفحہ ۹۰ے ۔

۳۔ آزاد ، صفحہ ۱۴۷ ۔

اس کے علاوہ صاحب 'خم خانۂ جاوید' نے منشی محمد علی تشنہ شاگرد ذوق کے حوالے سے ایک سے زائد شاعروں کے متعلق لکھا ھے کہ ان کے مطلعے ذوق کے دیوان اول میں شامل ھوگئے:

"دیوان ذوق کے بارے میں ان کا بیان تھا کہ متفرق مطلعوں میں کئی مطلعے شاہ نصیر اور کئی مطلعے معروف اور مخیر کے لکھے گئے ھیں[۱]"۔

مذکورہ بیان کا قاضی عبدالودود کے توسل سے حوالہ دیتے ھوئے پروفیسر شیرانی نے بھی اس الحاق کا تذکرہ کیا ھے اور کہا ھے :

"اس غلطی کا پرتو مولانا کے مرتّبہ دیوان پر بھی پڑنا چاھیے ۔ علاوہ بریں مولانا نے بعض اشعار دیگر شعرا کے اتفاقیہ لے لیے ھیں ۔ مثلاً سکندر کی رباعی اور جہاندار شاہ کا شعر مولانا نے بقول قاضی صاحب ممدوح الذکر ذوق کے حوالے کر دیے ھیں[۲] ۔"

جہاندار شاہ کے شعر کا تذکرہ اس سے پہلے آ چکا ھے اور اس ضمن میں یہ عرض کر دیا گیا ھے کہ مولانا نے اس شعر کو قلمی بیاض سے اخذ کیا ھے ۔ سکندر کی رباعی یہ ھے :

اے زاھدو تم سے کیا جھگڑ کر لوں میں
نا حق میں دل اپنے کو کروں کیوں خوں میں
مے خوار و صنم پرست کہتے ھو مجھے
ھوں میں جو کچھ کہ ھوں میں ھوں میں

مجموعۂ نغز میں اس رباعی کو سکندر کے ترجمے میں بہ ادنٰی تغیر

۱- خم خانہ ، جلد دوم صفحہ ۸۸ -
۲- ھندوستانی -

نقل کیا گیا ہے ۔ دیوانِ ذوق مرتبہ آزاد میں بھی یہ رباعی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ مندرج ہوئی ہے :

اے زاہدو تم سے کیا جھگڑ کر لوں میں
غصے سے کروں کس لیے دل کو خوں میں
مے خوارو صنم پرست کہتے ہو مجھے
تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہوں میں ہوں میں

خیال ہے اس رباعی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے ۔ یہ بیاض میں صفحہ ۱۹۳ پر لکھی ہوئی ملتی ہے ۔ مولانا نے اسے ذوق کے یا اپنے والد کے خط میں دیکھ کر ذوق کے نام سے اپنے مرتبہ دیوان میں شامل کر لیا ہے ۔ حال ہی میں بعض ایسے انتسابات پر انصار اللہ نظر خورجوی صاحب نے جو کافی دنوں سے ذوق پر کچھ کام کر رہے ہیں ، روشنی ڈالی ہے ۔ اس سلسلے میں نظر صاحب نے ذوق کے لیے یہ دو شعر پیش کرتے ہوئے :

ناقص کا صفاکیش سے مطلب نہ بر آئے
جو کور ہو عینک سے اسے کیا نظر آئے
فردوس میں ذکر اس لب شیریں کا گر آئے
پانی دہنِ چشمۂ کوثر میں بھر آئے

لکھا ہے :

" اسے کیا کیا جائے کہ خود آزاد نے ہی ان دو اشعار کو آب حیات (صفحہ ۲۹٦) میں جرأت کے نام سے لکھا ہے[۱] ۔"

یہاں نظر صاحب کی نظر چوک گئی ہے ۔ مولانا آزاد نے ان اشعار کو ذوق ہی کے نام سے پیش کیا ہے اور ان کے سامنے حاشیے میں لکھا ہے :

---

۱ - ہماری زبان ، ۲۲ اپریل ۱۹٦۳ع (کلام ذوق میں الحاق)

"ذوق بہ عالم نوجوانی۔"

یہ شعر :

ہم نے اس بت میں جو دیکھا ہے نہیں کہہ سکتے
کہ مبادا کہیں سن پائیں شریعت والے

ظفر کے دیوان میں بھی شامل ہے ، جب کہ مرزا قادر بخش صابر نے اسے ذوق کے نام سے پیش کیا ہے ۔ ذوق اور ظفر کے شعری تعلق کے پیش نظر اس شعر کا محض دیوان ظفر میں ہونا اس کا کافی و شافی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ یہ ظفر ہی کا ہے اور خاص طور پر ایسی حالت میں جب اسے صابر جیسے قلعۂ معلیٰ سے تعلق رکھنے والے ایک مؤلف نے ذوق کے نام سے پیش کیا ہے :

تذکرہ 'سروش سخن' کے مؤلف نے یہ شعر ذوق کے نام سے لکھا ہے :

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
بے چارہ سینہ چاک گریباں دریدہ تھا

میر حسن نے بہ ادنیٰ تغیر اسے میر تقی میر کے نام سے درج کیا ہے ۔ (صفحہ ۱۵۲) اور یہ صحیح بھی ہے ۔ (ملاحظہ ہو کلیات میر مطبوعہ نولکشور ۱۳۳۳ھ ، صفحہ ۴۳) ۔ نگارستان سخن میں انتخابات غزلیات ذوق میں یہ شعر بھی نقل ہوا ہے :

ننگا ہی گاڑ دیتے مجھے کوے یار میں
یاروں نے ایک اور نکالی کفن کی شاخ

یہ شعر بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ شاہ نصیر کے یہاں مل جاتا ہے اور ایسی صورت میں کہ ذوق سے متعلق کسی اور ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ، اس کا امکان ہے کہ یہ شعر نصیر ہی کا ہو اور ذوق سے اس کے انتساب میں ظہیر دھلوی کو سہو ہوا ہو ۔ یہی حال اس شعر کا بھی ہے جو بہارستان اشعار میں ذوق

کے نام سے درج ہوا ہے :

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

مجموعۂ نغز میں یہ شعر بدھ سنگھ قلندر کے ترجمے میں شامل ہے اور پہلے مصرعوں میں قدرے اختلاف ہے :

تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے[1]

اس شعر کے غلط انتساب کی وجہ سے یہ دوسرا شعر بھی :

ہلائے لب نہ بہر آفریں ہم نے تہہ خنجر
کہ قاتل بدگماں ہے جانے اپنے جی میں کیا سمجھے

معرض اشتباہ میں پڑ جاتا ہے لیکن اس کا رنگ ذوق کے رنگ سخن سے بہت ملتا جلتا ہے اور اس کا امکان ہے کہ یہ ذوق ہی کا ہے ۔ کچھ ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں ذوق کے شعر دوسروں کے نام سے منسوب ہو گئے ہیں ۔ مثلاً مصحفی نے ذوق کا یہ شعر :

رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوہ مرا کھجلائے ہے

منیر صاحبزادہ شاہ نصیر مرحوم کے نام سے نقل کیا ہے ، جب کہ یہ شعر ذوق کا ہے اور نسخۂ ویران میں شامل ہونے کے علاوہ تذکرۂ صدرالدین میں بھی جو ایک قدیم غیر مطبوعہ تذکرہ ہے ، ذوق کے نام سے موجود ہے اور اس کی مزید تصدیق بیاض معدن‌الاشعار سے ہوتی ہے ۔ اسی طرح عمدۂ منتخبہ میں ذوق کا یہ مطلع ظفر کے ترجمے میں شامل ہو گیا ہے :

نعل شکل مہ نو جب ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے

۱- نغز ، صفحہ ۲۲۱ -

جیسا کہ نظر صاحب نے لکھا ہے :

''بعد میں یہ غلطی 'گلشن بے خار' سے ہوتی ہوئی 'گلستان بے خزاں' تک پہنچی لیکن ایک مدت بعد دیوان ذوق کے مرتبین نے متفقہ طور پر اسے ذوق ہی کے دیوان میں لکھ لیا[۱]۔''

یہی صورت کچھ اس شعر کی بھی ہے جو 'گلشن بے خار' میں ظفر کے نام سے لکھا گیا ہے :

چار ٹکڑے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا
لب کو دوں رخ کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

''اس شعر کے لیے صہبائی کی شہادت موجود ہے کہ یہ شیخ ابراہیم ذوق سلمہ اللہ تعالیٰ کا شعر ہے[۲]۔''

الحاق یا غلط انتساب کی یہ مثالیں اردو شاعری کی تاریخ میں کوئی انوکھی بات نہیں ۔ لیکن ذوق کے سلسلے میں یہ بات اس لیے زیادہ اہم ہے کہ ان کے کلام کا کوئی مکمل اور مستند نسخہ ان کی زندگی میں مرتب نہیں ہوا ۔ وفات کے ۸ برس کے بعد مرتب ہونے والا نسخہ اگرچہ اپنی درجہ استناد کے لحاظ سے بہت اہم ہے لیکن یہ ان کے کلام کے نسبتاً ایک بہت تھوڑے سے حصے پر مشتمل ہے ۔ 'نگارستان سخن' بعض نئی غزلوں کی شمولیت کے باوصف محض ایک انتخاب ہے ۔ دیوان مرتبہ آزاد مذکورہ دونوں نسخوں کے مقابلے میں زیادہ مکمل ہے لیکن اسے جن حالات میں ترتیب دیا گیا اور اس ترتیب کے وقت مولانا نے اپنی یاد داشت کے بھروسہ پر متن میں جو تبدیلیاں ، اصلاحات اور

۱- ہماری زبان ، ۲۲ اپریل ۱۹۶۳ع (کلام ذوق میں الحاق) ۔
۲- ایضاً ۔

اضافے کیے ۔ انھوں نے اس نسخے کی استنادی حیثیت کو مشکوک کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے کلیات ذوق کی ترتیب میں مزید دشواریاں اور نئی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں اور ان سب باتوں کی وجہ سے آج بھی مولانا کے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''ان کے کلام کی ترتیب آسان کام نہیں ہے ۔'' تاہم ان دشواریوں پر ایک حد تک قابو ضرور پایا جا سکتا ہے اور کلام ذوق کی تمام گم شدہ کڑیوں اور سلسلوں کی بازیافت چاہے ممکن نہ ہو، پھر بھی مستند مآخذ اور قلمی بیاضوں وغیرہ کی مدد سے اس میں ایک معتدبہ اضافہ ممکن ہے اور اسی کے ساتھ مطبوعہ کلام کے ایک بڑے حصے کی تصحیح اور تصدیق بھی ان مآخذ کے ذریعے سے کی جا سکتی ہے ۔

مآخذ

کلام ذوق کے مآخذ میں سب سے زیادہ اہمیت ان تذکروں کی ہے جو ذوق کی زندگی میں ترتیب دیے گئے اور جن میں ان کا ترجمہ شامل ہوا ۔ ان میں سے بعض تذکرے اسی زمانے میں شائع ہو گئے، کچھ بعد میں شائع ہوئے اور بعض اب تک مخطوطات ہی کی صورت میں ہیں ۔

ان میں ذوق کی جو متفرق غزلیں یا اشعار شامل کیے گئے ہیں ان میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جنھیں ایک کے بعد دوسرے تذکرے میں شامل کیا جاتا رہا ۔ اس سے ان اشعار کی مقبولیت پتا بھی چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے اپنے پیش رووں کی تالیفات سے استفادہ کیا ہے ۔ ان تذکروں میں مجموعۂ نغز غالباً سب سے پہلا تذکرہ ہے جس میں ذوق کا ترجمہ شامل کیا گیا ہے ۔ یہ تذکرہ سن ۱۲۲۱ ہجری میں مکمل ہوا ۔ اس کا ضمیمہ بھی جس میں ذوق کے ترجمے کو جگہ دی گئی ہے، غالباً اسی

وقت ترتیب دیا گیا ۔ اس میں ذوق کا تعارف ایک نو مشق کی حیثیت سے کرایا گیا ہے اور یہ دو شعر ''منسوب بدوست'' کہہ کر پیش کیے گئے ہیں :

مت در سے آٹھا پھر خدا اپنے تو اے بت
بیٹھا مجھے اب رہنے دے دربان سمجھ کر
ٹک دیکھ اب تو چشم حقیقت سے اس کو ذوق
ہر طرف جلوہ گر ہے اسی کا ظہور حسن

آنھیں ہم ذوق کے قدیم ترین شعر کہہ سکتے ہیں ۔ ان کی قدامت کا اندازہ دوسرے شعر کی زبان سے بھی ہوتا ہے جس میں ٹک اور طرف (بہ سکون را) استعمال ہوئے ہیں ۔

تذکرہ 'عیارالشعرا' میں بھی یہی دو شعر ''بہ‌آں نسبت دارند'' کے ساتھ نقل ہوئے ہیں ۔ اس تذکرہ پر تاریخ تالیف ایک قطعے کی صورت میں سن ۱۲۱۳ھ درج ہے ۔

لیکن ذوق کا ترجمہ اس کے کافی دنوں بعد شامل کیا گیا ہوگا ، اس لیے کہ اس سن تک تو ان کی عمر بمشکل ۱۰ برس تھی اور اس وقت تک شاید آنھوں نے باقاعدہ شعر کہنا بھی شروع نہیں کیا تھا ۔ ان کا ترجمہ جس تعارف کے ساتھ شامل ہوا ہے اس سے بھی یہ بعد ہی کا اندراج معلوم ہوتا ہے اور گمان غالب ہے کہ یہ مجموعۂ نغز کے بعد اس تذکرے میں شامل ہوا ہے ۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ صاحب 'مجموعۂ نغز' نے ان کو نو مشق لکھا ہے اور کہا ہے '' گاہ گاہ در مجلس مشاعرہ حاضر می شود'' اس کے مقابلے میں عیارالشعرا میں ''اکثر در مجلس مراختہ وارد می گردد'' کا فقرہ آتا ہے ۔ اس کے ساتھ دوسرے شعر کے آخری مصرع میں ''ہر طرف'' کے بجائے ''ہر سمت'' کا لفظ موجود ہے جو اس مصرعہ کی اصلاح شدہ شکل ہے اور یقیناً بعد کی ہے ۔

عیارالشعرا کے ایک دوسرے قلمی نسخے میں جس کی فوٹو اسٹاٹ کاپی ڈاکٹر مختارالدین آرزو (علی گڑھ) کے پاس ہے ، ان دو شعروں کے علاوہ ذوق کے ترجمے کے ذیل میں گیارہ اشعار کا اضافہ ہوتا ہے اور کل اشعار اس طرح سے ہیں :

(الف) ۶ شعر - (ر) ۲ شعر - (ن) ۲ شعر - (ی) ۳ شعر -

اشعار میں اس اضافے کے علاوہ ذوق کے تعارف کے سلسلے میں کوئی نئی بات اس نسخے میں نہیں ملتی - قطعۂ تاریخ وہی ہے جو قلمی نسخے میں درج ہے -

تذکرۂ صدرالدین

یہ ایک مختصر سا تذکرہ ہے اور اس میں انشا کا ترجمہ ان کی خانہ نشینی یا عالم دیوانگی (سن۱۲۲۶ھ تا ۱۲۳۳ھ) میں داخل کیا گیا ہے - غالباً اس کا زمانۂ تصنیف بھی یہی ہے - ذوق کا ترجمہ بھی کم و بیش اسی زمانے سے متعلق ہونا چاہیے - اس تذکرے میں ذوق کے اشعار کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور صرف ۶ شعر اس کے انتخاب میں آئے ہیں -

(ن) ۱ شعر - (ی) ۵ شعر -

تذکرۂ عمدۂ منتخبہ

اس تذکرے کی تالیف جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے ، سن ۱۲۱۶ھ میں ہوئی - لیکن اس کا مصنف بہت زمانہ بعد تک اس میں اضافے کرتا رہا - ایک موقع پر اس نے لکھا ہے :

''از حسن اتفاق در سن بست و سویم جلوس قبلہ عالم ظل الہی جہاں مرزا محمد اکبر شاہ غازی خلد اللہ و ملکہ و سلطنۃ وارد دارالخلافہ گشت'' (صفحہ ۶۶۰) -

جس کے یہ معنی ہیں کہ مؤلف اپنے تذکرے میں سن ۱۲۴۴ھ تک اضافے کرتا رہا ، اس لیے کہ اکبر شاہ ثانی سن ۱۲۲۱ ہجری

میں شاہ عالم کی وفات کے بعد تخت نشین قعلۂ معلیٰ ہوئے تھے اور ان کا تئیسواں سن جلوس ۱۲۴۴ھ میں پڑتا ہے۔

ذوق کا ترجمہ ابتداً ممکن ہے اس زمانے میں داخل کیا گیا ہو جب وہ حافظ غلام رسول شوق کے شاگرد تھے، اس لیے کہ صاحب تذکرہ نے انھیں حافظ غلام رسول شوق کا ہی شاگرد لکھا ہے، اور بعد میں کچھ تبدیلیاں اور اضافے عمل میں آئے ہوں۔ اور مؤلف تذکرہ اعظم الدولہ میر محمد خان سرور سے ذوق کے تعلقات کے پیش نظر اس کا بھی امکان ہے کہ ان اضافوں میں ذوق کا مشورہ یا مدد شامل رہی ہو۔ بہر نوع بہ صورت موجودہ یہ ترجمہ ذوق کی ابتدائے عمر اور آغاز شاعری سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اس میں شامل اشعار ذوق کی تعداد ردیف وار حسب ذیل ہے۔

(الف) ۲۷ شعر۔ (ر) ۲ شعر۔ (س) ۱ شعر۔ (ص) ۱ شعر۔ (ف) ۱ شعر۔ (ن) ۹ شعر۔ (و) ۵ شعر (ہ) ۲ شعر۔ (ی) ۳۴ شعر۔

گلشن بے خار

یہ تذکرہ ۱۲۴۸ھ تا ۱۲۵۰ھ کے درمیان مرتب ہوا ہے۔ اس کے مصنف نواب مصطفیٰ خان شیفتہ ذوق سے بہ خوبی واقف تھے۔ یوں بھی یہ زمانہ ذوق کی شاعرانہ شہرت اور عظمت کے عروج کا ہے۔ بایں ہمہ 'گلشن بے خار' کے قلمی نسخے میں ذوق کا انتخاب نسبتاً بہت مختصر ہے۔ اس تذکرے کا جو قلمی نسخہ راقم الحروف کے مطالعے میں آیا یہ شعبۂ مخطوطات پنجاب سنٹرل پبلک لائبریری لاہور کی ملکیت ہے۔ اس پر تاریخ کتابت دوم شہر شوال سنہ ۱۲۵۴ھ درج ہے اور فہرست مخطوطات میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنف کی اصلاح سے مزین ہے۔ اس میں ذوق کا انتخاب حسب ذیل ہے :

(الف) ۱۰ شعر - (ح) ۱ شعر - (ر) ۱ شعر - (س) ۱ شعر - (ن) ٦ شعر - (و) ۳ شعر - (ہ) ۱ شعر - (ی) ۱۷ شعر -

یہ تذکرہ دو مرتبہ 'دلی اردو اخبار' پریس سے شائع ہوا - اس کی اشاعت اول کا اشتہار اس اخبار کے شمارہ مورخہ ۲٦ - جنوری سنہ ۱۸۴۰ع کے صفحہ اول پر بعض دوسری کتابوں کے ساتھ موجود ہے اور ۲۴ مئی ۱۸۴۰ع کے شمارے تک اس کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا ہے - ۲ اگست سنہ ۱۸۴۰ع کے پرچے میں یہ اشتہار آخری صفحے پر آیا ہے اور ۲۱ فروری سنہ ۱۸۴۱ع کو پھر اسے صفحۂ اول پر جگہ دی گئی ہے[1] -

مگر کلام ذوق کی ترتیب کے سلسلے میں اس کی اشاعت دوم، اشاعت اول کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے - سر ورق کی عبارت یہ ہے :

" تذکرہ اشعار (کذا) بزبان اردو من مؤلفات نواب مصطفیٰ خان بہادر متخلص بہ شیفتہ خلف الصدق اعظم الدولہ سرفراز الملک نواب مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ مرتبۂ دویم در مطبع دہلی اردو اخبار مکان مولوی محمد باقر گزر اعتقاد خان میں متصل پنجہ شریف بہ اہتمام پنڈت موتی لال پرنٹر اور پبلشر کے چھاپا ہوا سنہ ۱۲۵۹ع، سنہ ۱۸۴۳ع الراقم کنور سین[2] - "

اس میں وہ تمام اشعار شامل کیے گئے ہیں جو قلمی نسخے اور اشاعت اول میں موجود تھے - اس کے بعد بہت سے اشعار کا

۱- فائل 'دہلی اردو اخبار' برائے سنہ ۱۸۴۰ع اور ۱۸۴۱ع - مخزونہ نیشنل آرکائز دہلی -

۲- گلشن بے خار، طبع دوم، پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور -

اضافه کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں صفحہ ۱۱۲ پر حاشیے میں یہ عبارت لکھی گئی ہے (جس کا ذکر اس سے پیش تر بھی آ چکا ہے) ۔

''یہاں تک اشعار تذکرہ سابق سے نقل کیے ہیں اور باقی مہتمم مطبع نے بہت کوشش سے بہم پہنچا کر لکھے ہیں ۔''

یہ اضافہ کردہ اشعار حسب ذیل ہیں :

(الف) ۳۸ شعر ۔ (ب) ۴ شعر ۔ (ج) ۱ شعر (ح) ۴ شعر ۔ (خ) ۱ شعر ۔ (س) ۱ شعر ۔ (ص) ۱ شعر ۔ (ق) ۱ شعر ۔ (م) ۶ شعر ۔ (ن) ۱۹ شعر ۔ (و) ۱۴ شعر ۔ (ہ) ۳ شعر ۔ (ی) ۶۲ شعر ۔

اشعار ذوق کے سلسلے میں یہ وہ قابل قدر اضافہ ہے جو دہلی اردو اخبار کے مہتمم کی جانب سے عمل میں آیا ۔

اسی سال مولوی امام بخش صہبائی کی مشہور کتاب 'حدائق البلاغت' شائع ہوئی ۔ اس کی طباعت و اشاعت پر اس عبارت سے روشنی پڑتی ہے :

''جناب سید محمد خاں بہادر کے چھاپے خانے کے لیتھو گرافی پریس میں ربیع الاول کی ۱۹ ویں تاریخ ۱۲۵۹ ہجری مطابق ۲۰ ویں اپریل سنہ ۱۸۴۳ع کو سید عبد الغفور کے اہتمام اور مصنف کی تصحیح سے دلی میں چھپی ۔''

ذوق کے جو اشعار صہبائی نے بطور سند پیش کیے ہیں ردیف وار ان کی تعداد معہ حوالہ صفحات حسب ذیل ہے :

(الف) ۳ شعر (صفحہ ۱۲۷ ۔ ۵۰) ۔ (ج) ۱ مصرع (صفحہ ۱۰۹) ۔ (ن) ۱ شعر (صفحہ ۱۲۴) ۔ (و) ۲ شعر (صفحہ ۴۸ اور ۸۲) ۔ (ی) ۲ شعر (صفحہ ۱۰۹ اور ۱۳۲) ۔

اسی اثناء میں تذکرہ ابن امین اللہ طوفان سنہ ۱۲۵۴ھ میں مرتب ہوا ۔ حال ہی میں اس تذکرے کو قاضی عبدالودود صاحب نے مرتب کرکے شائع کیا ہے ۔ اس میں ذوق کا ترجمہ بہت

مختصر ہے اور ع :

نظر آیا نہ اپنے اشک کا شیشہ جہاں ٹوٹا

زمین میں ۴ شعر نقل ہوئے ہیں :

گلدستۂ نازنیناں

یہ تذکرہ سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں مرتب ہوا ہے ۔ اس کے مصنف مولوی کریم الدین ہیں ۔ اسے ہم صرف اس اعتبار سے تذکرہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں شعرا کا کچھ حال بھی ان کے اشعار کے ساتھ درج ہے ، ورنہ در اصل یہ انتخاب دواوین ہے جیسا کہ اس کے سرورق سے بھی واضح ہوتا ہے :

" الحمد للہ کہ کتاب 'انتخاب دواوین' مطبع رفاہ عام دہلی میں مطبوع ہوا" سبب تالیف کے طور پر یہ چند سطریں بھی سپرد قلم کی گئی ہیں ۔

" الحمد اللہ علی ذالک حمداً کثیراً کہ جس طرح کے انتخاب کو طبیعت خواہش کرتی تھی ، اسی طرح ماہ ذی الحج سنہ ۱۲۶۰ ہجری مطابق دسمبر سنہ ۱۸۴۴ع میں تمام ہوا اور ماہ صفر سنہ ۱۲۶۱ ہجری مطابق ماہ جولائی سنہ ۱۸۴۵ع میں چھپا اور نام اس کا گلدستۂ نازنیناں رکھا گیا ہے"۔ اس تذکرے میں ذوق کا ترجمہ صفحہ ۱۱۸ سے ۱۴۷ تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے ماخذ سے متعلق مصنف نے یہ وضاحت کی ہے :

" یہ چند اشعار جو ایک بیاض میں تھے بہ طریق یادگار لکھے جاتے ہیں ۔"

خاتم الطبع یہ ہے :

" تمام ہسا (ہوا) ۔ بتاریخ بست سویم ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲۶۱ھ مطابق بست و نہم شہر جولائی سنہ ۱۸۴۵ع کو تالیف مولوی عبد الکریم صاحب سے ۔"

اس میں شامل اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے :
(الف) ۱۲۳ شعر - (ب) ۲۱ شعر - (ر) ۲۷ شعر - (س) ۱ شعر - (ل) ۱۲ شعر - (م) ۱۴ شعر - (ن) ۳۳ شعر - (و) ۴۷ شعر - (ی) ۱۱۲ شعر -

عمدۂ منتخبہ اور گلشن بے خار طبع دوم کے بعد یہ تیسرا طویل انتخاب ہے جو ذوق کی زندگی میں اشاعت پزیر ہوا -

طبقات الشعراء

یہ گارسین دتاسی کی تاریخ ادبیات ھندوی و ھندوستانی کا ترجمہ مع اضافات ہے جو مولوی کریم الدین نے مسٹر فیلن کے ساتھ مل کر کیا تھا - سر ورق پر انگریزی اور اردو دونوں میں اس کی وضاحت موجود ہے - اردو عبارت یہ ہے :

" تاریخ شعرائے اردو کا مسٹر فیلن صاحب بہادر اور مولوی کریم الدین نے گارسنڈ ٹیسی کی تاریخ سے سنہ ۱۸۴۸ع میں ترجمہ کیا اور ۹۶۴ شاعروں اردو گو کے اشعار اور حال بھی دواوین مختلفہ سے منتخب کر کے اس میں مندرج کیا گیا - باھتمام سید اشرف علی مطبع ، مطبع العلوم مدرسہ دھلی میں چھپی ، قیمت ٦ روپیہ - سنہ ۱۸۴۸ع -"

عبارت تعارف سے معلوم ھوتا ہے کہ یہ تذکرہ سنہ ۱۲٦۳ھ مطابق سنہ ۱۸۴۷ع میں زیر ترتیب تھا -

ذوق کے اشعار کی تعداد ردیف وار حسب ذیل ھیں :
(الف) ۵ شعر - (و) ۸ شعر - (ی) ۲۸ شعر -

آثار الصنادید

یہ سرسید کی مشہور تصنیف ہے جو دھلی کی تاریخی عمارتوں پر ان کے تحقیقی کام سے متعلق ہے - لیکن اس کی اشاعت اول میں چوتھا باب دھلی اور اھل دھلی کے بیان میں بھی تھا - اس میں دلی

کے باکمالوں کا تذکرہ ہے اور شعراء کے ذیل میں ذوق کا ترجمہ بھی آیا ہے - سرورق کی عبارت یہ ہے -

"الحمد اللہ کہ کتاب مستطاب مسمٰی بہ آثار الصنادید تصنیف جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ منصف دار الخلافہ شاہ جہاں آباد ابن سید محمد تقی بہادر ابن جواد الدولہ علی نقی خان بہادر نبیرہ نواب دبیر الدولۃ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ موجب اقرار نامہ بست و یکم ستمبر سنہ ۱۸۴۶ع در مطبع سید الاخبار باہتمام سید عبدالغفور بہ قالب طبع در آمد - سنہ ۱۳۶۳ ہجری سنہ ۱۸۴۷ع -"

اس میں ذوق کے اشعار کا انتخاب غالباً گلشن بے خار قلمی کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے - چناں چہ ایک آدھ شعر کو چھوڑ کر باقی تمام شعر اسی ترتیب کے ساتھ مصنف نے اپنے یہاں شامل کر لیے ہیں - تعداد اشعار مع ردیف حسب ذیل ہے :

(الف) ۹ شعر - (ح) ۱ شعر - (ر) ۱ شعر - (س) ۱ شعر (ن) ٦ شعر - (و) ۳ شعر (ہ) ۱ شعر - (ی) ۱٦ شعر -

چمن بے نظیر

یہ اردو کے بہت سے معروف اور غیر معروف شعرا کا انتخاب ہے اور الف سے لے کر ی تک مختلف ردیفوں کے تحت اس میں مؤلف نے اپنی پسندیدہ غزلوں کا انتخاب پیش کیا ہے - یہ سنہ ۱۲٦۴ ہجری میں مکمل ہوا ، جیسا کہ اس کے آخر میں درج کردہ قطعات تاریخ سے واضح ہوتا ہے - مؤلف کا نام محمد ابراہیم بن شہاب الدین موسیٰ ہے - راقم الحروف کے پاس اس کا سن ۱۲۷۹ھ کا مطبوعہ نسخہ ہے - سرورق یہ ہے :

"ھذا چمن بے نظیر ۱۲۷۹ ہجری" -

صفحہ ۳۰۵ پر تتمہ کے طور پر لکھی ہوئی عبارت یہ ہے :

"بہ عون عنایات چمن پیرائے گل گلشن روز گار و صانع دفتر

اوراق لیل و نہار کہ یہ نسخۂ دل پزیر مرغوب طبع ہر صغیر و کبیر المسمی بہ چمن بے نظیر ۔۔۔ نایاب ہو رہا تھا ۔ سو جناب قاضی محمد ابراھیم بن قاضی نور محمد صاحب قلندری نے بشراکت جناب نور الدین بن جیوا خان سلمہ الرحمان کے اور تصحیح سے جناب مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی طالب علی بن نور علی صاحب مطبع حیدری میں مطبوع فرمایا ۔ کاتب خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ عبدالقادر ولد شیخ محی الدین :

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا آمید

اس میں صفحہ ۲۴۸ پر ذوق کی غزل : ''سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ھے'' پر معروف کا مخمس اور زمین ''بہانہ کوئی ھم سے سیکھ جائے'' میں صفحہ ۲۵۲ پر مرزا فتح الملک بہادر رمز کا مخمس بھی ملتا ھے ۔ اشعار کی تعداد حسب ذیل ھے :

(الف) ۹۴ شعر ۔ (ب) ۱۴ شعر ۔ (ر) ۱۶ شعر ۔ (ل) ۱۲ شعر ۔ (م) ۱۴ شعر ۔ (ن) ۱۲ شعر (و) ۱۶ شعر ۔ (ی) ۴۷ شعر ۔

سیر المحتشم

نواب عبدالغفور آف جاورا کا سفر نامہ ھے جس میں قدیم دلی کے حالات کے ساتھ دھلی کے اھل کمال کا بھی تذکرہ ھے ۔ ان کے ذیل میں ذوق کا ذکر بھی آیا ھے ۔ یہ کتاب مطبع سرکار گلشن آثار جاورا سے ۱۲۶۶ ھجری میں اشاعت پزیر ھوئی ۔ ذوق کا تذکرہ صفحہ ۶۳۸ پر ھے اور اشعار کی تعداد حسب ذیل ھے :

(الف) ۴ شعر ۔ (و) ۲ شعر ۔ (ی) ۸ شعر ۔

گلستان بے خزاں

یہ تذکرہ بھی ذوق کے معاصر تذکروں میں سے ھے جو سنہ ۱۲۶۶ ھجری میں مرتب ھوا ۔ اس کے مؤلف کا نام قطب الدین باطن

ہے ۔ اس کی اشاعت مطبع نول کشور سے ۱۲۹۱ ھجری میں عمل میں آئی ۔ ذوق کے اشعار کی تعداد یہ ہے :

(الف) ۱۲ شعر ۔ (ر) ۱ شعر ۔ (ن) ۱ شعر (و) ۲ شعر ۔ (ی) ۱۰ شعر ۔

سراپا سخن

ذوق کا ایک معاصر تذکرہ ہونے کے رشتے سے اس تذکرے کی بھی اہمیت ہے لیکن ذوق کے اشعار کی تعداد اس میں بہت تھوڑی ہے ۔یعنی صرف دو شعر ۔ سرورق یہ ہے :

" به عون الله تعالی و حسن توفیقه نسخهٔ بے نظیر از تالیفات نکته شناس و معنی اساس میر محسن علی محسن مسمی به سراپا سخن در شہر لکھنؤ محله رکاب گنج مکان راجه بختاور سنگھ به مطبع نول کشور از نقش طبع مزین شد ۔ "

تذکرے کی تاریخ تالیف اس مصرع سے نکلتی ہے :

نغمۂ طوطیان ہند ہے یہ
۱۲۶۹

اس میں الف ردیف کے تحت صرف ۲ شعر انتخاب میں آئے ہیں ۔

گلستان سخن

یہ تذکرہ ذوق کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد مگر اسی سال میں شائع ہوا ۔ اس کی ترتیب غالباً ذوق کے زمانۂ حیات ہی میں ہو چکی تھی ۔ اس کا مؤلف مرزا قادر بخش صابر ہے جو قلعۂ معلی سے تعلق کی وجہ سے ذوق کے کلام و کمال سے خصوصی دلچسپی رکھتا ہے ۔ نیز اس کی تالیف میں مولوی امام بخش صہبائی کا بھی بڑا ہاتھ رہا ہے جو ذوق کے معاصرین میں سے ہیں ۔ اس وجہ سے بھی اسے ذوق کے معاصر تذکروں ہی میں شمار کرنا چاہیے ۔ سر ورق یہ ہے :

"ان من البیان لسحر و ان من الشعر لحکمت"۔ تبصرہ بلبل نوائے رنگین مقال و تذکرہ فصاحت پیشہ (کاغذ پھٹا ہوا ہے) - گلستان سخن سنہ ۱۲۷۱ ھجری - از مؤلفات زبدہ شہزادگان ذی اقتدار سلالۂ سلاطین صاحب اعتبار مرزا قادر بخش بہادر، صابر تخلص دام اقبالہ کہ عباراتش بہ زیور اصلاح یکتائے عصر و یگانہ دوران وحید عہد و فرید آوان عندلیب گلشن معنی پیرائی مولوی امام بخش متخلص بہ صہبائی آراستہ بہ حلیہ حسن تشبیہ لطف استعارات و تلمیح و اشارات پیراستہ در مطبع مرتضوی باہتمام حافظ محمد غیاث الدین زیور طبع پوشید۔"

ذوق کا احوال صفحہ ۲۲۲ سے ۲۳۹ تک چلا گیا ھے۔ اس میں وہ طویل قطعۂ تاریخ بھی ھے جو مولوی کریم الدین سوز صاحب زادۂ مولوی امام بخش صہبائی کی تصنیف ھے اور "واقعہ تعب خیز" (۱۲۷۱) جس کا تاریخی نام ھے۔ صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۳ ذوق کے اشعار درج کیے گئے ھیں۔ تعداد اشعار یہ ھے :

(الف) ۱۰ شعر۔ (ح) ۱ شعر۔ (ر) ۱ شعر (س) ۱ شعر۔ (ن) ۷ شعر۔ (و) ۱۲ شعر۔ (ہ) ۲ شعر۔ (ی) ۲۵ شعر۔

ان تذکروں میں ذوق کے جو نایاب اشعار ملتے ھیں ان کی نشان دھی ذوق کے نایاب کلام کے ذیل میں کی گئی ھے۔

قلمی مآخذ

کلام ذوق کے قلمی مآخذ میں ذوق کے اپنے مسودات کے علاوہ سب سے زیادہ اھمیت اس قلمی بیاض کی ھے جس پر اس سے پیشتر گفتگو کی جا چکی ھے۔ اس بیاض کے زمانۂ ترتیب کے سلسلے میں کوئی رائے قائم کرنا مشکل ھے، لیکن جیسا کہ اس سے پیشتر بیان کیا جا چکا ھے، اس کی تسوید ذوق کی زندگی ھی میں عمل میں

آئی ہے ، جس کا ثبوت وہ غزلیں بھی ہیں جو ذوق کے اپنے قلم کی مرہون منت ہیں اور وہ فارسی غزلیں بھی جو مولوی دلدار علی مذاق کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کے ساتھ ''میاں ذوق سلمہ'' لکھا گیا ہے ۔

اس بیاض کے علاوہ قلمی مآخذ کے سلسلے میں نسخۂ ہاجر کی بڑی اہمیت ہے ۔ اس کا پورا نام جو اس پر اچھے خاصے جلی قلم سے لکھا ہوا ملتا ہے :

''دیوان ذوق و ظفر مشتمل و ناتمام معہ قصائد محمد ابراھیم ذوق دھلوی ۔''

اس کے ذیل میں یہ عبارت درج ہے :

''این کتاب ملکیت منشی رگھو ناتھ سنگھ ہاجر دھلوی ساکن محلہ نوگزہ دریبہ خورد ۔''

منشی رگھو ناتھ سنگھ ہاجر دھلوی ، دھلی کے ایک معزز کھتری خاندان کے فرد کامل تھے اور شریفانہ و رئیسانہ اوصاف کے ساتھ ادب میں بھی آپ کا مذاق نہایت شستہ اور پاکیزہ تھا[1] ۔ ان کے دیوان کے مطالعے سے ان کے حالات پر مزید روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ منشی صاحب نے یہ علمی اور ادبی مذاق اپنے بزرگوں سے ورثے میں پایا تھا اور اس کے ساتھ بہت سی قلمی کتابوں کا ذخیرہ بھی ان کے خاندان سے ان کی طرف منتقل ہوا تھا[2] ۔

یہ بیاض جسے نسخۂ ہاجر کہنا زیادہ مناسب ہے ، غالباً اسی قلمی ذخیرے سے تعلق رکھتی ہے ، اس لیے کہ اس بیاض کو انھوں نے اپنی مؤلفہ بیاض نہیں قرار دیا بلکہ ملکیت قرار دیا ہے ۔ اس کے

۱- شان محفل ، صفحہ ۲ (دیباچہ از علامہ کیفی) ۔

۲- دیوان ہاجر ، صفحہ ۸ ۔

مندرجات سے نہ صرف یہ کہ کلام ذوق کے ایک معتدبہ حصے کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اس میں بعض ایسے قصائد اور اشعار بھی ملتے ہیں جو ذوق سے متعلق کسی اور قلمی یا مطبوعہ ماخذ میں موجود نہیں ۔ اس میں شامل کلام ذوق کی تفصیل حسب ذیل ہے :

غزلیات

(الف) ۱۲۰ شعر ۔ (م) ۔ ۳۳ شعر ۔ (ن) ۳۴ شعر ۔ (و) ۶۹ شعر ۔ (ہ) ۳۹ شعر ۔ (ی) ۱۰۷ شعر ۔

مدحیات

(الف) ۴۴ شعر ۔ (ت) ۱۹ شعر ۔ (ر) ۷۷ شعر ۔ (س) ۴۷ شعر ۔ (ل) ۵۷ شعر ۔

سہرا : ۱۵ شعر ۔ (مخمس) ۷ بند ۔ (مخمس نمبر ۲) ۔ ۷ بند ۔ (مسدس) ۹ بند ۔

اس مجموعے میں ظفر کا بھی ایک طویل انتخاب شامل ہے جس کے ایک ترکیب بند میں بہت سے اساتذہ کے مطلعے آئے ہیں ۔ ان میں ذوق کے نام سے یہ مطلع بھی آیا ہے جو کہیں اور نہیں ملتا ۔

داغ سینے میں رہے دل میں سدا درد رہا
اشک آنکھوں میں رہے لب پہ دم سرد رہا

اس نسخے (ہاجر) کا کیٹلاگ نمبر ۳۹۶ ہے ۔

بیاض اشعار

اس بیاض نمبر ۱۴۸۸ سے متعلق رضا لائبریری رام پور کے کیٹلاگ میں یہ عبارت ملتی ہے :

''مجموعۂ غزلیات آردو قلمی مخطوطہ در عہد بہادر شاہ ظفر''۔

تعداد اوراق ۱۰۵ ہے ۔ اس میں جن شعراء کے انتخابات دیے گئے ہیں ان میں ذوق کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے ۔ یہ

غزلیں ذوق کی زندگی میں اس بیاض میں شامل ہوئی ہیں جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ ''سلمہ'' لکھا گیا ہے ۔ ان کی غزلیات کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے مرتب بیاض نے یہ صراحت کی ہے :

''انتخاب اشعار جناب آستادیم (کذا) شیخ محمد ابراہیم ذوق سلمہ''۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ اس بیاض کا مرتب ذوق کا شاگرد ہے ۔ اگرچہ مرتب نے کہیں اپنا نام ظاہر نہیں کیا لیکن گمان غالب ہے کہ یہ بیاض محمد ہادی حسین فخر نے ترتیب دی ہے ۔ جس کے اشعار کا انتخاب ورق ۳ (الف) سے شروع ہو کر ورق ۱۹ (الف) تک چلا گیا ہے اور اس کو شروع کرتے وقت بسم اللہ لکھ کر ''غزل ہائے محمد ہادی حسین المتخلص بالفخر'' لکھا گیا ہے ۔ ذوق کے انتخاب کے سلسلے میں دو تین غزلوں کے ساتھ مختلف مطلعوں کے شروع میں ثانی ، ثالث ، رابع ، خامس وغیرہ لکھا ہے اور کئی غزلوں کے درمیان اکثر ''تتمہ'' کا لفظ بھی آیا ہے ۔ چونکہ یہ صورت خود ذوق کے اپنے مسودوں میں بھی ملتی ہے اس لیے اس کا امکان ہے کہ اس بیاض کا ماخذ ذوق کی اپنی تحریریں ہوں ۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بعض غزلوں کے شروع میں 'ھو اللہ اکبر' لکھا گیا ہے اور یہ وہ کلمہ ہے جسے ذوق نے اپنی بہت سی غزلوں کا تمغۂ عنوان بنایا ہے ۔ اس میں شامل کلام ذوق کی تفصیل حسب ذیل ہے :

(الف) ۵۴ شعر ۔ (ب) ۴ شعر ۔ (ج) ۱ شعر ۔ (ح) ۵ شعر ۔ (خ) ۱ شعر ۔ (س) ۱ شعر ۔ (ض) ۳ شعر ۔ (ق) ۱ شعر ۔ (ک) ۱ شعر ۔ (م) ٦ شعر ۔ (ن) ۲۳ شعر ۔ (و) ۱۷ شعر ۔ (ہ) ۲۰ شعر ۔ (ی) ۱۴۴ شعر ۔

آخر میں ھندی اور آردو کے امتزاج کے ساتھ ایک نئی قسم کی گیت نما نظم بھی اس بیاض میں ملتی ھے جو بالکل نئی ھے ۔

بیاض اشعار

بخط میر عوض علی سن ۱۱۶۸ھ ۔ رضا لائبریری رام پور کے کیٹلاگ نمبر ۱۳۷۹ سے اس کے بارے میں صرف یہی معلوم ھو سکا ۔ پہلے صرف تین شعر صفحہ ۲۸ پر منتخب ھوئے ھیں ؛ اس کے بعد یہ سلسلہ صفحہ ۴۴ سے بایں عنوان شروع ھوتا ھے : ''انتخاب اشعار میاں ذوق'' یہ انتخاب صفحہ ۶۰ تک پھیلا ھوا ھے ۔ اس میں بعض غزلوں کے خاتمے پر م م م لکھا ھوا ملتا ھے جو 'تمت' کی علامت ھے ۔ اور گلدستہ نازنینان میں بھی غزلوں کے خاتمے پر چونکہ یہی لکھا ھوا ھے اس سے یہ خیال ھوتا ھے کہ اس بیاض اور گلدستۂ نازنینان کا ماخذ غالباً ایک ھی ھے ۔ آخر میں مخمسِ ذوق کے عنوان سے ایک مخمس درج کیا گیا ھے ۔ یہ مخمس ایک دوسری بیاض نمبر ۱۳۶۵ بخط نواب کاب علی خان میں بھی ذوق کے نام سے موجود ھے مگر ان بیاضوں کے علاوہ کسی اور ماخذ سے اس کی نشان دھی نہیں ھوتی ۔ ذوق کے ساتھ اس مخمس کا انتساب صحیح نہیں ۔ اس کی زبان و اندازِ بیان کو ذوق کے طریق فکر اور اسلوب ادا سے کوئی تعلق نہیں ۔ ایک مصرع ھے : '' ھائے یہ کیا کیا خدا صاحب'' ذوق 'خدا صاحب' کبھی نہیں کہہ سکتے ۔ تعداد اشعار مع ردیف یہ ھے :

(الف) ۳۰ شعر ۔ (ب) ۲۱ شعر ۔ (ر) ۱۴ شعر ۔ (س) ۱ شعر ۔ (ن) ۲۰ شعر ۔ (و) ۵ شعر ۔ (ہ) ۱ شعر ۔ (ی) ۳۷ شعر ۔ (مسدس دعائیہ) ۹ بند ۔

'' قصیدۂ ذوق'' کے نام سے رضا لائبریری میں ایک اور بیاض بھی ملتی ھے ۔ اس میں ذوق کا مشہور قصیدہ : ''شب کو میں اپنے

سر بستر خواب راحت'' نقل کیا گیا ہے ۔ تعداد اشعار ۱۶۹ ہے جس میں دو شعروں کے بعض ٹکڑے ہی نقل ہوئے ہیں ۔ تاریخ تحریر درج نہیں ہے ۔ کیٹلاگ سے بھی اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا ۔ قصیدے کا آغاز بسم اللہ الرحمان الرحیم سے ہوتا ہے اور اختتام پر لکھا گیا ہے : ''تمام شد قصیدۂ شیخ محمد ابراہیم ذوق در مدح بہادر شاہ بادشاہ تہنیت جشن عید'' صفحات کی تعداد سات ہے ۔

سفینۂ جواہر

ایک اور بیاض اس لائبریری میں سفینۂ جواہر کے نام سے موجود ہے جس کا سال تحریر ۱۲۶۵ھ دیا گیا ہے ۔ مرتب کا نام غلام حسین رام پوری ہے ۔ کیٹلاگ نمبر ۱۳۷۷ ہے ۔ ذوق کے ۱۷ شعر انتخاب میں آئے ہیں جن کی ردیف وار تفصیل یہ ہے ۔

(الف) ۶ شعر ۔ (ر) ۱ شعر ۔ (ن) ۱ شعر ۔ (و) ۳ شعر ۔ (ی) ۶ شعر ۔

معدن الاشعار

یہ بیاض جس کا کیٹلاگ نمبر ۱۱۱ ہے اور جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے عربک سیکشن میں محفوظ ہے ، اور کلام ذوق کے قلمی ماخذ میں ایک اہم درجہ رکھتی ہے ، اس میں ذوق کا انتخاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بعض ایسے اشعار بھی شامل ہیں جو اور کسی ماخذ میں نہیں ملتے ۔ آخری صفحے پر ''از دستخط سورج رام رازدان'' لکھا ہوا ہے ۔ سال تحریر یا تاریخ ترتیب درج نہیں ہے لیکن مرتب نے دیوان دینا ناتھ کے کسی محل یا حویلی کی تاریخ تعمیر درج کی ہے ۔

''سال تاریخش چو پرسیدم ز معمار خرد
خانۂ دیوان دینا ناتھ جی تاریخ گفت''

۱۲۶۱ھ

اس سے تاریخ تحریر بیاض پر کوئی روشنی نہیں پڑتی ، لیکن یہ

ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مرتب ذوق کا شریک عصر ہے ۔ اس نے ذوق کے اشعار کے ساتھ میاں ذوق ''استاد حضور والا'' لکھا ہے اور ذوق کے نام کے ساتھ 'میاں' کا لفظ ان کی معاصر تحریروں میں ملتا ہے ۔ مختلف ردیفوں کے تحت اس میں ذوق کے اشعار کی تعداد مندرجہ ذیل ہے ۔

(الف) ۱۲ شعر ۔ (ف) ۱۰ شعر (قصیدہ ن) ۱۴ شعر ۔ (ی) ۴ شعر ۔

کشکول

اس نام کی ایک بیاض جس کا کیٹلاگ نمبر ۱۲ ہے ، انجمن ترقی اردو ہند کی لائبریری میں موجود ہے ۔ اس میں ایک مقام پر تاریخ تحریر ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ پنجشنبہ درج ہے ۔ ایک دوسرے مقام پر ٦ جمادی الثانی ۱۲۹٦ھ روز شنبہ تحریر ہے ۔ اس کے ساتھ مرتب کا نام بھی آیا ہے ۔ شاہ بہاؤالدین عفی عنہ ۔ ممکن ہے یہ شاہ بہاؤالدین نبیرۂ شاہ نصیر ہوں ۔ یہ بیاض ذوق کی زندگی میں مرتب نہیں ہوئی لیکن اس میں ذوق کے معرکہ ہائے سخن کے سلسلے میں کچھ اشعار آئے ہیں اور ان میں سے دو شعر نئے ہیں ۔ اس کی تفصیل یہ ہے ۔ شعر ذوق :

چق ترے دالان کی نازک بہت ہے نازنیں[1]
کیا لگائیں اس میں ہیں پائے مگس کی تیلیاں

۱- ذوق کے اس شعر پر گھن شیام رائے عاصی نے اعتراضاً جو قطعہ کہا تھا ، وہ بھی اس بیاض میں درج ہے :

ذوق اتنا شعر گوئی کا عبث کس واسطے
قافیے میں گر نہ تھیں حضرت کے بس کی تیلیاں
آپ ہی منصف ہوں اے صاحب ذرا بہر خدا
یار کی چلمن ہو اور پائے مگس کی تیلیاں
شیخ صاحب یہ وہ چلمن ہے کہ جس میں بے دریغ
باندھیے گر ہو سکے تار نفس کی تیلیاں

کام خنجر کا کیا کرتی ھیں خس کی تیلیاں[1]
چوری کی ھوتی ھیں واقع میں مگس کی تیلیاں (کذا)

نرگس کے پھول بھیجے ھیں بٹوے میں ڈال کر[2]
ھے یہ اشارہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

بیاض اردو

یہ بیاض جس کا کیٹلاگ نمبر ٦١٦ ھے ، آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ھے۔ مخمسات کے عنوان سے اس بیاض میں ظفر کا ایک مخمس دیا گیا ھے جس میں ذوق کی غزل (جو دل قہار خانے میں بت سے لگا چکے) کے ۱۳ شعر تضمین کیے گئے ھیں۔ تاریخ تحریر کا پتا نہیں چلتا۔

" بضمن متفرقات " کے عنوان سے ایک اور بیاض بھی اس لائبریری میں ملتی ھے جس کا کیٹلاگ نمبر ٦ ھے۔ اس میں ردیف (الف) کے تحت ذوق کے ۲ شعر اور ردیف (و) کے تحت ۱ شعر اور اسی طرح ردیف (ی) کے تحت ۱ شعر درج ھے۔

آخر میں ایک اور بیاض کا ذکر بھی اگر کر دیا جائے تو نامناسب نہ ھوگا جس کا کیٹلاگ نمبر ۲۲۹ ھے۔ اس کی پشت پر ذوق کا یہ شعر لکھا ھوا ملتا ھے :

۱۔ اس شعر کے جواب میں عاصی کا یہ شعر نقل کیا گیا ھے :
پھر کے قندیل سخن کو منڈھ لیا تو کیا ھوا
ھیں وھی اس ڈھانچ میں اگلے برس کی تیلیاں

۲۔ اس شعر کے ذیل میں اصلاح منیر کے عنوان سے یہ شعر درج ھے :
بادام دو جو بھیجے ھیں بٹوے میں ڈال کر
ایما یہ ھے کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

میں گراں بارِ محبت مرا خوں بھی ہے گراں
جی دھڑکتا ہے ترے نازکیِ گردن سے

یہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے عربک سیکشن میں محفوظ ہے۔

اخبارات

ذوق کے مستند ماخذ کے سلسلے میں اس دور کے اخبارات کی بھی بڑی اھمیت ھے اور خاص طور پر 'دھلی اردو اخبار' کی جس کے مالک اور مدیر مولوی محمد باقر ذوق۔ کے قریب ترین دوستوں میں تھے۔ مولانا آزاد کے بیان کے مطابق انھوں نے کئی بیاضیں بنا لی تھیں جن میں وہ وقتاً فوقتاً خود بھی ذوق کا کلام نقل کرتے تھے اور ان سے بھی لکھواتے رہتے تھے۔ کلام ذوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی اشاعت سے بھی ان کو بڑی دلچسپی تھی۔ چناں چہ 'گلشن بے خار' کی اشاعت دوم کے موقع پر جو ان کے مطبع 'دھلی اردو اخبار' پریس ھی سے عمل میں آئی تھی، انھوں نے اشاعت اول میں شامل ذوق کے اشعار پر اپنی کوشش و کاوش سے ایک معتد بہ اضافہ کیا۔ اسی کے ساتھ انھوں نے اپنے اخبار کے ذریعے سے بھی کلام ذوق کو اس کے قارئین و شائقین تک پہنچانے کی سعی کی۔ اس اخبار کے جو فائل اور پرچے مختلف لائبریریوں میں اب تک محفوظ ھیں، ان میں ذوق کے اشعار اور خاص طور سے ان کے قصائد کا ایک قابل لحاظ حصہ مل جاتا ھے اور کبھی کبھی اشعار کے ساتھ مصنف کی تعریف و تعارف بھی شامل ھوتا ھے، جس سے ان اشعار کی تحریر کے زمانے اور شان نزول پر بھی روشنی پڑتی ھے۔ چوں کہ ذوق کے قصائد یا ان سے متعلق اشعار اس عہد کے تذکروں اور بیاضوں میں نسبتاً کم ملتے ھیں اس وجہ سے دھلی اردو اخبار اور اس میں مطبوعہ قصائد کی اھمیت اور بھی بڑھ جاتی ھے۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ یہ قصیدے ذوق کی زندگی میں

شائع ہوئے ہیں ۔ اور اس کا بھی قوی امکان ہے کہ ان کی فراہمی و اشاعت میں خود ذوق کی توجہ کو بھی کم و بیش دخل رہا ہو ۔

'دھلی آردو اخبار' کے مختلف شماروں میں ذوق کا جو کلام مجھے ملا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

ع مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے

۸ شعر (دھلی آردو اخبار ۔ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۸۴۱ع مخزونہ نیشنل آرکایوز نئی دھلی) ۔

کرے وحشت بیاں چشمِ سخن گو اس کو کہتے ہیں

۶ شعر دھلی آردو اخبار مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۵۱ء (مطابق ۳ ذیقعدہ ۱۲۶۷ھ) مخزونہ ادارہ ادبیات آردو ، دکن ۔

قصیدہ :

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں

۶۱ شعر (تتمہ دھلی آردو اخبار ، مؤرخہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۲ع مخزونہ ادارہ ادبیات آردو حیدر آباد دکن)[1]

۱۔ اس قصیدے کو جو مرزا جواں بخت کی شادی کے موقع پر پیش کیا گیا تھا ، دھلی اردو اخبار نے اس تعارف کے ساتھ شامل اشاعت کیا :

''ھر چند حال شادی مرشد زادہ آفاق مرزا جواں بخت بہادر دام اقبالہ پرچۂ سابق میں سرور افزائے طبع فرحت طلب طالباں و شائقاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ھو چکا ہے لیکن اس ھفتے میں ایک قصیدہ' مبارک بادی شادی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ساون میں دیا پھر مہ شوال دکھائی[1]

۵۲ شعر (دھلی اردو اخبار مورخہ ۳ اگست ۱۸۵۲ع مطابق ۱۴ ماہ شوال ۱۲۶۸ھ مخزونہ ادارۂ ادبیات اردو ، حیدر آباد) ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مرقومہ محتوی مضامین سحر آئین نتائج فکر علاّمی فہامی ملک الشعرا خاقانی ھند شیخ محمد ابراھیم خان ذوق استاد حضرت سلطانی کہ اس فن میں وحید عصر یگانۂ دھر میر زمان مرزائے دوران حکیم عصر خاقانی دھر اھل سخن و ماھران فن ان نخبة الزمن کو جانتے ھیں ، بعنایات و تفضلات حضرت ظل سبحانی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اس مطبع میں آیا ۔ سو واسطے سرور طبع طالبان و شائقان و ماھران فن کے مطبوع ھوتا ہے ۔ سنا گیا ہے کہ اس ھفتے میں حضور حضرت سلطانی اور ملکہ سلطانی بلقیس دورانی جناب نواب زینت محل بیگم صاحبہ کے حضور میں پڑھا گیا ۔ جس کی جلدو میں حضور سلطانی سے قبائے ملبوس خاص اور جناب ملکۂ سلطانی کے حضور سے خلعت فاخرہ بہت بیش قیمت و بیش بہا باعزاز و افتخار تمام عطا ھوا ۔

۱۔ اس قصیدے کو دھلی اردو اخبار نے مندرجہ ذیل عبارت تعارف کے ساتھ شامل اشاعت کیا :

” قصیدہ جناب شیخ ابراھیم ذوق استاد حضرت بادشاہ جو کہ عیدالفطر کو پڑھا گیا ، واسطے حظ اور بہرہ اندوزی کملا و شائقین کے لکھا جاتا ہے ۔“

قطعۂ تہنیت

مبارک آپ کو ہو خلعت ولی عہدی[1]

دھلی اردو اخبار مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۵۲ع (مطابق ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ) مخزونہ ادارۂ ادبیات حیدرآباد ۔

سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا[2] ۔ ۱۵ شعر

دھلی آردو اخبار مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۵۲ع (مطابق

۱- اس قطعۂ تہنیت کے سلسلے میں 'دھلی آردو اخبار' کے حوالے سے پروفیسر قاسم علی سجن لال نے لکھا ہے :

''حضور ظل سبحانی نے چار خلعت ولی عہد کے بندہ‌ہائے خاص کو مرحمت فرمائے ۔ شہزادوں نے اپنے درجات اور مراتب کے مطابق ولی عہد کو نذریں پیش کیں ۔ سب سے پہلے جس نے نذر پیش کی وہ شہزادہ جواں بخت تھا ۔ اس کے ساتھ بادشاہ نے شہزادہ ولی عہد کو ایک طویل خطاب بھی مرحمت فرمایا ۔ اس مبارک موقع پر ملک الشعراء خاقانی' ہند شیخ محمد ابراھیم ذوق نے فی البدیہ طور پر یہ قطعہ موزوں کیا ۔'' (ملاحظہ ہو اسلامک کلچر بابت ماہ جنوری ۱۹۵۰ع ، جلد ۲۴ ، نمبر ایک ۔ (دھلی آردو اخبار اور اس کی اھمیت) ۔

۲- ذوق اور غالب کے سہروں سے متعلق دھلی آردو اخبار لکھتا ہے :

''حسب الحکم حضرت سلطانی خلد اللہ ملکہ جو جناب نجم الدولہ اسد اللہ خان غالب اور جناب خاقانی ھند ملک الشعراء شیخ محمد ابراھیم خان ذوق نے بتقریب شادی مرزا جواں بخت بہادر مرشد زادہ آفاق کے کچھ اشعار بسبیل مبارک بادی سہرا اس ھفتے میں حضور سلطانی میں سر دربار گزرانے تھے ، مع چند اشعار علاوہ اس کے جو خاص نجم الدولہ بہادر نے پھر گزرانے ، واسطے حظ و کیفیت اپنے ناظرین اھل بصر و بصیرت و ماھرین و واقفین فصاحت و بلاغت بموجب ترتیب در پیش ھونے کے ھم بھی درج اخبار کرتے ھیں'' ۔

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

۶ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ مخزونہ ادارۂ ادبیات اُردو
حیدر آباد) ۔

ق :

شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت[1] - ۱۷۰ شعر

دھلی اُردو اخبار مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۸۵۴ع
(مطابق ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ) مخزونہ ادارۂ
ادبیات اُردو حیدر آباد ۔

دھلی اُردو اخبار کے کچھ اوراق جو غالباً آف پرنٹ ھیں ، بیاض قلمی کے ساتھ موجود ھیں ۔ ان میں مندرجہ ذیل قصائد ملتے ھیں :

ھے وہ مے داروے جان نافع اعضا و حواس ۔ ۷۴ شعر
(اس ورق سے تاریخ تحریر کا پتا نہیں چلتا ، آخر

۱۔ اس معرکۃ الآرا قصیدے کی شان نزول کے سلسلے میں دھلی اُردو اخبار رقم طراز ھے : ''قصیدہ بہ تہنیت عید سعید در مدح حضور اقدس اعلی ، روز عید سعید جو قصیدہ دربار عام حضور والا اقدس مقام میں جناب حکیم زمان سحبان دوران سلطان الشعرا خاقانی ھند شیخ محمد ابراھیم خاں ذوق استاد خاص حضور والا ، دامت برکاتھم نے پیش کیا اور پڑھا جس کا وعدہ لکھنے کا سابق میں راقم اخبار نے کیا تھا ۔ اس ھفتے میں پایا ، واسطے حظ ماھرین و سرور شائقین و روان جوھر شناس کے لکھا جاتا ھے ۔ ازاں جا کہ بہ فحوائے مضمون ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' اور بتقضائے مصداق مصرع ''حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را'' وصف و ثنائے تصنیف و مصنف مستغنی عن المدح و ثناء والبیان والتبیان بعینہ راقم ھیچ مدان ھے ، اس لیے اس طرف سے طبع کشی مناسب بلکہ انسب معلوم ھوتی ھے ۔ سنا گیا ھے کہ بعد پیش و ساعت قصیدہ مرقومہ کے ایک گاؤں جاگیر میں اُستاد ممدوح کو عطا ھوا اور حضور اقدس نے بہت عذر فرمایا کہ صلہ شایاں اس کا میں نہیں دے سکتا جو میرا دل چاھتا تھا ۔

میں لکھا ہے ''باهتمام پنڈت موتی لعل پرنٹر و پبلشر کے مکان متعلقه امام باڑہ موقوفه مولوی محمد باقر چھپا'' حاشیے پر نواب سید حامد علی خاں سے متعلق کوئی عبارت تھی جو کٹ گئی ، بہرحال اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ورق دھلی آردو اخبار کا ہے)۔

لاتا نیرنگ نئے رنگ سے ہے چرخ محیل - ۶۸ شعر

تتمه دھلی آردو اخبار مورخه ۱۹ ستمبر (سن کٹ گیا ہے) شروع کے تین شعر ذوق کے اپنے دست و قلم کے ہیں ۔

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر[۱] - ۱۰۰ شعر

تتمه دھلی آردو اخبار مورخه ۴ دسمبر ۱۸۵۳ع خاتمے پر یہ عبارت آئی ہے : '' ہم بہت افسوس

۱- یہ قصیدہ جو بہادر شاہ کی صحت یابی پر پیش کیا گیا تھا ، اس کی شان نزول پر پروفیسر قاسم علی سجن لال کے اس بیان سے روشنی پڑتی ہے : - - - ''غسل صحت کے بعد بادشاہ نے مختلف افراد کو خلعت و انعام سے نوازا ۔ احترام الدوله حاذق الملک حکیم احسن الله خان کو ایک ھاتھی مع هوده پالکی خلعت فاخره جو کہ مشتمل تھا خلعت چوغه کم خواب ملبوس خاص دوشاله گوشواره مع جواهر زنجیر فیل و پالکی جھالردار نئے خطاب افلاطون دوراں کے ساتھ مرحمت ہوئے ۔ مندرجه ذیل حضرات نے قصائد پڑھے : مرزا علی بخت ، مرزا غالب شیخ ابراهیم ذوق وغیرہ ۔

سلطان الشعرا خاقانی' ھند شیخ محمد ابراھیم خان ذوق کو ایک زنجیرفیل اور ایک انگوٹھی عطا ہوئی اور چار سپاھی مقرر کیے گئے کہ وہ ان کی خدمت میں رھیں ۔ ملاحظه ھو اسلامک کلچر بابت ماہ جنوری ۱۹۵۰ع جلد ۱۴ ۔

کرتے ہیں کہ اخبار میں گنجائش نہ رہی اس لیے
قصیدہ نجم الدولہ بہادر نہ لکھا گیا)''

ذوق کے انتقال پر دہلی اردو اخبار نے جو تتمہ شائع کیا، اس میں اس اظہار کے ساتھ ''اب چند روز سے یہ حال تھا کہ اکثر مضامین شعری خصوصاً بعض مطلع و مقطع تو ایسا ہوتا تھا کہ جس سے زمانۂ حال آنکھوں میں پھر جاتا تھا؛ چناں چہ مطلع و مقطع بطریق انموذج لکھے جاتے ہیں۔'' یہ شعر پیش کیے۔

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے . . . . الخ
تیری عمر دو روزہ غافل اک پتلی ہے دو کل کی . . . . الخ
ذوق اس بحرِ فنا میں کشتی عمرِ رواں . . . . الخ
کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق . . . . الخ

تضمین:

دیکھتے ہیں جلوۂ گلہائے رنگا رنگ ہم . . . . الخ

ذوق کے اس آخری شعر:

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گزر گیا . . . . الخ

کو بھی اس اخبار نے واقعۂ وفات کے سلسلے میں پیش کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ اسے مرحوم نے اپنی موت سے کچھ دیر پہلے کہا تھا۔

اس تتمہ میں ذوق کے معرکۃ الارا قصیدے مشتمل بر اشعار ہفتدہ زبان کا بھی ذکر کیا گیا تھا اور اس کو شائع کرنے کا وعدہ بھی۔ لیکن اس سال کا جو فائل ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ ہے، یہ قصیدہ اس کے کسی شمارے میں نہیں ملتا۔ ممکن ہے اس کے بعد کبھی شائع کیا گیا ہو۔

دہلی اردو اخبار کے بعض شماروں کو سامنے رکھتے ہوئے

پروفیسر قاسم علی سجن لال نے اسلامک کلچر میں جو مضامین لکھے ہیں ان میں ضمنی طور پر ذوق کی بعض تخلیقات کا ذکر بھی آیا ہے ، جس کی طرف اس سے پہلے بھی اشارہ کر دیا گیا ہے ۔ ان شعری تخلیقات میں ذوق کا ایک فارسی قطعہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے ، جو جان پاٹن گبنس ، دھلی کے ایک انگریز جج کی مراجعت وطن کے موقع پر کہا گیا تھا اور جو دھلی کے شہریوں کی جانب سے جج موصوف کو دیے جانے والے تحفے پر منقش کر کے پیش کیا گیا تھا[1] ۔

جج داد گر جان پاٹن ز دھلی . . . . الخ

یہ قطعہ ذوق کے اپنے قلم سے بیاض قلمی میں بھی لکھا ہوا ہے ۔

۱۔ جان پاٹن ستائیس سال تک گراں قدر خدمات انجام دینے کے بعد ۲۸۔ فروری ۱۸۵۲ء کو ریٹائر ہوا ۔ اس کی روانگی سے پیشتر جو سپاس نامہ پیش کیا گیا تھا ، اس پر دستخط کرنے والوں میں خاندان شاہی کے افراد ، شرفائے شہر، مدبر، منتظم، شاعر اور اساتذہ سب ہی شریک تھے۔ اس الوداعی اجتماع کی تقریب ۲۔ مارچ ۱۸۵۲ع کو چار بجے شام جج کی کوٹھی پر ہوئی ۔ سپاس نامہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے :

اے سخاوت شعار و عدل پناہ
جان پاٹن گبنس عالی جاہ

(دھلی آردو اخبار اور اس کی اهمیت ۔ اسلامک کلچر)
ماہ جنوری ۱۹۵۰ء

اس سپاس نامے کو سید اطہر عباس رضوی صاحب نے نیا دور لکھنؤ میں (بابت ماہ مئی ۱۹۶۳ع)'' آردو کا ایک نادر الوداعی سپاس نامہ'' کے عنوان سے شائع کیا ہے ۔ اس سپاس نامے پر شعراء کے سلسلے میں ایک نہایت اهم مہر ملک الشعرا خاقانی هند محمد ابراهیم خان بہادر ذوق کی ہے ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

مذکورہ قطعے کے علاوہ سجن لال صاحب نے اپنے اس مضمون میں ذوق کے ایک اور قصیدے : ''خسروا توھے سراج دیں سراج سلطنت'' کا بھی حوالہ دیا ھے ، جو بہادر شاہ ظفر کے تخت سلطنت پر جلوس کے مبارک موقع پر ذوق نے فی البدیہ کہہ کر پیش کیا تھا ۔ (سوئے قسمت سے موصوف کے پاس سے دھلی اردو اخبار کا یہ پرچہ گم ھوگیا) دھلی اردو اخبار سے ذوق کے اشعار دوسرے اخبارات میں بھی نقل کیے جاتے تھے ۔ ان میں قران السعدین کا نام خاص طور پر قابل تذکرہ ھے ۔ اس اخبار نے اپنی اشاعت بابت ۳۰ مارچ ۱۸۵۲ع میں ذوق و غالب کے سہروں کو دھلی اردو اخبار سے نقل کیا اور وہ تمام عبارت بھی درج کی جو ان کے تعارف کے ذکر میں مدیر اخبار نے سپرد قلم کی تھی ۔ نیز یہ عبارت اپنی طرف سے بڑھائی : '' قطعہ نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر در معذرت خاقانی ھند '' ۔ اسی طرح اس اخبار نے ۴ مئی ۱۸۵۲ء کے شمارے میں شہزادہ جواں بخت کی شادی کے موقع پر پیش کیے جانے والے ذوق کے قصیدے کو نقل کیا ھے ، جو اس سے ایک ھفتہ پیشتر دھلی اردو اخبار کے تتمہ بابت ۲۵ ماہ اپریل ۱۸۵۲ء میں شائع ھوا تھا ۔ اس کے شروع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

موصوف نے اوپر خاکسار اور نیچے استاد سلطانی اپنے ھاتھ سے لکھا ھے ۔ ذوق کے اکلوتے بیٹے خلیفہ محمد اسماعیل کی مہر بھی اس میں شامل ھے ۔ اس کے شروع میں ''حقیر پر تقصیر محمد اسماعیل خان'' اور نیچے ''ابن خاقانی ھند ملک الشعرا استاد حضرت بادشاہ دھلی'' لکھا گیا ھے ۔ اس کے ساتھ مولانا محمد حسین آزاد کی مہر بھی ھے ۔ ''العبد المذنب الاحقر اسکالر مدرسہ محمد حسین آزاد ، ولد مولوی محمد باقر دھلوی مدرس سابق مدرسہ واعظ دھلی و تحصیلدار سر رشتہ دار سابق'' (ملاحظہ ھو ''کچھ ذوق کے بارے میں'' ھماری زبان ماہ جولائی ۱۹۶۳ء) ۔

میں یہ عبارت لکھی ہے :

''قصیدہ مبارک بادی شادی مرشد زادہ آفاق مرزا جواں بخت بہادر از نتائج طبع علامی فہامی ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ محمد ابراھیم خاں ذوق آستاد حضرت ظل سبحانی ۔''

یہ عبارت بھی دھلی آردو اخبار سے ھی لی گئی ہے ۔

دھلی آردو اخبار سے استفادہ کرنے والوں میں کوہ نور لاھور کو بھی خصوصیت حاصل ہے ۔ اس اخبار نے اپنی اشاعت بابت ۱۳ مارچ ۱۸۵۵ع میں ذوق کے قصیدے ''شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت'' کا مطع اول مع تمام اشعار نقل کیا ۔ اس سے پیشتر بھی اخبار اپنے ۲۸ نومبر ۱۸۵۴ع کی اشاعت میں ذوق کی وفات پر دھلی آردو اخبار کے مضمون کو من و عن شائع کر چکا تھا ۔

'خیر خواہ ھند' دھلی میں بھی ذوق کے اشعار گاہ گاہ اشاعت پزیر ھوتے رھتے تھے ۔ اس اخبار نے اپنے شمارہ بابت ماہ ستمبر ۱۸۴۷ع مطابق ۱۳۶۳ھ میں ذوق کی غزل :

کرے ہے کام تیغ یار کس کس آبداری سے

کو اس تعارف کے ساتھ شامل کیا : '' سلطان الشعراء خاقانی زمان محمد ابراھیم خان ذوق آستاد حضور والا ۔'' اس کی ایک اور اشاعت بابت یکم ماہ اکتوبر ۱۸۴۷ء جلد دوم مین صفحہ ۵۰-۴۹ پر مسدس دعائیہ کو ''قصیدۂ شیخ ابراھیم ذوق'' کے نام سے شائع کیا ۔ کلام ذوق کے سلسلے میں قدیم اخبارات کی بڑی اھمت ہے ۔ راقم الحروف کی جانب سے دید و دریافت کی اس کوشش کو مکمل نہیں کہا جا سکتا ۔ بہت ممکن ہے اور بھی ایسے اخبار یا ان کے شمارے مختلف جگہوں پر محفوظ ھوں جن میں اس کے علاوہ بھی ذوق کا کلام ملتا ھو ۔

اشعار نایاب (غزلیات و قصائد)

غزل نمبر ۱۲ - (گنہگاروں کا) شعر ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۱۴ ، (عیار) -

غزل نمبر ۱۴ - (بیدرد ہو گیا) شعر ۴ (بیاض) -

غزل نمبر ۲۹ - (رستہ نہ پایا) شعر ۹ ، ۱۵ (بیاض) -

غزل نمبر ۴۷ - (ید بیضا ہوتا) ۱۰ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۴۸ - (دیکھا ہوتا) ۷ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۴۹ - (بے قرار تھا) ۹ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۵۲ - (گرد دل رہنے لگا) ۸ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۵۳ - (سیبِ ذقن سرخ ترا) ۴ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۵۴ - (نشانہ ہوا) ۹ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۵۷ - (روانہ ہوا) ۹ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۵۸ - (نازنین جدا) ۹ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۵۹ - (قلیل تھا) ۶ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۶۲ - (دم ساز اپنا) ۷ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۶۳ - (یہاں ٹوٹا) ۴ شعر (تمام) - (ابن طوفان) -

شعر - (پی کر آلٹا) ایک شعر - (منتخبہ) -

شعر - (درد رہا) ایک شعر - (ھاجر) -

غزل نمبر ۶۲- (بس جام شراب) شعر ۱۲- (نازنیناں ، عُوض) -

مصرع - (سل کے چار پانچ) - (بلاغت) -

غزل نمبر ۸۰ - (اس قدر لذیذ) ۹ شعر (تمام) - (مسودہ) -

شعر - (دربان سمجھ کر) ایک شعر - (نغز) -

غزل نمبر ۹۲ - (دیں رہا محفوظ) ۹ شعر (تمام) - (مسودہ) -

غزل نمبر ۹۳ (روئے باغ) ۷ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۹۴ - (دشمن جانی دروغ) ۷ شعر (تمام) -
(نگارستان) -

غزل نمبر ۹۵ - (خوب رو ہے صاف) ۶ شعر (تمام) -
(نگارستان) -

شعر - (دیدۂ یار اور طرف) ایک شعر - (منتخبہ) -

غزل نمبر ۹۶ - (صورت معشوق) - ۷ شعر (تمام) -
(نگارستان) -

غزل نمبر ۹۷ - (شرر بار فراق) ۹ شعر (تمام) - (نگارستان) -

غزل نمبر ۹۸ - (نخچیر فراق) ۶ شعر، ایک مصرع - (تمام)،
(نگارستان) -

غزل نمبر ۱۰۳ - (پریشانیوں میں ہم) شعر ۶ - (نگارستان) -

غزل نمبر ۱۰۴ - (آنسو گرم) شعر ۴ (مسودہ) -

غزل نمبر ۱۰۵ - (ہو تو گرم) شعر ۳ ، ۸ - (مسودہ) -

غزل نمبر ۱۲۰ - (غم سے کم نہیں) شعر ۱۲ - (بیاض) -

غزل نمبر ۱۲۲ - (دامن آب میں) شعر ۱۴ - (معدن) -

غزل نمبر ۱۳۲ - (دلِ تنگ نکالوں) شعر ۱ ، ۲ ، ۵ ، ۶ ،
۷ ، ۸ - (مسودہ) -

شعر - (بر میں نہیں) ایک شعر - (بیاض) -

شعر - (ظہور حسن) ایک شعر - (نغز) -

شعر - (چھوڑ سکتے ہیں) ایک شعر - (نازنیناں) -

غزل نمبر ۱۴۲ - (بتاتے ہو) شعر ۱ - (منتخبہ) -

غزل نمبر ۱۵۹ - (سایۂ دیوار دامن سے) شعر ۳۱ -
(نازنیناں عوض) -

غزل نمبر ۱۷۷ - (دولت والے) شعر ۵ - (نگارستان) ۱۸ -
(گلستاں) -

غزل نمبر ۱۸۴ - (نہایتوں سے مجھے) شعر ۴ - (بیاض) -
غزل نمبر ۱۹۳ - (تو ٹوٹ گئے) شعر ۸ - (بیاض) -
غزل نمبر ۲۰۴ - (کیا دیر لگائی ھے) شعر ۱۴ - (بیاض) -
غزل نمبر ۲۱۱ - (ڈورا اڑ جائے) ۶ شعر، ایک مصرع - (تمام) - (مسودہ) -
غزل نمبر ۲۱۵ - (کیا پتھر تھے) شعر ۵ ، ۶ ، ۷ ، (مسودہ) -
غزل نمبر ۲۱۸ - (لائے تو سہی) شعر ۹ ، ۱۰ - (مسودہ) -
غزل نمبر ۲۲۰ - (کیا سمجھے) شعر ۲۷ - (فخر) ۲۸ - (نگارستان) -
غزل نمبر ۲۲۱ - (کال ھے) شعر ۲ - (مسودہ) -
غزل نمبر ۲۳۵- (توسن کو لگے) شعر ۳ ، ۴ - (منتخبہ) -
غزل نمبر ۲۳۶ - (یہیں کے واسطے) شعر ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۸ - (بیاض) -
شعر - (وطن سے نکلے) ایک شعر - (نگارستان) -
شعر - (انگاروں پہ لوٹے) ایک شعر - (نگارستان) -
شعر - (دیوانہ پن میں ھاتھ کے) ایک شعر - (نگارستان) -
شعر - (قلعی کھل جائے) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (آوے کہ نہ آوے) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (دھرا رھتا ھے) ایک شعر - (منتخبہ)۔
شعر - (تو لب ھے عیسیٰ) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (داغ سوزاں کے دکھانے کی) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (سودا ھو گیا ھے) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (بسمل مضطر کے تمھارے) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (جتانا چاھیے) ایک شعر - (منتخبہ) -
شعر - (پھراتا ھے مجھے) ایک شعر - (منتخبہ) -

کلیاتِ ذوق

حصۂ اول

(غزلیات)

مرتبہ

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

۱

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا
دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خوں جاتا ہے جم میرا

ہوا یہ سینہ یکسر خار زار دشتِ غم میرا
کہ آیا پا بہ خوں آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا

وہ ہوں میں گیسوے موجِ محیطِ اعظمِ وحشت
کہ ہے گھیرے ہوئے روے زمیں کو پیچ و خم میرا

نشانِ بے رواجی گر دکھائے زور مٹ جائے
جھپک سے دیدۂ صرّاف کی نقشِ درم میرا

وہ ہوں میں رہ نوردِ شوق میرے ساتھ جاتا ہے
برنگِ سایۂ مرغِ ہوا نقشِ قدم میرا

نہ ہو بے وقر ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے ذوق کب رتبہ ہو کم میرا

۲

جینا نظر اپنا ہمیں اصلا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

دیتا دلِ مضطر کو تری کچھ تو نشانی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہیں آتا

آئے تو کہاں جائے نہ تا جی سے کوئی جائے
جب تک اسے غصہ نہیں آتا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

آتا ہے دم آنکھوں میں دمِ حسرتِ دیدار
پر لب پہ کبھی حرفِ تمنا نہیں آتا

کس دم نہیں ہوتا ہے قلق ہجر میں مجھ کو
کس وقت مرا منہ کو کلیجا نہیں آتا

ہم رونے پہ آ جائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آ جا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمہارا نہیں آتا

غافل ہے بہارِ چمنِ عمر جوانی
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہیں آتا

دنیا ہے وہ صیّاد کہ سب دام میں اس کے
آ جاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا

مرنے کا مزہ وہ ہے ترے کوچے میں قاتل
جاتا ہے وہاں کوئی تو جیتا نہیں آتا

بے جا ہے دلا اس کے نہ آنے کی شکایت
کیا کیجے گا فرمائیے اچھا نہیں آتا

میں جاتا جہاں سے ہوں تو آتا نہیں یاں تک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہیں آتا

ساتھ اُس کے ہیں ہم سائے کے مانند و لیکن
اس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

جاتی رہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں
جو جاتا ہے یاں سے وہ دوبارا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

۳

(یا علی مدد)

ہو تو عاشق سوچ کر اُس دشمنِ ایمان کا
دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

جھوٹ ہی جانوں کلام اس رہزنِ ایمان کا
پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا

تو ہماری زندگی، پر زندگی کی کیا آمید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

جو دلِ پُر درد و غم سے نکلا نالہ عشق میں
ایک پتلا تھا سراپا حسرت و ارمان کا

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتے ہیں انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کرے گی آن کر
ہوچکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا

نفسِ بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر سامان اس فرعونِ بے سامان کا

ہو سکے آلودہ دامن پاک دامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسفِ کنعاں کا

یہ تپِ غم کی ہے شدت اس ترے بیمار کو
یومِ راحت بھی ہے اس کے حق میں دن بحران کا

بن گیا جوشِ محبت سے ہمارے سینے میں
ماہیِ دریاے خوں جوہر ترے پیکان کا

دیکھنا اے ذوق پھر ہوں گے وہی لاکھوں کے خون
پھر جمایا اس نے لعلِ لب پہ لاکھا پان کا

۴

(یا علی مدد)

لکھیے اسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صداے جرسِ ناقۂ لیلیٰ
صد حیف کہ مجنوں کا قدم اٹھ نہیں سکتا

جوں دانۂ روئیدہ تہ سنگ ہمارا
سر زیرِ گراں بارِ الم اٹھ نہیں سکتا

۱۴۵

بیمار ترا صورتِ تصویرِ نہالی
کیا آٹھے سرِ بسترِ غم آٹھ نہیں سکتا

جو داغِ معاصی ہے مرے دامن تر میں
جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم آٹھ نہیں سکتا

اتنا ھوں تری تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم آٹھ نہیں سکتا

پردہ درِ کعبہ سے اٹھانا تو ھے آساں
پر پردۂ رخسارِ صنم آٹھ نہیں سکتا

کیوں اتنا گراں بار ھے جو رختِ سفر بھی
اے راہ روِ ملکِ عدم آٹھ نہیں سکتا

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دستِ کرم آٹھ نہیں سکتا

۵

۱۵۲

ھر اک سے ھے قول آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ھے ساری خدائی کا جھوٹا

نگارا ترے ھاتھ میں بد نما ھے
نگیں خاتمِ دل ربائی کا جھوٹا

مزے موت کے خضر لے گر پلائے
وہ پانی مریضِ جدائی کا جھوٹا

مجھے نعمتِ خلد سے بھی ھے بہتر
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

رسائی ھوئی جب کہ دامن تک اس کے
ھوا ھاتھ اپنا رسائی کا جھوٹا

نہ کیوں تیرے دانتوں سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعویٰ کیا تھا صفائی کا جھوٹا

نہ منہ ڈال خار آبلے میں کہ ہوگا
یہ ساغر مئے کہربائی کا جھوٹا

بناتا ہے مہر و محبت میں تجھ کو
یہ شیوہ ترا بے وفائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق سچا کہ جھوٹا
نہیں ہے مگر آشنائی کا جھوٹا

ابھی ذوق آیا ہے تو میکدے سے
یہ دعویٰ نہ کر پارسائی کا جھوٹا

۶

(یا علی مدد)

محفل میں شورِ قلقلِ مینائے مُل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قل ہوا

جن کی نظر چڑھا ترا رخسارِ آتشیں
ان کا چراغِ گور نہ تا حشر گل ہوا

بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی
جزوِ ضعیف محرمِ اسرارِ کل ہوا

دریائے غم سے میرے گذرنے کے واسطے
تیغِ خمیدہ یار کی لوہے کا پل ہوا

پروانہ بھی تھا گرمِ طپش پر کھلا نہ راز
بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا

آئی تہی دروں کی نہ ہرگز سمجھ میں بات
آوازہ گو بلند مثالِ دُہل ہوا

آس بن رہا چمن میں بھی میں ذوق دل خراش
ناخن سے تیز تر مجھے ہر برگِ گل ہوا

۷

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آپہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

کیا گرمِ طپش ہو کے تڑپتا ترے آگے
میں سرد تہِ خنجرِ کیں ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارت دل و دیں ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو واں کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہیں ہو ہی چکا تھا

برہم کیا اس شوخ کو کیوں چھیڑ کے پھر زلف
اے دل وہ ابھی چیں بہ جبیں ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشیں ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوندِ زمیں تیری گلی میں
آسودہ یہ دل زیرِ زمیں ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا

بے بدرقۂ مرگ توقف رہا ورنہ
عزمِ سفرِ جانِ حزیں ہو ہی چکا تھا

جو خط میں لکھا اس نے وہ اس لکھنے سے پہلے
مکتوب سرِ لوحِ جبیں ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم یوسفِ کنعاں کو کہ اپنا
منظورِ نظر ایک حسیں ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا
حکمِ ازلی **ذوق** یونہیں ہو ہی چکا تھا

۸

حذر ہے خون سے اس پائمال کے کیسا
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لے گئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے، کیسا؟

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل
اٹھا ہے قصہ یہ بعد انفصال کے کیسا

نہیں ہے جوگی اگر چشمِ یار، گرد اس کے
ہجوم کرتے ہیں مژگاں کے بالکے کیسا؟

نمود خال کی دیکھو تو زیرِ ابروے یار
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

شبِ فراق میں اس مہ جبیں کے انجمِ چرخ
ڈراتے ہیں مجھے آنکھیں نکال کے کیسا

ہزاروں دم ہیں آسے یاد تو نے دیکھا **ذوق**
گیا وہ غیر کے گھر تجھ کو ٹال کے کیسا

۹

(یا علی مدد)

شکر پردے ہی میں اس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا، خدا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
دستہ نرگس کا نہیں میرے سرھانے رکھا

رہا پامال رہِ عشق کی تربت کا نشاں
اس پہ تعویذ جو نقشِ کفِ پا نے رکھا

پئے ناواقفِ رہ پہلے ہے رہبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھ عصا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعدِ فنا بھی یہ اثر
استخواں کو مرے منہ پر نہ ھما نے رکھا

ناتواں ہیں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اسے تارِ قبا نے رکھا

آشیاں ڈھونڈا چمن میں جو قفس سے جا کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
حیف محروم اسے آبِ بقا نے رکھا

دل یہ دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیوں اس کو
پا بہ زنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنوں مرا اس ھوش ربا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئنہ وار
گھر میں مہماں جسے اھلِ صفا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اس مصحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور پہ قرآن سرھانے رکھا

بے نشاں پہلے فنا سے ہو جو ہو تجھ کو بقا
ورنہ ہے کس کا نشاں ذوق فنا نے رکھا

۱۰

(یا علی مدد)

نالہ ہے آن سے بیان دردِ جدائی کرتا
کام قاصد کا ہے یہ تیر ہوائی کرتا

دیکھتا اس بتِ مغرور کا گر جاہ و جلال
کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا

پنجۂ شانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن
جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا

بیٹھ رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا
پر ہے بے چین ہمیں شوقِ رہائی کرتا

خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن
روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا

بند آنکھیں کیے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے
ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

سوزِ دل کون بجھائے کہ نہیں چشم میں اشک
پر ہے کچھ خونِ جگر کارروائی کرتا

نہیں گوشِ شنوا باغِ جہاں میں غافل
ورنہ ہر برگ ہے یاں نغمہ سرائی کرتا

ذوق اس پائے نگاریں کا جو ہے وصف نگار
اشکِ خونیں سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

۱۱

(یا علی مدد)

لبوں پر جان عبث ہے منتظر ، وہ شوخ کب آیا
اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانیں گے اب آیا

خلاف وعدہ سے تیرے میں کل تو جاں بلب آیا
نہ آیا آج بھی گرتو تو ہے ظالم غضب آیا (کذا)

عجب حیرت میں ہوں جب، سےنظر وہ خالِ لب آیا
کہ منہ تیرا عدم ہے اور عدم میں نکتہ کب آیا

چمن میں کہتے ہیں پھرموسمِ عیش و طرب آیا
بہاریں خوب لوٹیں گے اگر وہ غنچہ لب آیا

نوید اے تشنہ کامی بارے آب خنجرِ قاتل
گلو تک میرے اور زخمِ گلو کے تا بہ لب آیا

تـامل کیجیو ذوقِ طپیدن دیکھیے کیا ہـو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیم جانوں کے
مگر رونا کبھی چپکے سے بعد از نیم شب آیا

وہ مستِ ناز لے کر مجھ سے میرے شیشۂ دل کو
ہوا خوش اس قدر گویا کہ ھاتھ اس کے حلب آیا

لگائی زلف کو انگشت شانے نے ، پکارا دل
یہ گستاخی ، بھلا رہ تو سہی او بے ادب ، آیا

برنگ غنچہ خونیں دل ہنسے کیا اس گلستاں میں
(بھر آیا منہ میں خوں) گر یک تبسم زیر لب آیا

نوشتہ سے نہ ہو اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم
لکھا تھا جو کہ پیشانی میں وہ ھی پیش سب آیا

وہ آئیں یا نہ آئیں میں نہیں رنجیدہ دل ھرگز
مگر یہ رنج ھے کیوں رنج ان کو بے سبب آیا

میں اپنے ذوق کے قرباں کہ مستی میں محبت کی
بلایا کس نے اس کو جب وہ آیا بے طلب آیا

۱۲

(یا علی مدد)

ھم ھیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ھے کیا ھم سے گنہ گاروں کا

محتسب دشمنِ جاں گرچہ ھے مےخواروں کا
دیجیے اک جام تو ھے یار ابھی یاروں کا

بل بے اے آتشِ غم سینے میں مثلِ منقل
کثرتِ داغ سے انبار ھے انگاروں کا

آرزو ھے کہ جو خورشیدِ قیامت ھو گرم
سایہ اس کشتۂ ابرو پہ ھو تلواروں کا

ھائے وہ عاشقِ جاں باز کہ اک مدت تک
ھدفِ تیر رھا تجھ سے کماں داروں کا

کیا تعجب ھے پسِ مرگ بھی رھوے تودہ
دل میں پیکانوں کا اور سینے میں سوفاروں کا

تیری بینی و دو ابرو کو وہ دیکھے جس نے
نہ علم دیکھا محرّم میں ھو تلواروں کا

اتنا تو شورِ فغاں ھو کہ چمن میں بلبل!
خرمنِ گل کی جگہ ڈھیر ھو انگاروں کا

چرخ پر بیٹھ رھا جان بچا کر عیسیٰ
ھو سکا جب نہ مداوا ترے بیماروں کا

کیوں نہ ہر تار میں سو دل ہوں گرفتار کہ زلف
جیل خانہ ہے محبت کے گرفتاروں کا

ہوں رگیں حلقِ بریدہ کی ہمارے خوں بار
گر تماشا تجھے منظور ہو فوّاروں کا

تیر تیرے ہیں کہاں دار مرے تشنۂ خوں
منہ کھلا رہتا ہے اس واسطے سوفاروں کا

کیوں نہ دیں بوسۂ لعلِ نمکیں پر جاں ہم
جاں نثاری ہے دلا کام وفاداروں کا

ذوق پیچیدہ کہاں زلف ہے اُس کافر کی
ہے مگر نامۂ اعمال سیہ کاروں کا

بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
روسیاہی سر و ساماں ہے سیہ کاروں کا

۱۳

(یا علی مدد)

اس طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بہ قدم دل ہوتا

آسماں دردِ محبت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا

چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسملِ شوق
دامنِ برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چینِ پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر
نالہ دیوانہ تھا جو پا بہ سلاسل ہوتا

کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج
اتنا دق ہوتا کہ جینا اسے مشکل ہوتا

ذبح ہونے کا مزا جانتا گر صیدِ حرم
آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبوں میں مرے
زلف ہوتا ترے رخسار پہ یا تل ہوتا

آتا کیوں مصر میں کنعاں سے نکل کر یوسف
جذبۂ عشقِ زلیخا جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انساں
ہے وہ خودبیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

دل گرفتوں کی اگر خاک چمن میں ہوتی
تو جہاں غنچہ ہے گلشن میں وہاں گل ہوتا

آپ آئینۂ ہستی میں ہے تو اپنا حریف
ورنہ یاں کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر دل ہے تو کیا
ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہے تری عقدہ کشائی تو یداللہ کے ہاتھ
ذوق وا کیوں نہ ترا عقدۂ مشکل ہوتا

۱۴

(یا علی مدد)

اس سے تو اور آگ وہ بے درد ہو گیا
اب آہِ آتشیں سے بھی دل سرد ہو گیا

سینے میں بوالہوس کے بھی پھولا تھا آبلہ
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہو گیا

سو بار مر کے عشق میں جاں باختہ ترا
مرنے کو پھر کھڑا روشِ نرد ہو گیا

ہے اصل ایک ریشہ وہی نخلِ قدس کا
لیکن کہیں وہ خار کہیں ورد ہو گیا

مجنوں بھی دشت گرد تھا مانند گرد باد
پر ہم نے خاک آڑائی تو وہ گرد ہو گیا

اس صیدِ تیر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یوہیں سرد ہو گیا

واں رخ شگفتگی سے گلِ ورد بن گیا
یاں غم سے روے زرد زر ورد[1] ہو گیا

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد، مرد جوان مرد ہو گیا

۱۵

(یا علی مدد)

ہنگامہ گرم ہستیِ ناپائیدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

میں جو شہید ہوں لبِ خندانِ یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہو رازِ دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ نہ درمیاں ہو جو دل کے غبار کا

اس روے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبح بہار کا

ہے عینِ وصل میں بھی مری چشم سوے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

پہنچے گا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوبِ شوق اڑ کے ترے بے قرار کا

۱- گلاب -

۱۵۶

هو پاک دامنوں کو خلش گر سے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

دیکھ اپنے دُرِّ گوش کو عارض سے متصل
دیکھا نہ ہو ستارہ جو صبحِ بہار کا

پوچھے ہے کیا حلاوتِ تلخابۂ سرشک
شربت ہے باغِ خلدِ بریں کے انار کا

ہے دل کی داؤگھات میں مژگاں سے چشم یار
ہے شوق اس کو ٹٹی کی اوجھل شکار کا

قاصد لکھوں لفافۂ خط کو غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

اے ذوق اگر ہے ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس مے کدے میں کام نہیں ہوشیار کا

۱۶

۱۵۷

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا

چڑھ گیا جب کہ زمیں توسنِ وحشت اپنا
دیں گے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگاں پہ کہ یاروں نے ابھی
پانی سو نیزہ دیا باندھ کے طوفان چڑھا

یہ ہے قسمت کا لکھا اس نے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضموں کسی عنوان چڑھا

سنگِ سرمہ سے تری تیغِ نگہ کو ظالم
گردشِ چشم نے کیا دی ہے غضب سان چڑھا

کر کے برباد مرا ملت و دین اور سوا
باؤ کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

میں نے جب دیکھا مہِ نو تو اس ابرو کا خیال
لے کے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا

مصحفِ رخ پہ ترے رنگ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے سونا سر قرآن چڑھا

ناز سے تان کے ابرو کو لگا تیر نگاہ
چلّا جلد اپنی کماں پر، ترے قربان، چڑھا

کشتۂ دست حنائی ہوں مرے مرقد پر
پھول دو ہاتھ سے تو اپنے مری جان چڑھا

نگہِ یار کو دے سونپ متاعِ دل و جاں
چور تھا پر وہ نظر اپنی نگہبان چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مرے دل کے سوا
فوجِ مژگاں کے نہ منہ پر سرِ میدان چڑھا

حضرت عشق کی درگاہ میں آ کر اے **ذوق**
دل و دیں دیتے ہیں سب گبر و مسلماں چڑھا

۱۷

(یا علی مدد)

کبھی ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ پہنچا گردنِ جاناں تک اور ٹوٹ کے ہائے
پڑا گلے میں مرے دستِ آرزو میرا

بلائے سامنے کیوں کر مجھے وہ پردہ نشیں
جو ذکر آنے نہ دے اپنے روبرو میرا

سدا ملائک تسبیح خواں کو آئے رشک
سنیں جو میکدے میں شورِ ھاؤ ھو میرا

نہیں بلا سے کوئی یار عشق میں اے دل
کہ غم گسار ھوں میں تیرا اور تو میرا

فلک سیاہ جو ہے اب تلک مگر اس پر
پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا

مثالِ آئنہ چشمِ پُر آب سے میری
گرا نہ اشک کیا پاسِ آبرو میرا

نہ آئی اے نگہِ یار تجھ کو کچھ غیرت
کہ آگے تیغِ اجل کے ھو سر فرو میرا

عجب نہیں ہے مری سوزشِ محبت سے
کہ تارِ شمع ھو ھر ایک تارِ مو میرا

کروں میں کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند
نہیں ہے چاکِ جگر قابلِ رفو میرا

ھمیشہ میں ھوں اسی داؤ گھات میں اے **ذوق**
کہ رام ھو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

۱۸

(یا علی مدد)

یاں تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا
جھلسے ہیں منہ شکار کیے پر بھی شیر کا

جس کے سبب لڑائی ہو وہ آدمی نہیں
کانٹا ہے گھر میں سیہ کا یا گل کنیر کا

مجنوں کی روح دشت میں مانندِ گرد باد
کرتی طواف تھی ترے عاشق کے ڈھیر کا

اس کے طریق ملنے کے ہیں سیکڑوں مگر
کوئی ہے سیدھی رہ کوئی رستہ ہے پھیر کا

دم آ چکا ہے آنکھوں میں تیرا ہے انتظار
بے دید جلد آ کہ نہیں وقت دیر کا

چھوڑا نہ ایک دانۂ اختر سحر تلک
گردوں کو لگ گیا جو مزہ شب ٹھنگیر کا

اس بام تک پہنچ کے گرا ہی تھا رات میں
ہوتا اگر ذرا نہ سہارا منڈیر کا

ہوتے زبانِ حال سے ہیں لفظ وہ ادا
جن میں نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے ذوق خرقۂ درویش مرد کو
نا مرد کے لیے نہیں برقع یہ شیر کا

۱۹

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردماں باندھا
کہ ہے ایک اک گرہ میں حاصل صد بحروکاں باندھا

ترے جوڑے کے کھلنے نے مرا دل دلستاں باندھا
عجب تقدیر نے عقدہ یہاں کھولا وہاں باندھا

یہ بہتان کس نے اظہارِ محبت کا وہاں باندھا
کہ میرے منہ کو بعد ازمرگ تونے بدگماں باندھا

ہوئی تشہیر نعش اس ناتواں کی جبکہ پاؤں میں
نگاہ مور کے رشتہ کو جائے ریسماں باندھا

کہاں دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخل قامت سے
عجب اک گرد نامہ خط نے اے سرو رواں باندھا

کیا مجنوں مجھے آشفتگیِ زلف نے کس کی
کہ میرے سر پہ مرغِ شانہ سر نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا برنگِ قہقہہِ صہبا
تو میں نے تار اک رونے کا لے لے ہچکیاں باندھا

تڑپ کر دامنِ زیں کو نہ آلودہ کرے خوں سے
سرِ فتراک سے یوں تو نے صید نیم جاں باندھا

نہ جھاڑا غیر کو ہرگز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا
مجھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے بد زباں باندھا

وہ ہوں ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی
مرے مرقد پہ چلّہ اس نے آکر دوستاں باندھا

اڑا دے گا دھوئیں اک آن میں اس چرخ گرداں کے
اگر چکّر دھوئیں نے دل کے زیرِ آسماں باندھا

فلک وارستہ پھرنے دے ہے کوئی پر خروشوں کو
گیا ہے آخرش زنجیر سے پیلِ دماں باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی کہ مجھ سے برق نے دب کر
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوّالہ ساں باندھا

مرا دل آگے ہی سینے میں اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیالِ خطِ سبزِ یار نے اک برگ پاں باندھا

تپِ سوزِ محبت کے لیے چارہ نہیں قمری
یہ گنڈا نیل گوں گردن پہ کیوں اے تفتہ جاں باندھا

دلِ مجروح پر میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پرِ طاؤس اس زخمی نے ہے اے دوستاں باندھا

سمجھ کر موجِ دریاے فنا کو خنجرِ بُرّاں
کفن مثلِ حباب اے ذوق سر سے ہم نے یاں باندھا

۲۰

نہ ہوا آب شہادت سے گلو تر نہ ہوا
مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

جل کے میں خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر
یہ وہ سیماب ہے جو کشتہ ہوا پر نہ ہوا

بے چراغ اس کو نہ رکھ داغِ الم سے اے عشق
خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی ترے کوچے سے اے یار کہ میں
جوں حبابِ لبِ جو جامے سے باہر نہ ہوا

خونِ رگ ہائے گلو لاشۂ بے سر سے مرے
آ کے کب جوش میں فوارہ سے ہمسر نہ ہوا

عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتے کے
موے سر حلق سے پیدا ہوئے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جس کو وہ جاں بر نہ ہوا

۲۱

وہ کون ہے جو مجھ پہ تأسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ میں آف نہیں کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اس کے
اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

کچھ اور گماں دل میں نہ گزرے ترے کافر
دم اس لیے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

پڑھتا نہیں خط غیر مرا واں کسی عنواں
جب تک کہ وہ مضموں میں تصرف نہیں کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

تا دل نہ کرے صاف مئے صاف سے صوفی
کچھ سود و صفا علمِ تصوف نہیں کرتا

اے ذوق تکلّف میں ہے تکلیف سراسر
آرام میں ہے وہ جو تکلف نہیں کرتا

۲۲

بعد مُردن بھی خیالِ چشم فتّاں ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالاں ہی رہا

میں ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویاں ہی رہا
خاک پر روئیدہ میری عشقِ پیچاں ہی رہا

پستۂ قندی ہے کامِ غیر میں وہ لعلِ لب
پر مرے حق میں تو سنگِ زیرِ دنداں ہی رہا

بندھ سکا ہم سے نہ مضموں اس دہانِ تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر میں زیرِ زنخداں ہی رہا

جاهلِ منکر نہ آئے راہ پر معجز سے بھی
جہل سے بوجہل اپنے نا مسلماں ہی رہا

پاؤں کب نکلا رکابِ حلقۂ زنجیر سے
توسنِ وحشت ہمارا گرم جولاں ہی رہا

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا
دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا جو حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کس کے رخسارے کی تاب
شب مہِ ہالہ نشیں سر در گریباں ہی رہا

مدتوں دل اور پیکاں دونوں سینے میں رہے
آخرش دل بہہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

سبکو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے زلفیں دل میں بستی تھیں اور اب آنکھیں تری
ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

مجھ میں اس میں ربط ہے گویا برنگِ بو و گل
وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت میں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

۲۳

(ھو العلی)

نالہ اس شور سے کیوں میرا دھائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

لاکھ دیتا فلک آزار گوارہ تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے دردِ جدائی دیتا

دے دعا وادیِ پُر خارِ جنوں کو ہر گام
داد یہ تیری ہے اے آبلہ پائی دیتا

روشِ اشک گرا دیں گے نظر سے اک دن
ہے اِن آنکھوں سے یہی مجھ کو دکھائی دیتا

منہ سے بس کرتے کبھی یہ نہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

پنجۂ مہر کو بھی خونِ شفق میں ہر روز
غوطے کیا کیا ہے ترا دستِ حنائی دیتا

کون گھر آئنے کے آتا اگر وہ گھر میں
خاکساری سے نہ جاروبِ صفائی دیتا

میں ہوں وہ صید کہ پھر دام میں پھنستا جا کر
گر قفس سے مجھے صیّاد رہائی دیتا

خوگرِ ناز ہوں کس کا کہ مجھے ساغرِ مے
بوسۂ لب نہیں بے چشم نمائی دیتا

دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشیں
دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

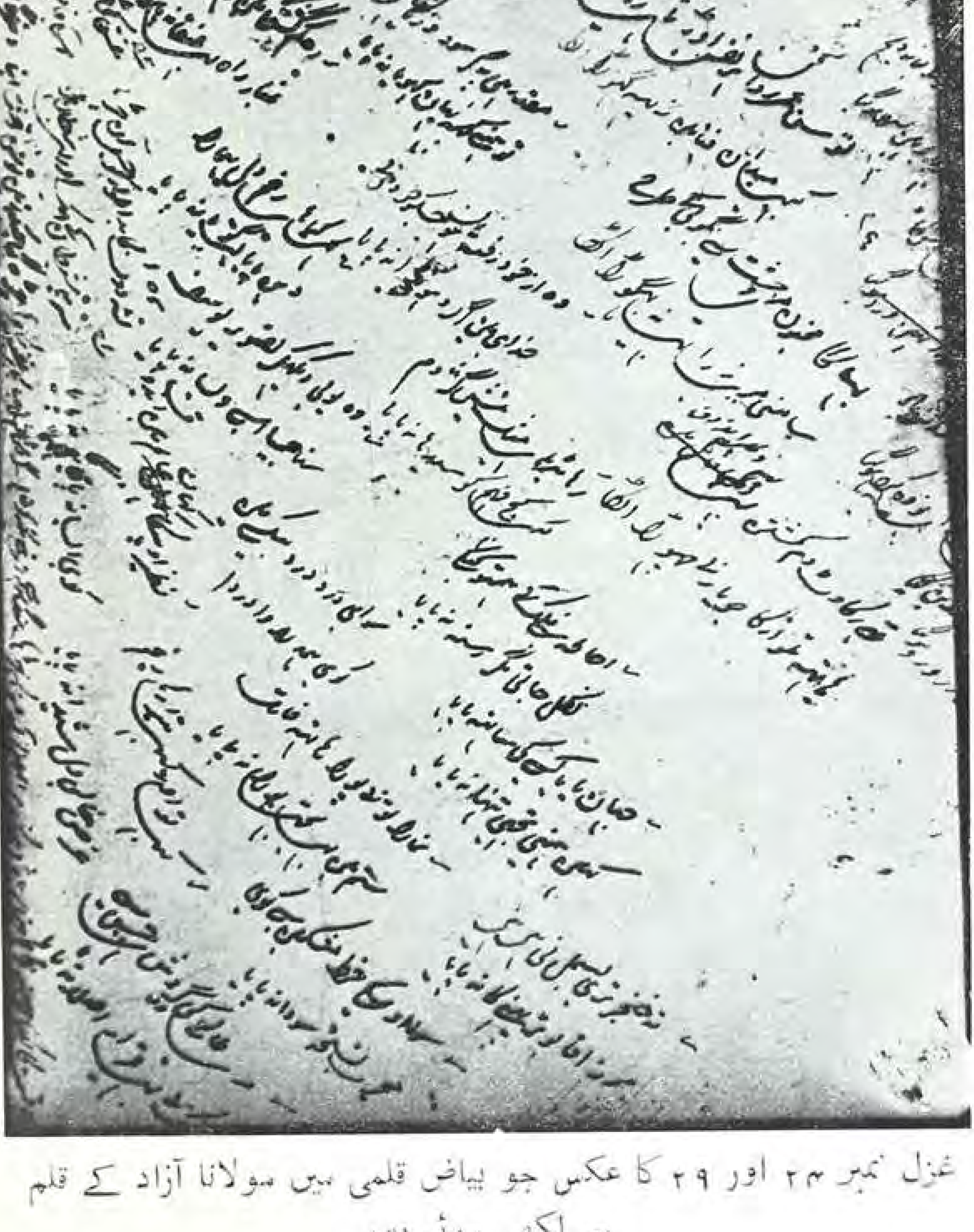

غزل نمبر ۳۲ اور ۲۹ کا عکس جو بیاض قلمی میں مولانا آزاد کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں

۲۴

نالہ جب دل سے چلا سینے میں پھوڑا اٹکا
چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا اٹکا

جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف
کب تک اٹکا رہے دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا

توسنِ عمرِ رواں ہر نفس اُڑتا ہی رہا
کہیں میدانِ فنا میں نہ یہ گھوڑا اٹکا

بھاگا مجنوں مری وحشت سے بگولے کی طرح
سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا اٹکا

تھی رکاوٹ دمِ کشتن بھی جو دل میں اے ذوق
ھاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

۲۵

(یا علی مدد)

دریائے اشک چشم سے جس آن بہہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہہ گیا

بل بے گدازِ عشق کہ خوں ہو کے دل کے ساتھ
سینے سے تیرے تیر کا پیکان بہہ گیا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں
کیا ڈیڑھ چلّو پانی میں ایمان بہہ گیا

ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفاں کہ الحفیظ
بے چارہ مشتِ خاک تھا انسان بہہ گیا

دریائے اشک سے دمِ تحریرِ حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہہ گیا

یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پانی کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہہ گیا

تھا تو بہا میں بیش پر اس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعل بدخشان بہہ گیا

کشتی سوارِ عمر ہوں بحرِ فنا میں ذوق
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہہ گیا

تھا ذوق پہلے دھلی میں پنجاب کا سا حسن
پر اب وہ پانی کہتے ھیں ملتان بہہ گیا

۲۶

(یا علی مدد)

کل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

گر بعدِ فقر پھر سگِ دنیا ہوا فقیر
کم بخت پاک ہو کے پلیدوں میں مل گیا

آخر کو فیضِ بیعتِ دستِ سبو سے آج
پیرِ مغاں کے میں بھی مریدوں میں مل گیا

اس شکل سے ہوا وہ طلب گار دیدِ یار
صاف آئنے کا نقشہ ندیدوں میں مل گیا

دکھلا کے چاکِ سینہ فلک کہکشاں سے رات
اس ماہ وش کے سینہ دریدوں میں مل گیا

کیا جانے تیغِ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جوں ملخ وہ حلق بریدوں میں مل گیا

حُبِ حسین[۴] ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حر
تھا گرچہ اشقیا میں سعیدوں میں مل گیا

۲۷

(یا علی مدد)

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیّاد کا

روزِ مرگِ عاشق ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شورِ ماتم غل مبارک باد کا

آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہیں یہ سخت جاں
کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

کچھ گدازِ عشق میں ہوتا اثر تو دیکھتے
کوہ کے چشموں سے ہوتا خوں رواں فرہاد کا

سرو موجِ آبِ جو سے پائے در زنجیر ہے
کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہے آزاد کا

آب داری ہے تری تلوار میں یا ہو گیا
آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

ہو سبق آموزِ شوخی گر پری کو چشمِ شوخ
کام لے موجِ نگہ سے سیلیِ اوستاد کا

سوزش غم سے ہزاروں داغ جل جل کر پڑے
ہو گیا میرا کفن جامہ مگر حدّاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقتِ قتلِ عام
کیوں نہ میں کشتہ ہوں اے قاتل تری اس یاد کا

ہوں میں چکّر میں لگی جس دن سے دنیا کی ہوا
حال ہے میرا بعینہ آسیائے باد کا

لگتے ہی شمشیر کے جو سر ہمارا اڑ گیا
لے اڑے گا شوق پابوسی مگر جلّاد کا (کذا)

گرچہ ہے استاد شیطاں نفس شاگردِ رشید
پر یہ شاگرد رشید استاد ہے استاد کا

ذوق حیراں ہے بہت فکرِ کشاد کار میں
یا علی مشکل کشا یہ وقت ہے امداد کا

۲۸

میں کہاں سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤں گا
کیا وہ پتھر ہے کہ پھسلنا کہ پھسل جاؤں گا

نالہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤں گا
بلکہ میں توڑ کے اس کو بھی نکل جاؤں گا

سر کے بل جاؤں گا یا پاؤں کے بل جاؤں گا
جاؤں گا کوچۂ دلدار میں کل جاؤں گا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجھ کو
ورنہ میں جا کے وھاں دیکھ مچل جاؤں گا

مدرسے میں بھی اگر جاؤں گا تو جاے کتاب
شیشۂ بادہ لیے زیرِ بغل جاؤں گا

کوچۂ یار میں جاؤں گا تو مثلِ خورشید
پاسِ آداب سے میں سر ھی کے بل جاؤں گا

میں وہ مشتاقِ شہادت ھوں کہ سر دینے کو
پائے کوباں تہِ شمشیرِ اجل جاؤں گا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خوں ھو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤں گا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کم بخت کہ جل جاؤں گا

ھوں سو ھوں کس سے کہوں کیا کہوں یہ تو معلوم
کہ بدل دے گا کوئی اور میں بدل جاؤں گا

آنکھ سے اشک صفت مجھ کو گرا کر نہ سنبھال
میں نہیں وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤں گا

سرد مہروں سے فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ
نخلِ سرما زدہ کی طرح سے جل جاؤں گا

قیس و فرہاد کو بتلاؤں گا کچھ عشق کی راہ
اب کے میں گر طرفِ دشت و جبل جاؤں گا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہاں میں اے ذوق
کچھ نہ ھاتھ آئے گا تو ھاتھ تو مل جاؤں گا

۲۹

۱۵۲

آپ سے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

جس انساں کو سگ دنیا نہ پایا
فرشتہ اُس کا ہم پایا نہ پایا

مقدر ھی پہ گر سود و زیاں ہے
تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا

وہ از خود رفتہ ھوں جس کو خودی نے
خدائی میں اگر ڈھونڈھا نہ پایا

رہا ٹیڑھا مثالِ نیش کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے
نکل جاتے مگر رستا نہ پایا

جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا
کبھی ہم نے تجھے تنہا نہ پایا

تہِ خنجر ترے بسمل نے ہے ہے
ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا

مزار کُشتۂ خونیں کفن پر
سوائے لالۂ صحرا نہ پایا

سراغِ عمرِ رفتہ ہو تو کیوں کر
کہیں جس کا نشاں پایا نہ پایا

لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام
خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا

رہ گم گشتگی میں ہم نے اپنا
غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا

کہے کیا ہائے زخمِ دل ہمارا
دہن پایا لبِ گویا نہ پایا

وہ بولے دیکھ کر تصویرِ یوسف
سنا جیسا اسے ویسا نہ پایا

سوائے دردِ دردِ بے کسی میں
کوئی ہمدرد وا دردا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم میں بھی تجھے پورا نہ پایا

چراغِ داغ لے کر دل میں ڈھونڈا
نشاں پر صبر و طاقت کا نہ پایا

سوا اس کے خطِ مشکیں کے کوئی
مجرّب نسخۂ سودا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

نظیر اُس کا کہاں عالم میں اے **ذوق**
کوئی ایسا نہ پائے گا نہ پایا

۳۰

۱۵۲

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا بجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتابِ قیامت جسے تو وہ
نکلا چراغِ داغِ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے
اک نیمچہ ہے زہر میں گویا بجھا ہوا

پھر آہِ سرد دل میں ہوئی میرے شعلہ زن
لو پھر بھڑک اٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے
پر تھا مرے نصیب سے توڑا بجھا ہوا

جل کر اگر بجھے بھی دل سوختہ مرا
تو پھر جلے گا جیسے کہ کولا بجھا ہوا

ہم آپ جل بُجھے مگر اس دل کی آگ کو
سینے میں ہم نے **ذوق** نہ پایا بجھا ہوا

۳۱

پہنچا آبِ تیغِ قاتل تا بہ سر اچھا ہوا
اے دلِ مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایک دن بالکل نہ میں اے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم آدھر اچھا ہوا

آبِ خنجر کی ترے ہو جو زیادہ آبرو
آج مدت میں ہمارا حلق تر[1] اچھا ہوا

آ رہے گا دشت میں لیلیٰ ترے ناقے کے کام
ہو گیا مجنوں جو کانٹا سوکھ کر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزا مجھ کو چکھا دے عشق کا
بھر دیا لون اُس نے دل کو چیر کر اچھا ہوا

سن کے مجنوں نے مرے شورِ جنوں کو یہ کہا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بندھ گیا اس مو کمر کا جب کہ مضمونِ کمر
ہو گئی معنی میں دقّت شعر پر اچھا ہوا

مجھ کو صدقہ کر اگر ہے بد مزا تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ کیا تو نے آدھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سے اور اس دلبر کا دل
واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کہنا کہ لو
اب تو دامن بھی ہوا لوھو سے تر اچھا ہوا

۱- فک اضافت

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جانِ حزیں
دیر مت کر ساتھ تیرے ہم سفر اچھا ہوا

آئنہ خانہ میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے بُرا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سن کر پہلے تو کچھ رک گئے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر اچھا ہوا

۳۲

غضب ہے آہ سینے میں بھڑکنا آتشِ غم کا
کہ جاے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہاں میں عرصہ عشرت سے سوا دہ‌چند ہے غم کا
کہ ہووے عید کا اک دن تو عشرہ ہو محرّم کا

ترے عاشق کو یوں ہے خوشگوار آبِ دمِ خنجر
مسلماں کو لگے جس طرح شیریں آب زمزم کا

برنگِ طوق قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمندِ گردنِ دل ہے جو حلقہ زلفِ پر خم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارضِ گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سئے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغِ تبسم کے
کہ یاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ عیسی مریم کا

دلیرانِ محبت کو خلش سے اس کی مژگاں کی
ہوا کنجِ لحد بھی پر سناں جوں چاہ رستم کا

خراشِ سینہ میں اک رہ گیا ہے ٹوٹ کر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں سے
تعجب کیا کہ ابلیس لعیں دشمن ہے آدم کا

خط اس کا وصل کی دولت کا ہے پیغام اے قاصد
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیرِ اعظم کا

شہید اے ذوق سینے میں ہوئی ہیں حسرتیں لاکھوں
مری جو آہ ہے گویا وہ ہے اک نخل ماتم کا

۳۳

نیمچہ یار نے جس وقت بغل میں مارا
جو چڑھا منہ اسے میدانِ اجل میں مارا

مال جب اس نے بہت رد و بدل میں مارا
ہم نے دل اپنا اٹھا اپنی بغل میں مارا

اس لب و چشم سے ہے زندگی و موت اپنی
کہ کبھی پل میں جلایا کبھی پل میں مارا

کھینچ کر عشقِ ستم پیشہ نے شمشیر جفا
پہلے اک ہاتھ مجھی پر تھا ازل میں مارا

چرخِ بد بین کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشمِ زحل میں مارا

اجل آئی نہ شبِ ہجر میں اور ہم کو فلک
بے اجل تو نے تمنائے اجل میں مارا

عشق کے ہاتھ سے نے قیس نہ فرہاد بچا
اس کو گر دشت میں تو اس کو جبل میں مارا

۱۵۷

دل کو اس کا کلِ پیچاں سے نہ بل کرنا تھا
یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

کون فریاد سنے زلف میں تو نے دل کی
ہے مسلماں کو کافر کے عمل میں مارا

عرس کی شب بھی مری گور پہ دو پھول نہ لائے
پتھر اک گنبدِ تربت کے کنول میں مارا

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

ہم نے جانا تھا جبھی عشق نے مارا اس کو
تیشہ فرہاد نے جس وقت جبل میں مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

۳۴

۱۵۲

اتارا تن سے سر تو نے تو اس شامت کے مارے کا
ارے احسان مانوں سر سے میں تنکا آتارے کا

ستارے دیکھ کر موتی تمھارے گوش وارے کا
کہیں ہم کو ملا یہ نور صدقہ اس ستارے کا

مرے طالع میں ہے کیا کام اے گردوں ستارے کا
چمک جانا ہے کافی آتش دل کے شرارے کا

جسے کہتے ہیں بحرِ عشق اس کے دو کنارے ہیں
ازل نام اس کنارے کا ابد نام اس کنارے کا

مری منزل میں تو ماہ سریع السیر ہے جاناں
رکھے ہے حکم گھر میں دشمنوں کے قطب تارے کا

نفس ہے جادۂ عمرِ رواں جس طرح سے گذرے
یہاں پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذارے کا

ڈھلکتا دانۂ تسبیح کے مانند ہے منکا
کہ جب ٹھیرا سفر دنیا سے کیا کام استخارے کا

سرِ راہِ فنا میں ہوں مہیائے سفر لیکن
برنگِ اشکِ مژگاں منتظر ہوں اک اشارے کا

خریدار اس کی رحمت جنسِ عصیاں کی ہے رحمت سے
چھڑک کر بیچتا ہوں نفع پر سودا خسارے کا

ملے اکسیر گر اس کشت و خوں سے میں نہ لوں ہرگز
مرے مذہب میں خوں کرنا ہے کشتہ کرنا پارے کا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بد تر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

ترا ہر موے مژگاں دل کو انگشتِ اشارت ہے
سمجھنے والا مجھ سا چاہیے پر اس اشارے کا

مفیدِ ہولِ دل ہوں چاندنی کے پھول کیا مجھ کو
دکھا دو خندۂ دنداں نما اس ماہ پارے کا

فقط تارِ نفس کا ذوق خط جادہ کافی ہے
پئے عمرِ رواں کیا چاہیے رستہ گذارے کا

۳۵

شوقِ نظارہ ہے جب سے اس رخ پر نور کا
ہے مرا مرغِ نظر پروانہ شمعِ طور کا

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پر شور کا
ہوں صریرِ خامہ سے میں کام بانگِ صور کا

اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس مہجور کا
دل نہ اٹکائے کہیں اللہ بے مقدور کا

لطف جاتا ہے سرودِ نالۂ پر شور کا
خونِ دل پینا ہے یہ کھانا مجھے سیندور کا

وادیِ ظلمت میں اپنی دخل ہے کب نور کا
مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغِ دور کا

تیرے کوچے میں تنِ لاغر ترے رنجور کا
اک غبارِ ناتواں ہے کاروانِ مور کا

نزع میں بھی دھیان تھا اس نرگسِ مخمور کا
مجھ کو شربت میں مزا آیا مئے انگور کا

باندھوں میں مضموں جو اپنی شور بختی کا کوئی
ہو زمینِ شعر میں عالم زمینِ شور کا

میں ہوں وہ نخچیر جس کو دیکھتا ہے وقتِ ذبح
دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہرِ ساطور کا

تیرے قامت سے جو ہو برپا قیامت سرو پر
کام لے منقار سے فریادِ قمری صور کا

اس نزاکت پر نظر کرنا کہ وہ رشکِ پری
بال بھی باندھے جو مسے پر تو زلفِ حور کا

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مستِ ناز
جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

تفتہ دل وہ ہوں کہ میرے داغِ سوزاں کے لیے
گرمیِ مرہم سے اڑ جائے اثر کافور کا

گر ترے فریادیوں کے نامۂ پیچیدہ کو
لب پہ رکھ کر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

حق تو یوں ہے یہ انانیّت عجب غمّاز ہے
قصہ پہنچایا زبانِ دار پر منصور کا

عشق کے مکتب میں ہو فرہاد سب سے تیز ذہن
تین دن چاٹے اگر تعویذ میری گور کا

زخم میرا ہے وہ ایذا دوست خوں رونے لگے
منہ سے گر جرّاح کے سن پائے نام انگور کا

جھانکتے تھے وہ ہمیں جس روزنِ دیوار سے
وائے قسمت ہو اسی روزن میں گھر زنبور کا

دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہری کا تری
بیش‌تر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا

تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دست‌گیر
استخواں سے ہو مری دستہ تری ساطور کا

عشق نے ڈالی تھی جب قصرِ محبت کی بنا
لکھ دیا تھا کوہ‌کن بھی نام اک مزدور کا

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخِ آہو کی طرح
پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغِ گور کا

دیکھنا زہرابِ پیکانِ محبت کا اثر
چشمِ افعی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا

کھینچے مانی اس پری کی کیوں کہ تصویرِ کفک
جمع جب تک ہو نہ رنگِ سرخ روئے حور کا

ذوقِ راہِ عشق وہ کوچہ ہے جس کی خاک میں
ہے دُرِ تاجِ سلیماں بیضہ بیضہ مور کا

۳۶

یا علی مدد

تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں بہتر پیدا
گر کیا اس کو پیمبر، تجھے کافر پیدا

ہے جہاں کشتۂ مژگاں کا تمھارے مدفن
عوضِ سبزہ ہو واں خاک سے نشتر پیدا

عاجزی سے رہے آئے نہ ہوا میں کم‌زور
موت ہے چیونٹی کی ہوں اس کے اگر پر پیدا

قصدِ پرواز کرے کیوں نہ مرا طائرِ روح
تیرے خنجر سے جو پہلو میں ہوں شہپر پیدا

خط ترا شعلۂ رخسار پہ ہے معجزِ حسن
ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیوں کر پیدا

خاکِ دل سوختہ یک مشت ہوگر صرفِ چمن
ہوویں غنچے کی جگہ باغ میں اخگر پیدا

رخِ روشن پہ عیاں ہیں جو عرق کے قطرے
کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوے اختر پیدا

در فشاں وقتِ سخن ہیں لبِ رنگیں تیرے
ہوئے گویا ہیں یہاں لعل سے گوہر پیدا

اشکِ گرم ایک بھی دریا میں جو ٹپکے میرا
جائے ماہی ہو تہِ آب سمندر پیدا

آسماں سخت مزاجوں کو ہنر دیتا ہے
دیکھ لو ہوتے ہیں فولاد میں جوہر پیدا

سر کٹانے میں مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے
خوں کے قطروں کی جگہ سیکڑوں ہوں سر پیدا

بے مکیں ہوتی نہیں زیب مکاں کی اے ذوق
خانۂ دل ہے تو کرلو رخِ دلبر پیدا

۳۷

نام یوں پستی میں بالا تر ہمارا ہو گیا
جس طرح پانی کنوئیں کی تہہ میں تارا ہو گیا

میرے گریہ سے جو پانی سنگِ خارا ہو گیا
کوہ کے چشموں کا ہر آنسو شرارا ہو گیا

ذکرِ دنیا نفسِ مردہ کو ہوا آبِ حیات
مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہو گیا

دانت یوں چمکے ہنسی میں رات اس مہ پارہ کے
میں نے جانا ماہِ تاباں پارہ پارہ ہو گیا

دل پہ زخموں کی ترقی سے ہوئی اک اور بہار
آگے تھا صد برگ اب یہ گل ہزارا ہو گیا

ہر حبابِ بحر کی کھل جائے گی تارا سی آنکھ
عکس افگن گر رخِ روشن تمہارا ہو گیا

شیخ نے افطاریوں کے تر نوالے کھا لیے
ہاں مگر روزے کی خشکی سے چھوارا ہو گیا

ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیرِ مرگ
ہو گیا جس طرح کوئی دم گزارا، ہو گیا

ظلمتِ عصیاں سے میری بن گیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دُم‌دار تارا ہو گیا

ایک دم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار
پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہو گیا

رشک سے اس زلف کے کیا مشک ھی یکسر ھے خون
بلکہ جل کر سوختہ عنبر بھی سارا ھو گیا

دی شہادت نشے کی سرخی سے چشم یار نے
لو ھمارا خون پنہاں آشکارا ھو گیا

ذوق اس بحر جہاں میں کشتی عمر رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ھی کنارا ھو گیا

۳۸

(ھو العلی الاعلیٰ)

نام منظور ھے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا ، چاہ بنا ، مسجد و تالاب بنا

یہ مرا مرھم زخم دل بے تاب بنا
آب سے نشتر سر تیز کے تیزاب بنا

نہ بجھی اشک کے دریا سے مری آتش دل
جب تلک شعلۂ جوالہ نہ گرداب بنا

چشم مخمور کا ھوں کس کی میں کشتہ یا رب
کہ مری خاک سے بھی جام مئے ناب بنا

ھائے پچھتاتا ھوں کیوں اس سے کیا میں نے بگاڑ
کہ جو اس طرح سے اب پھرتا ھوں بیتاب بنا

دل بے تاب کو ھم سینے میں ٹھہرا نہ سکے
شعلہ خو دیکھتے ھی تجھ کو وہ سیماب بنا

سرمۂ چشم عزیزاں نہ بنا تو ناداں
کیا بنا خاک غبار دل احباب بنا

خال عارض ترا ھندو ھے بلا سے کافر
تیرہ بختوں کے پئے ذبح تو قصاب بنا

ہے اسی دن سے مئے عیش میں اک تلخیِ مرگ
آہ جس دن سے فلک کاسۂ زہراب بنا

تو اگر آپ کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ
اپنا آئینہ مرا دیدۂ پر آب بنا

آہ کے ساتھ جو نکلا شررِ آتشِ دل
چرخ پر جا کے وہ خورشیدِ جہاں تاب بنا

اپنے جلسے میں جلاتے ہیں مجھے میرے حبیب
میں ہوں اک شمع پئے مجلسِ احباب بنا

تیرہ روزی نے مری مہرِ جہاں تاب کا نور
دیا جس وقت اڑا کرمکِ شب تاب بنا

آیتِ سجدہ ہے حق میں مرے ہر جوہرِ تیغ
ہے خمِ تیغ فقط کیا خمِ محراب بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم اے ذوق
تو کہیں موج بنی اور کہیں گرداب بنا

۳۹

(ھوالعلی الاعلیٰ)

جو رنگِ رنج و ماتم کا یاں نمود ہوتا
تو زمین زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اس کو سود ہوتا
دلِ سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا

تری بزم میں تو جلتا جو تجھے بھی بو پہنچتی
جو یونہی تھا دل کو جلنا تو بلا سے عود ہوتا

تہِ خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دل کا
تو شرارِ سنگ تربت میں بھی اپنے دود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

جو ہیں سر گزشتہ ان کو تو ہے سرکا دینا مشکل (کذا)
کہ وہ سر بکف نہ ہوتا جو نہ دستِ جود ہوتا

لبِ نازک اس کا کیوں کر کبھو بارِ حرف اٹھائے
کہ جو صدمۂ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا

جو نہ ہو امیدِ واشد نہ ہو دل گرفتہ غنچہ
کہ قبول تنگ رہنا نہیں بے کشود ہوتا

یہ حیاتِ چند روزہ جو نہ سدِّ راہ ہوتی
تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

وہ ہیں کیا جو زر بکف ہیں یہ ہمیشہ سر بکف ہیں
ترے جاں نثار کا سا نہیں دستِ جود ہوتا

ترے در کی جبہہ سائی اگر اشک اپنے کرتے
سرِ قطرہ قطرہ پر اک اثرِ سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھ سا نہیں پہنچا ذوق ورنہ
شجرِ زقوم دوزخ میں بھی خشک دود ہوتا

۴۰

کسی بےکس کو اے بیدادگر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیرگر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھ کر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اُس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی اس نے دل کو تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا
کسی نے قہقہہ اے بےخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگِ لعلِ عرقِ خوں
جو غوطہ آب میں تو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر دل دونوں پہلو میں ہیں زخمی اس نے کیا جانے
ادھر مارا تو کیا مارا، اُدھر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ سنگینِ خسرو پر بھی ضرب اے کوہ کن پہنچی
اگر تیشہ سرِ کہسار پر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشمِ بدبیں میں
فلک پر **ذوق** تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا

۴۱

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا
ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بےنم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بےداغ وہ جل جائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تجھ سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اس کی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دلِ انساں کو نہ وہ زلفِ سیہ فام
اژدر کوئی گر اس کو نگل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے تری اٹھنے کا نہیں پھر
یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

فرقت میں تری تارِ نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

اے گریہ نہ رکھ میرے تنِ خشک کو غرقاب
لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا

ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت
یہ سینہ پھپھولوں سے جو پھل جائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام
اور چاہوں کہ گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یوں ہی ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے وہ یہاں سے
دل اس کا یہیں گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطعِ رہِ عشق میں اے ذوق ادب شرط
جوں شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

۴۲

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا
کہ نیچے آسماں کے اور پیدا آسماں ہوتا

کبھے ہے مرغِ دل اے کاش میں زاغِ کماں ہوتا
کہ تا شاخِ کماں پر اُس کی میرا آشیاں ہوتا

ابھی کیا سرد قاتل یہ شہیدِ تفتہ جاں ہوتا
کوئی دم شمعِ مردہ میں بھی ہے باقی دھواں ہوتا

نہ ہوتی دل میں کاوش گر کسی کی نوکِ مژگاں کی
تو کیوں حق میں مرے ہر موے تن مثلِ سناں ہوتا

عزاداری میں ہے کس کی یہ چرخِ ماتمی جامہ
کہ جیبِ چاک کی صورت ہے خطِ کہکشاں ہوتا

بگولا گر نہ ہوتا وادیِ وحشت میں اے مجنوں
تو گنبد ہم سے سرگشتوں کی تربت پر کہاں ہوتا

جو روتا کھول کر دل تنگناے دھر میں عاشق
توجوے کہکشاں میں بھی فلک پرخوں رواں ہوتا

نہ رکھتا گر نہ رکھتا منہ پہ یہ دانا مریضِ غم
مگر تیرا میسر بوسۂ خالِ دہاں ہوتا

ترے خونیں جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مژگاں کی طرح اُس سے بھی پیہم خوں رواں ہوتا

رکاوٹ دل کی اُس کافر کے وقتِ ذبح ظاہر ہے
کہ خنجر میری گردن پرھے رک رک کر رواں ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

۴۳

نیمچہ جو مول وہ بانکا جواں لینے لگا
موت کے جی میں مزے یہ نیم جاں لینے لگا

تیر چٹکی میں لیا اس نے پئے جانِ عدو
رشک میرے دل میں کیا کیا چٹکیاں لینے لگا

جس نے کی اس مے کدے میں بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغاں لینے لگا

نام میرا سن کے مجنوں کو جنبھائی آ گئی
بیدِ مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر
مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

ہے جو غنچوں کا چٹکنا انگلیوں کی سی چٹک
یہ بلائیں کس کی باغ اے باغباں لینے لگا

لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہاں لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پر تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کارِ فساں لینے لگا

حسن سے ہے تا دل آہن بھی گرمِ اختلاط
شمع کی گل گیر جو منہ میں زباں لینے لگا

موت اس کو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یوں ترا بیمارِ غم جو ہچکیاں لینے لگا

رات کو اے ذوق اس کی نوکِ مژگاں کا خیال
تن پہ ہر مو سے مرے کارِ سناں لینے لگا

۴۴

(ھو اللہ اکبر)

سرمہ ہے صفا ک شہرہ ہے نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے باڑہ کاٹے نام ھو تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے کیا ہو ٹھکانا اس خدائی خوار کا

گر دکھاؤں جوش اپنے نالہ ہائے زار کا
کام لوں ہر تارِ مو سے تارِ موسیقار کا

دیتا ہے کعلہ کو آرایش یہ جامے کی طرح
زاہد و سایہ مرے بت خانے کی دیوار کا

سوز میرے مرثیے کا ہے جو فریادِ سپند
میں شہیدِ ناز ہوں کس آتشیں رخسار کا

استخواں اس سوختہ جاں کے نہ کھانا زینہار
اے ھما یہ رزق ہے مرغانِ آتش خوار کا

۴۵

ہر گام پر رکھے ہے وہ یہ ہوشِ نقشِ پا
ہو خاکِ عاشقاں نہ ہم آغوشِ نقشِ پا

افتادگاں کو بے سر و ساماں نہ جانیو
دامانِ خاک ہوتا ہے روپوشِ نقشِ پا

اعجازِ پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں
بول اٹھے منہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا

آس رہ گزر میں کس کو ہوئی فرصتِ مقام
بیٹھے ہے نقشِ پا بہ سرِ دوشِ نقشِ پا

جسمِ نزارِ خاک نشینانِ کوے عشق
یوں ہے زمیں پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا

فیضِ برہنہ پائیِ مجنوں سے دشت میں
ہر آبلہ بنے ہے درِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق آس کے بہ آغوشِ نقشِ پا

۴۶

(یا علی مدد)

ترے ہاتھوں کوئی آوارا اے گردوں نہ ٹھہرے گا
و لیکن تو بھی گر چاہے کہ میں ٹھہروں نہ ٹھہرے گا

سوارِ ناقہ گر رہ میں سرِ ہاموں نہ ٹھہرے گا
اگر سو کوس ہوگا نجد میں مجنوں نہ ٹھہرے گا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے مستغنی
اگر ہاتھ آئے گا گنجینۂ قاروں نہ ٹھہرے گا

گرا ہوں چشمِ ساقی سے کفِ تصویر پر میری
بنائیں گے اگر جامِ مئے گل گوں نہ ٹھہرے گا

کوئی دم ٹھہرنے دو اس کو بالیں پر مرے یارو
ابھی سے کیا کہوں حالِ دلِ محزوں نہ ٹھہرے گا

بتاتے ہو علاجِ اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو آب نزلہ ہے کہ بے افیوں نہ ٹھہرے گا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ اے قاتل
نہ ٹھہرا ہے زمیں پر عاشقِ محزوں نہ ٹھہرے گا

۴۷

طلبِ حق میں اگر بادیہ پیما ہوتا
میرا ہر آبلۂ پا یدِ بیضا ہوتا

آنکھ اٹھا اپنے جو بیمار کو دیکھا ہوتا
تجھ پہ قربان میں اے رشکِ مسیحا ہوتا

خاک ہو جاتا اگر راہِ خدا میں بخدا
تو نہ سر سنگِ درِ دیر و کلیسا ہوتا

قدرتِ حق سے عجب کیا جو مری رہ کا غبار
رونقِ افسرِ اسکندر و دارا ہوتا

دیکھ سکتا جو تجلّیِ رخِ جاناں کو
لن ترانی کا سزاوار نہ موسا ہوتا

رنجِ دوریِ صنم اور جو ہوتا چندے
مسکنِ نالۂ دل عرشِ معلّی ہوتا

دیکھتا چاہِ ذقن کو جو تہِ سبزۂ خاک
خضر کو چشمۂ ظلمات کا دھوکا ہوتا

آستاں بوسیِ سلطاں سے نہ کرتے پرہیز
ہم کو گر حوصلۂ ثروتِ دنیا ہوتا

شبِ فرقت میں جلا کرنے سے ہرشب کے صنم
کاش مر جاتا میں اک روز تو اچھا ہوتا

ذوق کہتا جو تو اور اس میں غزل تو مائل
دلِ عالم نہ بخوشِ گوئیِ سودا ہوتا

۴۸

جلوۂ یار لبِ بام جو دیکھا ہوتا
طور پر جا کے نہ سائل کبھی موسیٰ ہوتا

لوگ کہتے ہیں ترے لب میں ہے اعجازِ مسیح
امتحاناً مرے لاشے پہ تو بولا ہوتا

چھوڑتا تا بہ قیامت نہ ترے دامن کو
دسترس مجھ کو اگر مثلِ زلیخا ہوتا

نالۂ غم زدگاں سنتا جو اے اہلِ حرم
شرمگیں نالۂ ناقوس کا ایسا ہوتا

طاقتِ پائے جنوں کم نہ اگر ہو جاتی
ہاتھ ہوتا مرا اور دامنِ صحرا ہوتا

خشم فرہاد پہ خسرو کو نہ آتا ہرگز
کاش مٹی کے عوض شیریں کو بھیجا ہوتا

قدرِ عریانی نہ پھر کوئی بھی کرتا اے ذوق
. . . . حریر و خزو دیبا ہوتا

۴۹

کس بتِ شعلہ رو سے آج وعدۂ ہم کنار تھا
برق صفت جو دل مرا سینے میں بے قرار تھا

گرمِ نظارہ رات دن جب کہ تھے اس پری کے ہم
اپنا یہ ہر مسامِ تن دیدۂ انتظار تھا

کس کی میں برقِ حسن کا نزع میں منتظر رہا
دل کو نہ بعدِ مرگ بھی چین تہہِ مزار تھا

خلدِ بریں کہیں اگر اس کو تو ہے یہی بجا
قطعِ زمینِ کوئے یار روکشِ لالہ زار تھا

موجِ صبا کی طرح سے تیری گلی میں چرخ زن
کس کے شہیدِ ناز کی خاک کا یہ غبار تھا

چین ملا نہ گور میں مارِ گزیدہ ساں اسے
اے دلِ زار جو کوئی کشتۂ زلفِ یار تھا

میری طرح کب اور کو دوری ہو گل رخاں سے یوں
باغِ جہاں میں لالہ ساں سینۂ داغ دار تھا

دشتِ جنوں میں بعدِ قیس پھرتا ہے کون یوں کہیں
میرے ہی آبلوں کا خوں رونقِ نوکِ خار تھا

ذوق آمیدِ مغفرت حشر میں کیوں کہ ہو، کوئی
صفحۂ دھر پر نہیں تجھ سا سیاہ کار تھا

۵۰

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکاں نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آساں نکل آیا

تھا کوچۂ قاتل میں شہادت کا دفینہ
کھودا تھا کنواں گنجِ شہیداں نکل آیا

شب ہم نے تہیہ جو کیا توبہ کا ساقی
مغرب سے سحر مہرِ درخشاں نکل آیا

عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسف کنعاں
درھا کے مقفل سے عزیزاں نکل آیا

تنگ آ کے جو قالب میں سے دم نکلے تو جانوں
زنداں سے کوئی قیدیِ زنداں نکل آیا

ھاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوھرِ مقصود
دریا سے تہی پنجۂ مرجاں نکل آیا

ساتھ آہ کے اس طرح سے اک شعلہ سا چمکا
میں نے تو یہ جانا دلِ سوزاں نکل آیا

جوں مار سیہ نکلے ہے پونگی کی صدا پر
یوں دل کا دھواں آہ سے پیچاں نکل آیا

دل رکھ کے کہیں ذوق کا ہم بھول گئے تھے
گم تھا وہ کئی دن سے مگر ہاں نکل آیا

۵۱

۱۵۲

آدم دوبارہ سوئے بہشتِ بریں گیا
دیکھو جہاں خراب ہوا پھر وہیں گیا

دنیا گئی کہ عشق میں ایمان و دیں گیا
وہ مل گیا تو جانیے کچھ بھی نہیں گیا

خورشید وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ زمیں گیا

دیکھا کہیں نہ اس کو جو دیکھا تو اپنے پاس
میں دور دور جوں نگہِ دوربیں گیا

۵۲

پھر خیالِ ہجرِ جاناں گردِ دل رہنے لگا
جوں چراغِ صبح پھر جی مضمحل رہنے لگا

اس قدر چمکا ہے تیرا حسن اے خورشید رو
دیکھ ماہ چاردہ جس کو خجل رہنے لگا

آب دے اے گریہ میرے سینۂ سوزاں میں پھر
شعلۂ نارِ محبت مشتعل رہنے لگا

دیکھ کر اس کو چراغِ طور بھی گل ہو گیا
یوسفِ مصری بھی کچھ ہے منفعل رہنے لگا

یاد میں اُس قامتِ رعنا کے روتا ہوں ز بس
سرو ساں باغِ جہاں میں پا بہ گِل رہنے لگا

نبض بیمارِ محبت کی ترے دیکھ اے مسیح
پھر خیالِ چارہ سازاں سوے سل رہنے لگا

مردمک دیدہ کی میرے کیوں نہ ہو جائے سفید
دھیان میں ہر دم ترے عارض کا تل رہنے لگا

کوئی بھی تدبیر جب دیکھی نہیں چلتی ہے تب
میں رقیبِ روسیہ سے ذوق مل رہنے لگا

۵۳

رشکِ خورشید ہے سیبِ ذقنِ سرخ ترا
معدنِ لعل و گہر ہے دہنِ سرخ ترا

رنگ و رخ کیوں کہ نہ مرغانِ گلستاں کا اڑے
غیرتِ عارضِ گل ہے بدنِ سرخ ترا

خوں کا دریا مری آنکھوں سے بہا جاتا ہے
جب سے دیکھا ہے پری پیرہنِ سرخ ترا

منفعل ہو شفقِ صبح جسے دیکھ اے ذوق
دامنِ گور میں تھا وہ کفنِ سرخ ترا

۵۴

یہ جس کے ناوکِ مژگاں کا دل نشانہ ہوا
وہ رفتہ رفتہ صنم آفتِ زمانہ ہوا

پس از فنا بھی میں ثابت قدم رہا صد شکر
گلی سے اس کی نہ (یہ) میرا خوں روانہ ہوا

رہے ہے خلقِ خدا جس کے آگے سر بسجود
وہ رشکِ کعبہ ترا سنگِ آستانہ ہوا

ہدف نہ مرغِ چمن ہی ہوا نگہ کا تری
کہ مرغِ سدرہ نشیمن تلک نشانہ ہوا

زیادہ آن سے بھی جاں باز ہو گئے ہیں صنم
جہاں میں وامق و مجنوں کا کیا فسانہ ہوا

چمن میں آتشِ گل نے جلا دیا اس کو
مرا خزاں سے نہ برباد آشیانہ ہوا

صدا جو نکلے ہے پُر درد استخواں سے مرے
دلِ ستم زدہ کیا سائلِ فسانہ ہوا

ذرا تو شیشۂ مے ہاتھ سے یہاں رکھ دو
حرم بھی شیخ جی صاحب(؟) شراب خانہ ہوا

اسی زمیں میں غزل ایک اور بھی لکھ **ذوق**
کہ اس میں تیرا ہر اک شعر عاشقانہ ہوا

۵۵

نہ میں ہی دیکھ کے چشمِ پری دوانہ ہوا
ذبیحِ ابروے خوں ریز اک زمانہ ہوا

وہ ہم سے پردے ہی میں اب تلک رہا افسوس
اور اپنا قافلۂ عمر بھی روانہ ہوا

جلا دیا وہیں پھر برقِ آہ نے اس کو
خیالِ دل جو کبھی سوے آشیانہ ہوا

دلا بیانِ نزاکت میں کیا کروں اس کا
کہ جس کو سایۂ کاکل سے دردِ شانہ ہوا

نہ پوچھ مجھ سے زلیخا کی طرح اے یوسف
جمال یار کا شیدا میں غائبانہ ہوا

غم فراق نے تیرے مجھے ہلاک کیا
فقط یہ کہنے کو ہے موت کا بہانہ ہوا

جوخواب میں بھی کبھی رکھا اس نے پا آ کر
ہمارے کلبۂ احزاں میں شادیانہ ہوا

طبیب اور مرض غیر عشق سمجھا ہے
پئے شفا جو مرا بند آب و دانہ ہوا

وفور بادہ پرستی ہوا یہ عالم میں
کہ قصر ذوق بھی آخر شراب خانہ ہوا

۵۶

پہلو سے جب ہوا وہ بت نازنیں جدا
ہونٹوں سے ہوگیا نفس واپسیں جدا

یعقوب کی طرح مری چشم پُر آب سے
تا زندگی ہوا نہ سر آستیں جدا

رہتا ہوں جستجو میں تری اے پری مدام
مانند گرد باد ز روے زمیں جدا

قائم ہے روسیاہی انساں تو حشر تک
گو صفحۂ جہاں سے ہو مثل نگیں جدا

محروم دید سے نہ رہیں تاکہ دل جلے
اک دم تو کر نقاب رخ آتشیں جدا

ہوں گا نہ چپ صفت سے ترے قد کی مثل شمع
سر تن سے جب تلک مرا ہوگا نہیں جدا

کیا ہو امید زندگیِ کشتۂ ادا
کرتی ہے بند بند تری تیغِ کیں جدا

پھر شیخ کس لیے مجھے کہتا ہے بت پرست
اے **ذوق** گر نہیں ہے رہِ کفر و دیں جدا

۵۷

مرے سینے سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہانِ زخم سے خوں ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تیری منزل گاہ ہو ایسے کہاں طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا

پھرا گر آسماں تو شوق میں تیرے ہے سرگرداں
اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسماں سے ہم
وہ تھا لبریزِ غم اس خم کدے سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہوگیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہیں تجھ کو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یاں تک کہ جب رویا
تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سرخرو نکلا

گھسے سب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی سرِ سوزن
مگر تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اسے عیار پایا یار سمجھے **ذوق** ہم جس کو
جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا

۵۸

جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

جس میں ہو فیض کب ہو وہ مورد عتاب کا
جلتا نہیں ہے برق سے دامن سحاب کا

جنبش میں بالِ طوطیِ بسمل سے کم نہیں
سبزہ مزارِ عاشقِ پر اضطراب کا

صد پارہ دل ہے گنجفۂ عشق و ہر ورق
رکھتا ہے تیرے نقش سے حکم آفتاب کا

ہے دل جلوں کے واسطے یہ نامہ برتو خوب
آڑنا مگر محال ہے مرغِ کباب کا

ٹپکے اگر عرق گلِ رخسارِ یار سے
دریا میں ہر حباب ہو شیشہ گلاب کا

دریا میں تیری تابِ رخِ تابناک سے
کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہیں ذوق ضبطِ آہ
موجِ دخاں سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

۵۹

بزمِ بتاں میں پاؤں مرا جب دخیل تھا
باقی چراغِ صبح صفت دم قلیل تھا

واں طائرِ خیال آڑے تھا مرا جہاں
پرواز عاجزی میں پرِ جبرئیل تھا

رکھتا تھا اس کی آنکھ میں، میں مثلِ سرمہ جا
کہنے کو گو کہ چشمِ جہاں میں ذلیل تھا

تھا چشمۂ حیاتِ زلیخا بھی مصر میں
موسیٰ ھی کے لیے نہ فقط رودِ نیل تھا

فارغ رھا مواخذۂ حشر سے وھی
اس بت کی جو کہ تیغِ ادا کا قتیل تھا

دیکھا یہ ھم نے کوچۂ خوبانِ دھر میں
خونِ شہید خنجرِ مژگاں سبیل تھا

۶۰

جدا ھوں یار سے ھم اور نہ ھو رقیب جدا
ھے اپنا اپنا مقدر جدا، نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ھی اپنا دم نکلا
رھے ھے کیوں کہ گلستاں سے عندلیب جدا

دکھاوے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر
تو چیخ اٹھے مؤذن جدا، خطیب جدا

جدا نہ دردِ جدائی ھو، گر مرے اعضا
حروفِ درد کی صورت ھوں اے طبیب جدا

ھے اور علم و ادب مکتبِ محبت میں
کہ ھے وھاں کا معلّم جدا ادیب جدا

ھجومِ اشک کے ھمراہ کیوں نہ ھو نالہ
کہ فوج سے نہیں ھوتا کبھی نقیب جدا

فراقِ خلد سے گندم ھے سینہ چاک اب تک
الٰہی ھو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے مگر
نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے **ذوق**
کہ ہونے والے ہیں ہم سب سے عنقریب جدا

٦١

(ہو اللہ اکبر)

نغمۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائے گا
خندۂ گل خندۂ زخمِ جگر ہو جائے گا

کشتیِ بحرِ شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ
ایک دم بھر میں ادھر سے یہ اُدھر ہو جائے گا

ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائے گا خبر
کیا خبر تھی جا کے واں وہ بے خبر ہو جائے گا

شکل تو دیکھوں مصور کھینچے گا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر اُس کو دیکھ کر ہو جائے گا

٦٢

کوئی اس بزم میں مونس ہے نہ دمساز اپنا
کس پہ ہم اے غمِ تنہائی کریں ناز اپنا

جی اُٹھے مردۂ صد سالہ ابھی اے عیسیٰ
یار دکھلائے کہیں آ کے جو اعجاز اپنا

استخوانوں سے مری نالۂ جاں کاہ سنے
گر سمجھتا ہے تنِ زار کوئی ساز اپنا

کیا کریں حوصلۂ تیز پری وہ نہ رہا
ہم صفیرانِ چمن عالمِ پرواز اپنا

خلق پامالِ ادا کیوں نہ ہر اک گام پہ ہو
پا اُٹھاتا ہے زمیں سے وہ بصد ناز اپنا

ہم نے بھولے سے کیا راز عیاں اس پہ دلا
ہوگیا دشمنِ جاں وہ بتِ طنّاز اپنا

شمع ساں بزمِ سخن یوں تو ھے اوروں سے بھی گرم
ذوق پر سب سے نرالا ھے یہ انداز اپنا

۶۳

نشانی کچھ دکھائی دے تو بتلاؤں یہاں ٹوٹا
نظر آیا نہ اپنے اشک کا شیشہ جہاں ٹوٹا

بنے اس عشق کے بازار میں کیوں کر بھلا سودا
خریداری کو اس کی اب تو یہ سارا جہاں ٹوٹا

نہ کر بے رحمی اتنی بھی دلِ محزوں پر اے ظالم
نہیں ملتا کسی کا دل کسی سے پھر جہاں ٹوٹا

خدا حافظ ترا اے ذوق اب کچھ بن نہیں آتا
دلِ محزوں کے اوپر ھائے غم کا آسماں ٹوٹا

۶۴

کیا کیا نہ لطف تیرے ستم کا اٹھا لیا
ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اٹھا لیا

یوں لائے واں سے ہم دلِ صد پارہ ڈھونڈ کر
دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

. . . .
دونوں جہاں سے دست تمنا اٹھا لیا

٦۵

(هو العلی الاعلیٰ)

کروں درد آشنا کیوں کر دلِ احباب اپنا سا
بلا سے جیسا میں ہوں ڈھونڈ لوں بیتاب اپنا سا

ملک سجدہ کریں آدم کو کیا بندہ نوازی ہے
دیا بندے کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا سا

٦٦

جب نیم جاں ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا
قاتل ہے لوٹنے پہ مرے، دل میں لوٹتا

غیروں سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیاں
میں آگ پر ہوں رشک سے محفل میں لوٹتا

کعبے کا قصد اور ترے دردِ ھجر سے
میں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا

دل کا سا ہوتا گر درِ غلطاں کو اضطراب
پھرتا تمام دامنِ ساحل میں لوٹتا

سودائیوں کے دل پہ تری یادِ زلف میں
اک سانپ سا ہے قیدِ سلاسل میں لوٹتا

کس کس مزے سے لوٹتے ہیں میکدے میں مست
ہے ایک کے جو ایک مقابل میں لوٹتا

لیلیٰ کے شوقِ وصل میں مجنوں کو دیکھنا
کیا کیا ہے راہِ ناقۂ محمل میں لوٹتا

دی لب نے تیرے غنچے کو کیا قسمِ مسکرات
ہنس ہنس کے ہے جو پائے عنادل میں لوٹتا

بے آبِ تیغ ماہیِ بے آب کی طرح
اے ذوق دل ہے سینۂ بسمل میں لوٹتا

اشعار متفرقات ردیف الف

۱ آنا تو خفا آنا جانا تو رلا جانا
آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا
کیا طبع میں جودت ہے چٹ دل کی اڑا جانا
ہونٹوں کا یہاں ہلنا واں بات کا پا جانا

---

۲ کیا کہیں اس سے جو ہے ہم سے زیادہ جانتا
وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا
کیوں تکبر بولتا یہ بندہ محکوم القضا
گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا

---

۳ ہم برہنہ پا جنوں اور گرم پتھر زیر پا
دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھا ہے دب کر زیر پا
نخل گل مہندی نہ ہو نصف سبو میں اے نگار
تو کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیر پا

---

۴ دشت وفا نہ راہ کشادہ سمجھ کے جا
یاں اژدہا ہے ہر خط جادہ سمجھ کے جا
اب اس کی دشمنی . . . .
تو دشمن اس کو اور زیادہ سمجھ کے جا

---

٥ چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا
مجھ کو ماہتابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

---

٦ کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

---

٧ ہوئے انسان سب سوزِ محبت کے لیے پیدا
فرشتہ ہوتے گر ہوتے عبادت کے لیے پیدا

---

٨ مژہ پیکاں کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا
مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

---

٩ بل بے گریہ گل زمیں ہو کر قدم گڑنے لگا
اور قدم آ کھڑا تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

---

١٠ ضبطِ گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزے میں دریا بند کر دکھلا دیا

---

١١ پیامِ وصل تب اُس گلعذار کا پہنچا
نفس جب ہونٹوں پہ مجھ خاکسار کا پہنچا

---

١٢ کاسۂ چرخ رہے کیوں نہ زمیں پر اُلٹا
ہم نے یہ جام، دوا عشق کی پی کر اُلٹا

---

۱۳ لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگاں کا
نشاں سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکاں کا

---

۱۴ ہاتھ آکر دل وحشی جو کوئی چھوٹ گیا
ہوس صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا

---

۱۵ دل کہاں جس پر گماں ہو غنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینے میں خوں آلودہ پیکاں تیر کا

---

۱۶ چشم و نگہ کو تیری بدنام کیوں کرے گا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مرے گا

---

۱۷ مسجد میں اس نے ہم کو آنکھیں دکھا کے مارا
کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مارا

---

۱۸ عہدِ پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کودنا

---

۱۹ بعدِ فراق ایسا دن کوئی نہ وصل کا ہوا
وہ کہیں تم کو کیا ہوا ہم کہیں تم کو کیا ہوا

---

۲۰ وہ دیکھیں کس طرح ہے دردِ فرقت دیکھ کر جیتا
کہ جو عاشق ترا ہو تیری صورت دیکھ کر جیتا

---

۲۱ نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا
ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی در پردہ تھا

---

۲۲ بعد قاف عشق تھا جو درس مکتب خانہ تھا
قاف کن کے ما سبق کیا جانے کیا تھا کیا نہ تھا

---

۲۳ داغ سینے میں رہے دل میں سدا درد رہا
اشک آنکھوں میں رہے لب پہ دم سرد رہا

---

۲۴ جب قیامت قد ترا اے رشک گلشن بن گیا
اختر صبح قیامت خال گردن بن گیا

---

۲۵ یا رب یہ اس زمانے کے لوگوں کو کیا ہوا
جس کا برا ہو ان کو یہ کہنا بھلا ہوا

---

۲۶ ذوق ہے ترک وطن میں صاف نقص آبرو
بکتا پھرتا ہے گہر ہو کر سمندر سے جدا

---

۲۷ تو بھی فرو ہوئی نہ ترش روئی شیخ کی
ہر چند سوکھ سوکھ کے امچور ہو گیا

(یا علی مدد)

۲۸ کچھ درد نہاں دل کا عیاں ہو نہیں سکتا
گونگے کا سا ہے خواب بیاں ہو نہیں سکتا

ردیف ب

٦٧

پی بھی جا **ذوق** نہ کر پیش و پسِ جامِ شراب
لب پہ توبہ ترے دل میں ہوسِ جامِ شراب

لب تک اس کے جو ہوئی دسترسِ جامِ شراب
بن گیا خالِ لب اس کا مگسِ جامِ شراب

دل مرا جامِ شرابِ ہوسِ جامِ شراب
اور ہے خالِ سویدا مگسِ جامِ شراب

پہنچے اس ہاتھ میں وقتِ ہوسِ جامِ شراب
ساغرِ دل کو جو ہو دسترسِ جامِ شراب

جھجکا مستی میں وہ صاحب ہوسِ جامِ شراب
عکسِ خال اپنا جو سمجھا مگسِ جامِ شراب

بازگشت اپنی ہے یوں جانبِ قسامِ ازل
جیسے ساقی کی طرف باز پسِ جامِ شراب

جوشِ مستی ہے عجب قافلہ جس میں کہ نہیں
بے شکست ایک صدائے جرسِ جامِ شراب

محتسب شعلۂ آواز سے جل جاؤں گا
گرچہ ٹوٹا دلِ آتش نفسِ جامِ شراب

رات مےخانے میں ساقی جو نشے میں بہکا
خسِ شیشے کو لگا کہنے خسِ جامِ شراب

مرغِ دل نرگسِ میگوں کی ہے مژگاں میں اسیر
تازہ مضموں ہے جو باندھوں قفسِ جامِ شراب

دل شکستہ ہوں وہ میں ٹوٹ کے ہو سو ٹکڑے
نام لکھ دے جو کوئی میرا پسِ جامِ شراب

دختِ (رز) میری نظر میں ہے شعاعِ خورشید
ہے سرِ گنبدِ مینا کلسِ جامِ شراب

ساقی اس دور میں کب آنکھ چرا سکتا ہے
رات بھر گشت کرے ہے عسسِ جامِ شراب

نوش دارو سے بھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار
ساقیا شربتِ فریاد رسِ جامِ شراب

بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زباں ہے جو دہانِ جرسِ جامِ شراب

ابلقِ چشمِ سیہ مست کو تیرے دیکھا
ورنہ اب تک تو سنا تھا فرسِ جامِ شراب

سمجھے ہے خانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سرِ جمشید پہ اڑ کر مگسِ جامِ شراب

نخلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو
پہلے دیوے ثمرِ پیش رسِ جامِ شراب

بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا
عکسِ مژگاں ترا میکش ہے خسِ جامِ شراب

مجھ کو آس بوسۂ دنداں نے پس از بوسۂ لب
دیے نقلِ نمکیں چند پسِ جامِ شراب

دستِ بد مست سے کی ٹوٹ کے فریاد بہت
نہ ہوا کوئی بھی فریاد رسِ جامِ شراب

ذوق جلدی مئے گل رنگ سے بھر ساغرِ مُل
لب نازک کو ہے آس کے ہوسِ جامِ شراب

۶۸

کرے ہے شرع کا پاسِ نمک مدام شراب
حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

یہ ایسا ماہِ مبارک یہ ایسا کارِ سعید
شروع دیکھ کے کیجے مہِ صیام شراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوق عقبیٰ پر
دوام بکتی ہے اس مےکدے میں وام شراب

۶۹

برسوں ہو ہجر وصل ہو گر ایک دم نصیب
کم ہوگا مجھ سا کوئی محبت میں کم نصیب

گر میری خاک کو ہوں تمھارے قدم نصیب
کھایا کریں نصیب کی میرے قسم نصیب

ماہی ہو یا ہو ماہ وہ ہو ایک یا ہزار
بے داغ ہو نہ دستِ فلک سے درم نصیب

بہتر ہے لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنے زہے نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ایماں ہے تیرا شوقِ لقا جس کو یہ نہ ہو
دیدار اسے خدا کا نہ ہو اے صنم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد سے نہ ہووے تو
ہر دم ہے تجھ کو سیر وجود و عدم نصیب

ہے خوش نصیب عشق میں اے بوالہوس وہی
جس کو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

سو بار جوں قلم ہو زباں شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثلِ زبانِ قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجھ کو یہ طوفِ حرم نصیب

دے جس کو اپنے ہاتھ سے تو ایک جامِ مے
ساقی دیے خدا نے اسے مثلِ جم نصیب

جاتے ہیں کوئے یار کو اس میں جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

۷۰

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

حشر تک دل میں رہی اس سرو قامت کی طلب
یہ طلب اپنی تھی یا رب کس قیامت کی طلب

دل سلگ جائے نہ جب تک اور بھڑک جائے نہ جان
کم نہ ہو قلیاں کشِ سوزِ محبت کی طلب

دور رہ اور دیر مت رہ سامنے مثلِ ہلال
شہر میں تجھ کو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
کاسۂ زہراب سے کرتا ہے شربت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیے
اور یاں فرصت کہاں جو کیجے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آبِ بقا
ہے ہمیں آبِ دمِ تیغِ شہادت کی طلب

ہو کے دل غمزے کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم
کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

بڑھ گئی ہے عشق میں حرص اس قدر اپنی کہ ہے
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

بطنِ مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

گر گلستانِ جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادِ دل سے اپنے **ذوق** وسعت کی طلب

شعر

اس بتِ نا مہرباں کو ہے پسند اتنا رقیب
وردِ اسمائے الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ردیف ت

۱۷

(ہوالعلی الاعلیٰ)

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درم و دامِ محبت
مژدہ تجھے اے خواہشِ انعامِ محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مے آشامِ محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفسِ دامِ محبت

مانندِ کباب آگ پہ کرتے ھیں ھمیشہ
دل سوز ترے بسترِ آرامِ محبت

ایماں کو گرو رکھ کے اگر کفر کو لے مول
کافر نہ ھو گرویدۂ اسلامِ محبت

کاسے میں فلک کے رھا اک بوند نہ زھراب
دھر کھینچے اگر تشنہ لبِ جامِ محبت

خاکسترِ پروانہ دکھا دوں میں اُڑا کر
پوچھے کوئی مجھ سے اگر انجامِ محبت

کی جس نے ذرا رسمِ محبت اسے مارا
پیغامِ قضا ھے ترا پیغامِ محبت

شوقِ حرمِ کوچۂ قاتل میں کفن کو
ھم جانتے ھیں جامۂ احرامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بل اس زینے پہ تا بامِ محبت

۷۲

(ھوالعلی الاعلیٰ)

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت
پشت اب ھجومِ خار سے ھے پشتِ خار پشت

حوروں کے گر ھو پنجۂ مژگاں سے خار پشت
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بہ ماہ ہیں دستِ فلک سے داغ
واں داغ دار سینہ ہے یاں داغ دار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لے کر شتر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایک بار پشت

پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھ سا ماہ وش
نہ پشت تک تو کیا کہ نہ تا نو ہزار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

ہو جائے ہے زیادہ گراں باریِ گناہ
پیری میں کیوں خمیدہ نہ ہو زیرِ بار پشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا نہ ہو بعدِ مرگ بھی
لگنے نہ دے زمیں سے دلِ بےقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے رہے یہی دو پشت چار پشت

ردیف ج

۷۳

ہے وہ آزارِ محبت سے دلِ زار کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

دیدۂ آبلہ پا کا یہی رونا ہے
کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج

جا بہ جا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو
ہے جو ناکامیِ فرہاد کا کہسار کو رنج

کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا
اور ہوتا ہے سوا مرغِ گرفتار کو رنج

شربتِ خضر بھی دے ہے روشِ تلخیِ مرگ
تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج

راحت و رنج زمانے میں ہیں دونوں لیکن
یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج

ہوش کو بیچ کے لے داروے بے ہوشی کو
ذوق بے ہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

مطلعے

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج
خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

ردیف چ

۷۴

اس پری کو تو نہ لے حیف اے دلِ بیتاب کھینچ
اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ

یوں گلوے تشنہ میں وہ آبِ خنجر ہو فرو
جیسے تفسیدہ زمیں لے ایک دم میں آب کھینچ

عاشقِ رسوا کو کیا خط میں تکلف چاہیے
چار حرف اک پرچے پر دو یوں ہی بے القاب کھینچ

وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے
لے گیا خطِّ ذقن دل کو سوے گرداب کھینچ

مصرع

دو تین ٹکڑے سر کے ہوئے سل کے چار پانچ

ردیف ح

۷۵

فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمانِ صبح
ہوگی اذانِ گور ہماری اذانِ صبح

پُر نور ہے ترا رخِ سیمیں بسانِ صبح
آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشانِ صبح

اب بت کدے میں شام کو ناقوس پھونکیے
مسجد میں مدتوں رہے تسبیح خوانِ صبح

ریشِ سفیدِ شیخ میں ہے ظلمتِ فریب
اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمانِ صبح

تارِ شعاعِ مہر بھی رنگِ شفق میں روز
ماتم میں ہے مرے مژۂ خوں چکانِ صبح

پیسے یہ دانت رات میں مجھ پر کہ گھس گئے
انجم کے جتنے دانت تھے زیبِ دہانِ صبح

گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں رات دن
یہ میرے نالۂ شب و آہ و فغانِ صبح

یوں پہنچے اس کی زلف میں عارض سے جان و دل
منزل پہ پہنچیں رات کو جوں رہروانِ صبح

یہ غل کیا کہ وصل کی شب چونک اٹھے وہ ذوق
قابل ہیں ذبح کرنے کے یہ طائرانِ صبح

۷٦

ٹھیری ہے ان کے آنے کی یاں کل پہ جا صلاح
اے جانِ بر لب آمدہ ہے تیری کیا صلاح

منظورِ چشمِ یار ہے سب عینِ مصلحت
پوچھے بلا کشوں کی کسی سے بلا صلاح

سیدھے ہی جائیں کعبے کو بیت الصنم سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنمِ کج ادا صلاح

کیا خاک میری جان کے درپے وہ ہو سکے
غمزے سے تیرے پوچھے نہ جب تک قضا صلاح

اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو
دیتا ہے ایسی کوئی بھی مردِ خدا صلاح

کرتی خراب اسی کو ہے تیری نگاہِ مست
جس کو کہ دیکھتی ہے نکوکار و با صلاح

یا رب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہیں آج
چشم و نگاہ مشورہ، ناز و ادا صلاح

منظور گر ہے قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاحِ نیک میں کیا پوچھتا صلاح

قلابے آسمان و زمیں کے نہ تو ملا
اس پُر جفا سے ملنے کی ناصح بتا صلاح

یہ ہے مرا رفیق ہے یہ ہی مرا شفیق
لوں کس سے واں کے جانے کی دل کے سوا صلاح

اس چشمِ مست کے ہیں خراباتیوں میں ہم
تقویٰ کجا و زہد کجا و کجا صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

ردیف د

۷۷

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے میں ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اُس لعلِ لب کے ہم نے لیے بوسے اس قدر
سب اُڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف، سینے سے ہر آہِ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

کل اُس سے ہم نے ترکِ ملاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
ساری وہ شیخی ان کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کہتا رہا کچھ اس سے عدو دو گھڑی تلک
غمّاز نے پھر اور جڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گردِ شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اس کی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ
آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد

گو دو گھڑی تک اُس نے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے **ذوق** کس طرح
پھر تو نہ ٹھیرے پاؤ گھڑی دو گھڑی کے بعد

مطلع

جھرمر کا نظر سر پہ ترے اب تو پڑا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

بیت

ہے آئنہ خانہ بھی گذر گاہِ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے درِ اہلِ صفا بند

ردیف ذ

۷۸

ہولِ دل کا مجھے دو یار نہ لا کر تعویذ
اس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بنا کر تعویذ

جب کہ کرتے ہیں تری چشم کے وحشی کا علاج
لکھتے ہیں پوست کا آہو کے بنا کر تعویذ

اس نے تعویذِ نشانی جو دیا تھا مجھ کو
لے گیا کوئی مؤکل وہ آڑا کر تعویذ

اب تلک جوش میں ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق
دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اٹھا کر تعویذ

(جلتوائی نہ پڑی) یار میں اور غیروں میں
سیکڑوں خاک کیے ہم نے جلا کر تعویذ

۷۹

مژدۂ قتل ہے اس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیِ تن کا کاغذ

گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ
ہو سیاہی کو سفیدیِ کفن کا کاغذ

لکھیں اس چشم کے وحشی کے لیے گر تعویذ
اہل تکسیر کریں پوست ہرن کا کاغذ

ورقِ چرخ ہو گو نسخۂ آشوب نہ ہو
سرمۂ چشمِ بتِ سیم بدن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اُس شوخِ گلستاں رو کے
صفحۂ آئنہ تصویرِ چمن کا کاغذ

کیا کرے منزلِ گیتی کا کوئی دعوئ ملک
نام پر کس کے ہے اس قصرِ کہن کا کاغذ

مہر وہ کرتا ہے کاغذ پہ مجھے آئے ہے رشک
ہائے یوں چوسے لعاب اُس کے دہن کا کاغذ

رقعہ شادیِ شہادت کا ہو خوں سے رنگیں
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

ظاہر آرا نہ کتابوں سے ہو ڈر دوزخ سے
کر نہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ

یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہنچا گل برگ
جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

سینہ‌صافوں کو زمانہ کے ہے ہاتھوں سے شکست
ہے صفائی سے سزاوار شکن کا کاغذ

جعل سازی پہ زمانے کی گواہی دے ہے
مہری و سادہ مہِ چرخِ کہن کا کاغذ

ذوقِ دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا خاک
متحمل نہیں گرمیِ سخن کا کاغذ

۸۰

(یا علی مدد)

ہے تیرا بوسۂ لب و رخ اس قدر لذیذ
جس کے مزے کے آگے نہ ہو گل شکر لذیذ

ان شکّریں لبوں سے غمِ عشق ناصحا
کھاتا جہاں میں کون نہ ہوتا اگر لذیذ

وہ نخلِ باغِ دہر میں ہوں میں کہ جس میں آہ
نے سایہ ہے نہ پھول نہ بو نے ثمر لذیذ

میرا دلِ برشتہ تری یادِ زلف میں
شامی کباب وار ہے کیا سر بسر لذیذ

پوچھے دہانِ زخمِ جگر سے کوئی مرے
کیسا خدنگِ یار ہے جوں نیشکر لذیذ

لذت کہاں کباب میں جز مائے .....
ہو کیوں (نہ) سرشکِ شوربہ لختِ جگر لذیذ

دورِ نشاط و عیش بہ ہنگامِ مے کشی
کیا چاہیے گزک تجھے اے سیم بر لذیذ

.... لذت سے عشق کی
ہیں استخوانِ عاشقِ خستہ جگر لذیذ

جو لعلِ آب دارِ لبِ یار میں ہے لطف
(معروف) اس قدر نہیں خرمائے تر لذیذ

ردیف ر

۸۱

۱۵۲

نگہ نہیں حرفِ دل نشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر
نکل کر آیا جو راہ آنکھوں کے دل میں بیٹھا خدنگ ہو کر

پھر آیا لو وہ نگارِ خونیں ادھر کو سرگرمِ جنگ ہو کر
کہ جس کے ہاتھوں سے اڑ گئے سرہزاروں مہندی کا رنگ ہو کر

وہ چشمِ مخمور یک نظر سے چبھوئے لا کھوں جو نیشتر سے
تو ہو رواں ہر رگِ جگر سے لہو ہئے لالہ رنگ ہوکر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دل میں آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائے گا بالضرورت اس آئنے میں یہ زنگ ہوکر

جو رنگِ اُلفت سے آشنا ہیں وہ گر برے بھی ہیں خوشنما ہیں
کہ رنگ ہی سے گراں بہا ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہوکر

جو سمجھیں حسنِ بتاں کو ایماں انھیں رہ کفر و دیں ہے یکساں
پہنچتے کعبے ہیں وہ مسلماں ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

ہوئے جو یکرنگ ان کو زیبا نہیں جہاں میں رعونت اصلا
کہ پایا گل نے ہے نامِ رعنا تو اس چمن میں دو رنگ ہوکر

غزالِ رم دیدہ بن گیا ہے جو خواب آنکھوں میں تو بجا ہے
کہ پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر

حلاوت شرم و پاسداری جہاں میں ہے ذوق رنج و خواری
مزے سے گزری اگر گزاری کسی نے بے نام و ننگ ہوکر

۸۲

خوب روئے آج ہم سنسان ہاموں دیکھ کر
یاد آیا ہم کو مجنوں بیدِ مجنوں دیکھ کر

اُڑ گئے اک آن میں جادوے بابل کے دھوئیں
سرمہ آلودہ تری چشمِ پُر افسوں دیکھ کر

جو ہے نالا اپنا وہ اک مصرعِ بر جستہ ہے
ہم جو نالاں ہیں کسی کا قدِ موزوں دیکھ کر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہیں جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلفِ شب گوں دیکھ کر

دیکھا مہتابی پہ غیروں میں جو اس مہ وش کو رات
آہ کی اک دل سے ہم نے سوے گردوں دیکھ کر

قتل کو کس کے چڑھائی تیغ تو نے سان پر
آترے ہے آنکھوں میں زخموں کی مرے خوں دیکھ کر

آ گئیں تم کو لگانی آنگلیوں پر فندقیں
نوکِ مژگاں پر مری اشکِ جگرگوں دیکھ کر

بل بے میرے ساغرِ سرشارِ وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم میں مری صورت فلاطوں دیکھ کر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لوں
سامنے آ جائے تو شاید بتا دوں دیکھ کر

۸۳

(ھوالعلی)

کہا پتنگ نے یوں دارِ شمع پر چڑھ کر
عجب مزا ہے جو مریے کسی کے سر چڑھ کر

مرے خیال پہ وہ چشمِ فتنہ گر چڑھ کر
یہ خانہ جنگ ہے آتی ہے لڑنے گھر چڑھ کر

دکھا نہ جوش و خروش اتنا زور پر چڑھ کر
گئے جہان میں دریا بہت آتر، چڑھ کر

ستم گروں کی کشاکش میں آبرو ہو سوا
کہ ھوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھ کر

الٰہی خیر ہو مانندِ شعلۂ سرکش
پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھ کر

ھنر شناس کو دکھلا ھنر کہ خوبیِ زر
اگر کھُلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر

جو مارے نفس کو اور کر لے اپنے غصے کو زیر
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر

کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھوم کا
کہ دور آپ کو کھینچے ھے تیرے سر چڑھ کر

ترا مکان تو کیا لا مکاں میں کود پڑیں
امید وصل میں هم بام عرش پر چڑھ کر

هماری خاک پہ برپا ھے ذوق فتنۂ حشر
سمند ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

۸۴

جاں ہوا یوں ہوئی اس خال کا بوسہ لے کر
جیسے اڑ جائے دھن میں کوئی گٹکا لے کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر
چپکے ھی بیٹھ رھے دم کو مسیحا لے کر

مجھ سا مشتاق جمال ایک نہ پاؤ گے کہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

تیرے پرزے نہ کیے خط کی طرح اے قاصد
شکر کر چھوڑ دیا اس نے نوشتہ لے کر

رہ گیا اپنا سا منہ لے کے وہ اے آئنہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لے کر

جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا
پھر گیا نامہ بر یار خط الٹا لے کر

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے کیا ھو تدبیر
تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لے کر

میرے قدموں ھی میں رہ جائیں گے ، جائیں گے کہاں
دشت میں میرے قدم آبلۂ پا لے کر

کھینچتی روز قیامت سے بھی ھے آپ کو دور
تیری زلفوں کی بلائیں شب یلدا لے کر

شرطِ ھمت نہیں مجرم ھو گرفتارِ عذاب
تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑے گا بدلا لے کر

واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائیں گے ھم لاکھ تمنا لے کر

۸۵

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ھجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ھستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑ کر
پھر نہ اٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر

کیوں کہ نکلے تیر اس کا ، دل میں پیکاں چھوڑ کر
جائے بیضے کو کہاں یہ مرغِ پرّاں چھوڑ کر

جس نے ھو لذت اٹھائی زخمِ تیغِ عشق کی
کب وہ مرھم دان کۓ ڈھونڈے نمک داں چھوڑ کر

صیدِ دل کو کیوں کہ چھوڑے جب کہ دکھلاوے نہ تو
مچھلیاں دست حنائی میں مری جاں چھوڑ کر

سرد مہری سے کسی کی آگے ھی جی سرد ھے
یاں سے ھٹ جا دھوپ اے ابرِ خراساں چھوڑ کر

دیکھیے کیا ھو کہ ھے اب جان کے پیچھے پڑی
دل کو اے کافر تری زلفِ پریشاں چھوڑ کر

اے دل اس کے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پچھتائے گا تو یہ ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم کر جائیں آہو ایسے وحشی سے ترے
شیر بھاگیں جس کے نالوں سے نیستاں چھوڑ کر

سرخیِ پاں دیکھ لے زاهد جو دنداں پر ترے
اٹھ کھڑا ہو هاتھ سے تسبیحِ مرجاں چھوڑ کر

پیش خیمہ لے کے نکلا گردِ بادِ دور رو
هے جو سرگرمِ سفر تن کو مری جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہ دو هفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساغرِ دل بیچتا آیا هوں کھو مت هاتھ سے
چوکتا هے کیوں یہ جنسِ دست گرداں چھوڑ کر

کام یہ تیرا هی تھا رحمت هو اے ابرِ کرم
ورنہ جائے داغِ عصیاں میرا داماں چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی اب تو نہ جا
جانبِ مضمونِ طرزِ تفتہ جاناں چھوڑ کر

۸۶

جب چلا وہ مجھ کو بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر
کیا هی پچتاتا تھا میں قاتل کا داماں چھوڑ کر

میں وہ مجنوں هوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر
سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر

پیوے میرا هی لہو مانی جو لب اُس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف سے خونِ شہیداں چھوڑ کر

میں ہوں وہ گمنام جب دفتر میں نام آیا مرا
رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سانپ سا پانی میں اے سروِ خراماں چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیرِ عشق
بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر

اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک
لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر

شوق ہے اس کو بھی طرزِ نالۂ عشّاق سے
دم بدم چھیڑے ہے منہ سے دود قلیاں چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے
باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

گھر سے بھی واقف نہیں اس کے کہ جس کے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار ہم سب خانہ ویراں چھوڑ کر

وصل میں گر ہووے مجھ کو رویتِ ماہِ رجب
روے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآں چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوق پر دلّی کی گلیاں چھوڑ کر

۸۷

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشتِ گم شدگی میں مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کہاں دار تیرا تیر
پر ہے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اڑ کے پہنچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر
اس شوخِ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

اشعار

۱ مزا چکھایا ہے کوہ کن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر
کہ لایا تو جوے شیر لیکن چھٹی کا دودھ آ گیا زباں پر

۲ اٹھائے سو زخم ہر نمط ہیں یہ خوں کے دعوے کوئی غلط ہیں
کہ مثلِ قط گیر خط پہ خط ہیں ہنوز باقی ہر استخواں پر

ابیات

۱ وہ کہے کون ہے قرباں مری اس چتون پر
میں کہوں میں تو کہے میں کے چھری گردن پر

۲ تیرے دندان مسی زیب کی دیکھی جو بہار
اوس سی پڑ گئی گلشن میں گلِ سوسن پر

---

۳ اے دل وہ سرِ غمزۂ پنہاں عیاں نہ کر
آنکھوں سے دکھ اور زباں سے بیاں نہ کر

۴ آہوں میں دودِ دل جو نکالوں تو وہ کہے
اے تفتہ جاں ہوا ہو یہاں سے دھواں نہ کر

---

۵ روکشِ بال ہما ہیں ان ہوا گیروں کے پر
مل گئے جن طائروں کو پر ترے تیروں کے پر
۶ ان کو بے پر عرشِ اعظم پر اڑاتے ہیں مرید
کیا غضب لائیں (کذا) خدا جانے جو ہوں پیروں کے پر

---

۷ نامۂ شوق کو مرے باندھا جو تو نے بال پر
کیوں ارے مرغ نامہ بر تجھ کو ہوئے وبال پر
۸ مصحفِ روے یار میں دیکھا ہے موجو خال پر
لکھتے ہیں قل ہو اللہ ہم ایک چنے کی دال پر

مطلعے

۱ بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ایما یہ ہے کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

---

۲ شرحِ بختِ برگشتہ گر کروں رقم پھر کر
تیرِ باز گشتی ہو ہاتھ میں قلم پھر کر

---

۳ بعدِ مردن آ چکے رونے کو سن کر گور دور
جیتے جی ہی کہتے ہو صورت تری در گور دور

---

۴ کان پر تو نے دھرا گلشن سے جب گل توڑ کر
میں بھی حاضر ہوں کہا غنچے نے یہ منہ پھوڑ کر

شعر

۵ مت در سے آٹھا بہر خدا اپنے تو اے بت
بیٹھا مجھے اب رہنے دے دربان سمجھ کر

ردیف س

۸۸

(ھو اللہ اکبر)

کون سا ھمدم ھے تیرے عاشقِ بے دم کے پاس
غم ھے اُس کے پاس پیارے اور وہ ھے غم کے پاس

یاں کسے پروا کہ ھو جامِ جہاں بیں جم کے پاس
کاسۂ زانو ھے تیرے عاشقِ پُر غم کے پاس

خط کہاں آغاز ھے پشتِ لبِ دل دار پر
خضر ھے ملنے کو آیا عیسٰی مریم کے پاس

مردمک سے اشکِ خوں باھم نہیں ھے، ھیں دھرے
پارۂ یاقوتِ احمر دانۂ نیلم کے پاس

روح اس ماتم زدہ کی بعد مردن جوں پتنگ
آئے گی آڑ کر چراغِ خانۂ ماتم کے پاس

کس کی قسمت ھے کہ زخمِ تیغِ قاتل ھو نصیب
جائیں گے مرھم نہیں جائیں گے ہر مرھم کے پاس

ھاتھ گر آ جائے اپنے پھر تو کیا گل کھائیے
یہ جو چھلا آپ کی انگلی میں ھے خاتم کے پاس

زلف سے بے وجہ خطِ سبز ھم پہلو نہیں
لہکے ھے کب عشق پیچاں سنبلِ پُر خم کے پاس

واہ رے پیکِ اجل دیکھے ترے مکر و فریب
کھینچ کر سہراب کو یوں لائے تو رستم کے پاس

ھے وہ اپنی چشمِ دریا بار مردم فیض بخش
بھر دریوزہ .... نم کے پاس

کر کے بحر و قافیہ تبدیل لکھ اور اک غزل
ایک ... بیٹھ جا اے ذوق میرے غم کے پاس

۸۹

تیر و کہاں ھیں اس بتِ ناوک فگن کے پاس
آہ و قدِ خمیدہ ھے اس خستہ تن کے پاس

دم ضعف سے اُلٹتا ھے آ کر دھن کے پاس
پھر جائے ھے پہنچ کے مسافر وطن کے پاس

یہ موجِ خوں رواں نہیں شاید ھے رو رہا
تیشہ سر اپنا رکھ کے سرِ کوہ کن کے پاس

اس آرزو میں خاک ھوا ھوں کہ بن کے جام
پہنچوں کبھی لبِ بتِ پیماں شکن کے پاس

.... جھجک کے خوف سے بوسے کے، کان کو
جلدی ھٹا لیا مرے لا کر دھن کے پاس

انگشتِ شمع کیوں نہ اُٹھے بہرِ فاتحہ
ھاں ڈھیر ھے پتنگ کا (پائے) لگن کے پاس

اُٹھے گا تا بہ حشر مری گور سے دھواں
چاک جگر میں دیکھنا چاک کفن کے پاس

میں نے کہا کہ تو ھی دے بوسہ کہ ڈر سے میں
لا سکتا منہ نہیں ترے چاہِ ذقن کے پاس

کہنے لگا کہ جاتا ہے پیاسا کنوئیں کے پاس
یا جاتا ہے کنواں کہیں تشنہ دھن کے پاس

اے ذوق صدقے جائیے پیکِ خیال کے
کیا دم میں لے گیا ہے بتِ سیم تن کے پاس

مطلع

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آن کے پاس
بد گماں وہم کی دارو نہیں لقماں کے پاس

چمن سے بُعد ہمیں جیسے سین و قافِ قفس
قفس میں بند ہیں ہم مثلِ فاے نافِ قفس

ردیف ص

۹۰

(ھوالعلی الاعلیٰ)

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ جہاں عام ہے ہوتا وہاں عام میں خاص

عشق کا جوش ہے جب تک کہ جوانی کے ہیں دن
یہ مرض کرتا ہے شدّت انھیں ایام میں خاص

شیخ صاحب کے ہیں نزدیک وہ خاصانِ خدا
خدمتی آن کے جو ہیں زمرۂ خدّام میں خاص

ساغرِ دل کی تو واقف نہیں کیفیّت سے
دیکھ عکسِ رخِ ساقی ہے اسی جام میں خاص

خضر باتیں ہیں کہ ہے چشمۂ حیواں جاں بخش
ہے یہ خاصیّت اسی کے لبِ دشنام میں خاص

کام عاشق کا نہیں کوئی بجز ناکامی
کیا دیا تو نے لگا اس کو اسی کام میں خاص

ذوق اسمائے الٰہی ہیں سب اسمِ اعظم
اس کے ہر نام میں عظمت ہے نہ اک نام میں خاص

ردیف ض

۹۱

پر کترنے کو جو صیّاد نے چاہی مقراض
ہاتھ ساتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

نامِ فریاد سے ہوتے ہیں جگر کے ٹکڑے
ہوتا ہے حق میں مرے مطلعِ آہی مقراض

بحر و بر میں نہیں کس کو ہوسِ قطع و برید
ناخنِ شیر ہے خنجر دمِ ماہی مقراض

کیا زباں چلتی ہے اس بزم میں بد گویوں کی
ان کے منہ میں یہ زباں ہے کہ الٰہی مقراض

گل کترتی ہیں ہزاروں تری آنکھیں کافر
ہے عجب طرح کی اک تیز نگاہی مقراض

محضرِ خون مرا تو نے کتر کر پھینکا
دے گی اس ظلم کی محشر میں گواہی مقراض

پاس کیا قطعِ تعلق میں کہ یکساں سمجھے
قطع میں کسوتِ درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ردیف ظ

۹۲

نہ اس سے امن میں ایماں نہ دیں رہا محفوظ
تری نگاہ سے کافر رکھے خدا محفوظ

ہمارے نالوں سے خورشید کو کہاں ہے قرار
چراغ آندھی میں کس طرح رہ سکا محفوظ

ہمیشہ خالِ رخِ آتشیں کرے ہے سپند
کہ چشمِ بد سے ہے روے نکو ترا محفوظ

کہاں دماغ رکھیں فکرِ چارہ سازیِ دل
کہ داغ لالہ کا مرہم سے ہے سدا محفوظ

نہ کہیے کیوں کہ خموشی کو قفلِ دُرجِ دہاں
دُرِ سخن نہ ہو ضائع رہے سدا محفوظ

ترا ہے نامہ مرے حفظِ جان کا تعویذ
رکھوں ہوں میں بھی جسے جان سے سوا محفوظ

کہے ہیں جس کو صبا ہے وہ ایک بادی چور
چمن میں یہ زرِ گل رہوے تا کجا محفوظ

عزیز ہے ترا پیکاں یاں تلک مجھ کو
رکھوں ہوں دل میں جسے جان سے سوا محفوظ

الجھتے پاک نفس کب ہیں ناکسوں کے ساتھ
خلش سے خار کی ہے دامنِ صبا محفوظ

ردیف ع

ذوق کیوں کر ہو اپنا دیواں جمع
کہ نہیں خاطرِ پریشاں جمع

ردیف غ

۹۳

داغِ دل سمجھا کیے ہم اپنا رشکِ روے باغ
آنکھ اٹھا ہرگز کبھی دیکھا نہ گلچیں سوے باغ

حلقِ تفسیدہ مرا اے نغمہ سنجانِ چمن
کام لے شمشیر کا از موجِ آبِ جوے باغ

باعثِ افزونیِ داغِ جنوں سے لالہ رو
اپنے پہلو کو سمجھتا ہوں میں ہم پہلوے باغ

نرگسِ چشمِ صنم کا ہووے کشتہ جو کوئی
دفن اس کو کیجیو اے ہم نشینو سوے باغ

جب کبھی سیر چمن کی اے صنم تیرے بغیر
بوے دودِ شمع میں سمجھا کیا خوشبوے باغ

اے جنوں دل دادۂ زلفِ پری رویاں ہیں جو
شاخِ سنبل کو سدا سمجھیں ہیں وہ گیسوے باغ

ہوتا میں سرسبز کیوں کر گلشن ہستی میں ذوق
داغِ دل دیتا رہا مجھ کو تو وہ گل روے باغ

۹۴

بولتا کیوں ہم سے ہے اے دشمنِ جانی دروغ
دوستوں سے فائدہ کیا ہے قسم کھانی دروغ

گر مسلمانی ہے ثابت کفر بھی ہے شیخ جی
سمجھو مت زنّارِ تسبیحِ سلیمانی دروغ

صنعتِ بہزاد کس گنتی میں ہے تصویرِ یار
دیکھ کر ہو جائے اے دل دعویِ مانی دروغ

راست بازانِ محبّت سے تو کر ایفائے عہد
دم بدم بولے ہے مجھ سے کیوں تو اے جانی دروغ

دل میں رکھیو یاد اے لوح و قلم لکھنا نہیں
کاتبِ قدرت ہمارا خطِّ پیشانی دروغ

گر یہی ہے بت پرستی روز و شب اے شیخ جی
تو ہمارا ہوگا دعوائے مسلمانی دروغ

راست کہتا ہوں میں یہ بزم سخن میں ہمدمو
ذوق کے ہے سامنے لافِ غزل خوانی دروغ

ردیف ف

۹۵

ہمدم وہ مجھ سے خوب نہیں خوب رو ہے صاف
کینہ ہے اس کے دل میں کبھو اور کبھو ہے صاف

ہے جی میں تیرے رنگِ کدورت بھرا ہوا
آئینہ وار ہم سے نہیں یار تو ہے صاف

اچھا کیا نہ سوزنِ مژگانِ یار نے
ظاہر ہمارے زخمِ جگر کا رفو ہے صاف

ہردم کلامِ قیس تھا یہ دشتِ نجد میں
مجھ سے زیادہ تر تو سبک بار، تو ہے صاف ؟

ہر بات میں ہے خدا واسطے غبار
اس بت کی میرے ساتھ نہیں گفتگو ہے صاف

شاید کہ قتلِ ذوق کا دل میں ارادہ ہے
پھر آج کل جو تیغِ بتِ جنگ جو ہے صاف

مطلع

ہے دم ذبح بھی یاں دیدۂ یار اور طرف
بھکے یا رب کہیں خنجر کی نہ دھار اور طرف

ردیف ق

۹۶

پھر خواب میں آتی ہے نظر صورتِ معشوق
پھر رنج ہمیں دینے لگی صحبتِ معشوق

ایّامِ جوانی کا تو کیا کیجے بیاں حال
پیری میں بھی زائل نہ ہوئی رغبتِ معشوق

آشوب قیامت نہ ہو اس کوچے میں کیوں کر
ہے فتنۂ دوراں وہ قد و قامتِ معشوق

افراطِ الم سے تو عجب ہے نہیں اپنے (کذا)
جاں تن سے اگر نکلے دمِ رخصتِ معشوق

. . . .
تا زندگی جس کو نہ رہی حسرتِ معشوق

تیرِ مژہ سے صید کیا طائرِ جاں کو
قرباں ہوں دلا دیکھ کے میں صورتِ معشوق

زر سے ہے سروکار حسینوں کو جہاں میں
بھرتا ہے عبث ذوق دمِ الفتِ معشوق

۹۷

شمع ساں آہ نہیں میری شرر بارِ فراق
سرد مہری سے تری گرم ہے بازارِ فراق

سیرِ صحرا کی ہوس کیوں نہ کرے پاے جنوں
دل میں اس گل کا کھٹکتا ہے مرے خارِ فراق

جلد اے تیغ اجل آ (؟) کہ اک مدت سے
سرِ شوریدہ اٹھا سکتا نہیں بارِ فراق

آنکھ کے آگے ہی روپوش ہوا دورِ وصال
نظر آتی ہے دلا جب سے شبِ تارِ فراق

ہوسِ سیرِ چمن مجھ کو نہیں اے گل‌چیں
روبرو آنکھ کے ہے سبزۂ گل‌زارِ فراق

پھر نظر آنے لگے خوابِ پریشاں صد شکر
ایک مدت سے مرا دل ہے طلب‌گارِ فراق

تیری ہی آرزوے وصل میں اے غرفہ نشیں
ہوں میں بے چین تہِ سایۂ دیوارِ فراق

کس کی آنکھوں کا تصور ہے اسے اے دلِ زار
گلِ نرگس جو گلستاں میں ہے بیمارِ فراق

لکھ غزل قافیہ تبدیل کر اس میں اے ذوق
یار کے دل کو جو خوش آتے ہیں اشعارِ فراق

۹۸

لوگ کس طرح نہ جانیں مجھے نخچیرِ فراق
دل مرا رہتا ہے ہر دم ہدفِ تیرِ فراق

بیڑیاں تارِ کفن سے ہیں پس از مردن بھی
زندگی بھر رہی گر پاؤں میں زنجیرِ فراق

آخر آخر لگا کہنے انا لیلیٰ مجنوں
نظر آئی یہ عجب مجھ کو تو تاثیرِ فراق

کس طرح جی بچے جلّاد فلک تو شب و روز
حلق پر پھیرے ہے مجھ کشتہ کے شمشیرِ فراق

وصلِ جاناں کی ہوا چھو سکے جس کے باعث
کوئی ایسی نظر آتی نہیں تدبیرِ فراق

زندگی خضر کی آخر ہوئی سنتے سنتے
ختم تس پر بھی نہ اپنی ہوئی تقریرِ فراق

نہ رہے حوصلۂ نامہ بری قاصد کو
ذوق دیکھے جو کبھی میری وہ تحریرِ فراق

مطلع

پھر کر ادھر آدھر بھی نہ اپنا گیا قلق
لفظِ قلق کی طرح سے وہ ہی رہا قلق

ردیف ک

۹۹

(۱۵۲)

جو کھل کر اُن کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک
بلائیں آ کے لیں سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

ہم ان کی چال سے پہچان لیں گے اُن کو برقع میں
ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائیں سر سے پاؤں تک

یہ جتنے سرو ہیں سب اس کے قد پر زہر کھاتے ہیں
چمن میں سبز کیوں کر ہو نہ جائیں سر سے پاؤں تک

مرا دل ایک دوں اُس خوش ادا کی کس ادا کو میں
کہ ہیں واں تو ادائیں ہی ادائیں سر سے پاؤں تک

سراپا شوق جائیں سر کے بل ہم جن کے جلسے میں
مثالِ شمع وہ ہم کو جلائیں سر سے پاؤں تک

نہ ہوں بے پردہ تو بھی وہ کھڑے ہوھو کےشوخی سے
پہن چلمن میں در پردہ دکھائیں سر سے پاؤں تک

بنایا اس لیے اس خاک کے پتلے کو تھا انساں
کہ اس کو درد کا پتلا بنائیں سر سے پاؤں تک

سراپا پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے
نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

مزا اتنا ہی ذوق افزوں ہو جتنے زخم افزوں ہوں
نہ کیوں ہم زخمِ تیغِ عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

مطلع

صفحۂ دہر پہ یک دل نہ ہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

مطلع

پھر تو آئے خیر سے ہم جا کے آس مغرور تک
پر دھڑکتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

ردیف ل

۱۰۰

پھنسا ہے حلقۂ گیسوے تاب دار میں دل
ہوا ہے جا کے نوالہ دہانِ مار میں دل

شرارِ سنگ کی مانند آڑے گا سنگِ مزار
رہا اگر یونہیں گرمِ طپش مزار میں دل

اگر نہ جبر کروں اختیار اے ناصح
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمنِ جاں ہے مرے کنار میں دل

بہ رنگِ شعلہ دمِ اضطراب سینے سے
نکل نہ جائے کہیں آہِ شعلہ بار میں دل

ہمیشہ روزنِ سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل

بہ رنگِ بیضۂ نو روز توڑے دل اس نے
ہزاروں ایک ہمارا ہے کس قطار میں دل

بہ رنگِ غنچۂ تصویر و غنچۂ پیکاں
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل

نہ ہوتیں خلد میں حوریں تو رہتا خلد میں کون
لگے ہے صحبتِ خوبانِ گل عذار میں دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گُہر
پروے زلفِ مسلسل کے تار تار میں دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار
خوش اپنا کیوں کہ ہو اس نیل گوں حصار میں دل

بغیر مارے نہ چھوڑے گی دل کو کافر زلف
کہو یہ آس سے کہ جائے نہ مار مار میں دل

یہ جسمِ زار ہے یا میرے پیرہن میں تار
گرہ ہے تار میں یا میرے جسمِ زار میں دل

ہزار دشمنِ جاں سے ہے ایک دوست برا
جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل

بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار میں دل

اٹھا تو لائے مجھے میرے ہم نشیں اے ذوق
رہے گا میرے عوض میرا کوے یار میں دل

۱۰۱

ازل سے یوں دلِ عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرشِ خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دُرِّ بناگوشِ نور کی قندیل
خجل ہے اخترِ صبحِ نشور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کے بابِ کمالِ ظہور کی قندیل

جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہو اس کا فروغ
کہ اس میں لٹکے سرِ پر غرور کی قندیل

رہے ہے جوں قمرِ منخسف سدا بے نور
سیاہ بختوں کی بالینِ گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
حبابِ بادہ تجلّی سے طور کی قندیل

عیاں ہے یوں مرے روزِ سیہ میں اخترِ دل
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہو نارنجِ باغِ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اس رشکِ حور کی قندیل

اڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیر ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ ان کے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضے میں تفتہ جانوں کے
نہ گل ہو باد سے آوازِ صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیوں پیشِ کور کی قندیل

۱۰۲

دیوانہ ہوں ترا مجھے کیا کام کہ لوں گل
زیبایشِ سر کو ہے مرے داغِ جنوں گل

سو ٹکڑے ہیں ایڑی کے برنگِ گلِ صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل

اس گل میں نہ پایا اثرِ بوے محبت
سو بار سنگھائے اسے پڑھ پڑھ کے فسوں گل

ہے روشنیِ خانۂ دل سوزِ محبت
کافر تو بتا شمعِ حرم کیوں کہ کروں گل

پیکان تو دل دوز ہے سوفار ہے باہر
اس تیر سے ہے دل میں دروں غنچہ بروں گل

ردیف م

۱۰۳

پابند جوں دخاں ہیں پریشانیوں میں ہم
یا رب ہیں کس کی زلف کے زندانیوں میں ہم

مالوفِ زلف ہیں کہ جو خطِّ شکستہ میں
لکھتے الف خطوں کی ہیں پیشانیوں میں ہم

زنجیر میں بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوشِ جنوں سے رہتے ہیں جولانیوں میں ہم

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ 'ھل من مزید' بھول
لائیں جو آہ کو شرر افشانیوں میں ہم

آتی ہے کان لگنے کی کیا کیا ہوس ہمیں
دیکھے ہیں جب گہر تری چوَدانیوں میں ہم

پاکوبیوں کو مژدہ ہو زنداں کو ہو نوید
پھر ہیں جنوں کی سلسلہ جنبانیوں میں ہم

اس خالِ رخ پہ جمع ہوئے قطرۂ عرق
ہندو اسیر دیکھے ہیں درّانیوں میں ہم

نم بھی نہیں جگر پہ رہی، اس قدر رہے
سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیوں میں ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جوں خط سرِ نوشت ہیں پیشانیوں میں ہم

ہیں آئنے میں صورتِ تصویرِ آئنہ
آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم

سمجھیں عزیز سورۂ یوسف سے بھی سوا
رکھ دیں تری شبیہ جو کنعانیوں میں ہم

کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہے یا قدیم
کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم

کیوں جی کے ہجر میں ہوئے شرمندہ یار سے
اب مر رہے ہیں اس کی پشیمانیوں میں ہم

پوشیدہ ان نگاہوں سے سرخوش ہیں رات دن
شرب الیہود ، کرتے ہیں نصرانیوں میں ہم

مینے کا چاک سینے کی فرصت کہاں کہ ہیں
مصروف زخمِ دل کی مگس رانیوں میں ہم

بیم کدورتِ دلِ صیّاد گر نہ ہو
کیا کیا اُڑائیں خاک پر افشانیوں میں ہم

دکھلائیں روزِ حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامے کی طولانیوں میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچے میں اس کے ذوق
بہہ جائیں کاش گریے کی طغیانیوں میں ہم

۱۰۴

شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں یاں چشم سے ٹپکا کیا ہے لوہو گرم

کیا کروں ہے خبرِ موسمِ گل ہر سو گرم
دم تو لینے دے جنوں مجھ کو نہ کر پھر تو گرم

لطفِ بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربتِ قند دیا کر کے یہ آتش خو گرم

ٹھیر اے قیس نہ جا دھوپ میں اتنا تو گرم
پاؤں کے تنکے ہیں اب تک ترے جوں بالو گرم

دلِ عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں
تابِ رخ تیری بھبوکا ہے ، بلا ہے تو گرم

فاختہ سوزِ محبت سے ہوئی جل کر خاک
کھینچے ہے دل سے یہ اب تک نفسِ کوکو گرم

نیشتر جل کے بہ خوں کشتۂ فولاد ہو خاک
نکلے ہے گرمیِ سودا سے مری لوہو گرم

کٹ سکا صیدِ محبّت کا نہ قاتل سے گلا
اس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آبلے سینۂ دریا میں ہوں سب جل کے حباب
چشمِ دلِ تفتہ سے ٹپکے اگر اک آنسو گرم

چشمِ بد دور سدا چشم تری شوخی سے
کیوں نہ سرگرم ہو رکھتا ہے مزاج آہو گرم

سرد مہری سے رکھا تو نے کبھی دل کو خنک
گرم جوشی سے کیا گاہ بتِ دل جو گرم

دیکھ کیا واقعہ ہے لاش ترے کشتے کی
ایک جانب سے جو ہے سرد تو ہے یک سو گرم

دستِ خورشید کی رعشے سے سپر جائے چھوٹ
کھینچ کر تیغ کو جب ہو وہ ہلالِ ابرو گرم

ذوق اتنا بھی تپِ غم میں خنک دل رہنا
عاشقانہ کوئی اک اور غزل پڑھ تو گرم

۱۰۵

جل بے اے آتشِ غم دل کو کرے یہ تو گرم
کہ زمیں پشتِ سمک تک ہو تہِ پہلو گرم

تن تپِ عشق سے ہے یوں ہی گر آتش خو گرم
سیخِ آہن کی طرح ہوں گے بدن پر مو گرم

جوش زن خوں ہے جگر میں مرے تو کیا جانے
اسی باعث سے (کذا) نکلتا ہے مرا لوہو گرم

مہروش بل بے ترے حسنِ جہاں تاب کی تاب
رخ سے گرم آئنہ ہو آئنہ سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جاں سوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

مشعل افروزِ جنوں کون ہو مجنوں کے لیے
گر نہ ہو گرمیِ وحشت سے دلِ آہو گرم

سرِ مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں
چونکا اس وقت کہ جب منہ پہ بہا لوھو گرم

جو گرفتار ہو سودے میں تری زلفوں کے
وہ خنک دل پڑے (گل) گشت (رہے) گل رو گرم

کون سا سوختہ جاں صبح سے ہے گرمِ فغاں
کہ ہوا آئے ہے کوچے سے ترے گل رو گرم

اے صبا مجھ سے پرے جا کہیں ٹھنڈی ٹھنڈی
سر میں سودا کو مرے کرتی ہے گل کی بو گرم

آتشِ رشک سے اس زلفِ معنبر کے نسیم
مشک بھی نافۂ آھو میں ہے جوں لوھو گرم

آتشِ گل سے پس از مرگ بہ رنگ شعلہ
خاکِ عاشق سے نکلتا ہے گلِ خود رو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا کل حموضِ بارد
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ردیف ن

۱۰۶

ہے چشم تیری مستِ قدح گیرِ باغِ حسن
عارض پہ خط ہے طوطیِ تصویرِ باغ حسن

تفریح دے ہے دل کو تماشاے گل رخاں
تاثیرِ باغِ خلد ہے تاثیرِ باغِ حسن

تحریرِ سرمہ سے ہے تری چشمِ نیم باز
اے غیرتِ چمن درِ زنجیرِ باغِ حسن

ہو کس طرح نہ تخم فشاں خالِ سرمہ سے
مشاطہ باغباں ہے بہ تدبیرِ باغِ حسن

تبخالہ لب پہ گرمیِ بوسہ سے ہے کہاں
ہے غنچہ لب پہ غنچۂ دل گیرِ باغِ حسن

رشکِ بہار طاقِ دو ابرو کا تیرے عکس
دریاے آئنہ میں ہے تعمیرِ باغِ حسن

تو گرمیِ نگاہ سے اے **ذوق** دیکھ لے
اس نازنیں کا جلوۂ تغئیرِ باغِ حسن

۱۰۷

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

اس در پہ شوقِ سجدہ سے فرشِ زمیں ہوں میں
مانندِ سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

ہوں طائرِ خیال نہ پر ہیں نہ میرے بال
پر اڑ کے جا پہنچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

تارا سا ہوں کنوئیں کی میں تہہ پر مثالِ آب
گو نام آسماں پہ ہے زیرِ زمیں ہوں میں

دیتا ہے پینچ کیوں مجھے اس درجہ اے فلک
نے چینِ زلف نے شکنِ آستیں ہوں میں

۱۰۸

گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اس میں
کہنا 'فیہ نظرٌ' عینِ خطا ہے اس میں

دل کو کیا دیکھے گا تو چیر کے کیا ہے اس میں
اب تو قطرہ بھی نہیں خوں کا رہا ہے اس میں

اس جفا کیش کے نامے کو کہوں کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا وہ لکھا ہے اس میں

رسن انداز ہے چاہِ ذقنِ یار میں زلف
نہیں معلوم کہ دل کس کا گرا ہے اس میں

عشق کی تلخیِ حسرت کے جو لے لے کے مزے
بے مزہ رہتے ہیں ہم، کچھ تو مزا ہے اس میں

تو نگیں توڑ نہ دل کا کہ بڑی کاوش سے
اسم کو میں نے ترے کندہ کیا ہے اس میں

کبھی کرتا ہوں فغاں اور کبھی ضبطِ فغاں
نہیں معلوم وہ خوش اس میں ہے یا ہے اس میں

خضر ساقی ہو تو میں جام نہ لوں گر جانوں
کہ نہیں جام میں مے آبِ بقا ہے اس میں

دے چکے عشق میں جاں وامق و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھیے کس کس کی قضا ہے اس میں

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مئے عیش
مے کہاں اس میں ہے زہراب بھرا ہے اس میں

جا پڑا پاؤں پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمیِ وفا ہے اس میں

کیا بگولے کی طرح خاک کا پتلا انساں
اُڑتا پھرتا ہے بھری جب سے ہوا ہے اس میں

۱۰۹

وقتِ پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

پھر مجھے لے چلا اُدھر دیکھو
دلِ خانہ خراب کی باتیں

واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خلد
کر شراب و کباب کی باتیں

مہ جبیں یاد ہیں کہ بھول گئے
وہ شبِ ماہتاب کی باتیں

حرف آیا جو آبرو پہ مری
ہیں یہ چشمِ پُر آب کی باتیں

سنتے ہیں اُس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتیں

جامِ مے منہ سے تو لگا اپنے
چھوڑ شرم و حجاب کی باتیں

مجھ کو رسوا کریں گی خوب اے دل
یہ تری اضطراب کی باتیں

جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقاں
سُن کے ناصح جناب کی باتیں

قصۂ زلفِ یار دل کے لیے
ہیں عجب پیچ و تاب کی باتیں

ذکر کیا جوشِ عشق میں اے ذوق
ہم سے ہوں صبر و تاب کی باتیں

۱۱۰

(ھوالعلی الاعلیٰ)

ھفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

مردار ہیں وہ طائرِ سدرہ ھی کیوں نہ ہوں
تیرِ نگاہِ یار کی جو دور زد سے ہیں

وہ مست ہوں کہ رکھتے قدح کش تیمناً
بنیادِ مے کدہ مری خشتِ لحد سے ہیں

جتنے مزے ہیں یہاں روش نشۂ شراب
ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں

خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہیں

جاں دادگانِ عشق سے پوچھو رہِ فنا
اس میں جنابِ خضر ابھی نا بلد سے ہیں

چشمِ ثمر ہے سرو سے اُن کو جو بے وقوف
رکھتے اُمیدِ دوستی اُس سرو قد سے ہیں

دشنام دو کہ بوسہ یہ مرضی ہے آپ کی
رکھتے فقیر کام نہیں رَد و کد سے ہیں

بر میں خنک دلوں کے ہو گر خرقۂ فقیر
سمجھو کہ کرتے برف کی پوشش نمد سے ہیں

وہ ایک دم کہ جس میں میسر ہو وصلِ یار
بہتر سمجھتے ہم اسے عمرِ ابد سے ہیں

محفوظ ہیں جو رکھتے درِ عز و قدر پر
ابجد کا قفل قاعدۂ ابؔ و جد سے ہیں

جا ان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر
عاری عبائے ہوش و قبائے خرد سے ہیں

ہر چند ناتواں ہیں مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی کمک سے جنوں کی مدد سے ہیں

دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہرِ داغِ عشق
ہم کرتے ذوق عشق کا دعویٰ سند سے ہیں

۱۱۱

(ھوالعلی)

اس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

علم جس کا عشق اور جس کا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطوں ہے تو اپنے قابلِ صحبت نہیں

بسملِ تیغِ محبت کا لبِ ہر زخمِ دل
آہ کرتا شورِ واویلا و واحسرت نہیں

کہتے ہیں مر جائیں گر چھٹ جائیں غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہیں

نزع میں پانی چوائے تو جو اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

ایک دل اور اس پہ اتنے بارِ غم اللہ رے دل
اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی برسی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنے سرِ تربت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمارے واسطے یاں منزلِ راحت نہیں

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنّائے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہیں

کھا کے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لاوے نہ شکر
کوئی بھی اس سے زیادہ کافرِ نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہم کو قرار
ایک ساعت مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت نہیں

میری وحشت پاؤں پھیلائے تو پھر دونوں جہاں
ہوں اگر یک عرصۂ میداں تو کچھ وسعت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں
جس کے نسخے میں دوا کے لفظ کو صحت نہیں

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشتِ عدم
روز کر لیجے چہل قدمی مگر رخصت نہیں

ذوق اس صورت کدے میں ہیں ہزاروں صورتیں
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہیں

۱۱۲

بلائیں آنکھوں سے ان کی مدام لیتے ہیں
ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں سے کام لیتے ہیں

ہم اُن کی زلف سے سودا جو وام لیتے ہیں
تو اصل و سود وہ سب دام دام لیتے ہیں

شبِ وصال کے روزِ فراق میں کیا کیا
نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں

قمر ہی داغِ غلامی فقط نہیں رکھتا
وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں

ہم آن کے زور کے قائل ہیں ہیں وہی شہ زور
جو عشق میں دلِ مضطر کو تھام لیتے ہیں

قتیلِ ناز بتاتے نہیں تجھے قاتل
جب آن سے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں

ترے اسیر جو صیّاد کرتے ہیں فریاد
تو پھر وہ دم ہی نہیں زیرِ دام لیتے ہیں

جھکائے ہے سرِ تسلیم ماہِ نو پر وہ
غرورِ حسن سے کس کا سلام لیتے ہیں

ترے خرام کے پیرو ہیں جتنے فتنے ہیں
قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہیں

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقتِ مے نوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

۱۱۳

گذرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں
کہ جیسے جائے کوئی کشتیِ دخانی میں

رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں

نہیں خضاب سے مطلب مگر یہ موئے سفید
سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی میں

کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا
بقا کا ذکر ہی کیا اس جہانِ فانی میں

وفورِ گریہ اگر سر بہ اوج ہو اپنا
فلک بہ رنگِ گلِ نیلوفر ہو پانی میں

لگاتے تہمتِ گریہ ہیں دل جلوں کو ترے
یہ لوگ وہ ہیں لگاتے ہیں آگ پانی میں

وہ اپنے گھر کو سدھارے اور ان کی کھوج میں ہم
پھرے بھٹکتے ہوئے کوے بدگمانی میں

کہوں میں اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہیں
بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کہانی میں

مبصّروں سے کہو دیکھیں تیغِ ابروے یار
کہ جوہر ایسے کہاں تیغِ اصفہانی میں

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ فنا میں بقا
حباب وار ہوں میں آبِ زندگانی میں

مزا ہے تیغِ محبت کے زخم کھانے کا
کرے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی میں

نہیں جو ضعف سے دم دل سے یہ کہے ہے آہ
کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی میں

نگاہ کس کی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات
گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہ پانی میں

بجز نثار علی شاہ کون جانے **ذوق**
تری زباں کا مزہ تیری شعر خوانی میں

۱۱۴

(ھوالعلی)

گہر کو جوھری صراف زر کو دیکھتے ھیں
بشر کے ھیں جو مبصر بشر کو دیکھتے ھیں

نہ خوب و زشت نہ عیب و ھنر کو دیکھتے ھیں
یہ چیز کیا ھے بشر ھم بشر کو دیکھتے ھیں

وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدھر کو دیکھتے ھیں
محبت آج ترے ھم اثر کو دیکھتے ھیں

وہ اپنی بّرشِ تیغِ نظر کو دیکھتے ھیں
ھم ان کو دیکھتے ھیں اور جگر کو دیکھتے ھیں

جب اپنے گریہ و سوز و جگر کو دیکھتے ھیں
سُلگتے آگ میں ھم خشک و تر کو دیکھتے ھیں

رفیق جب مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ھیں
تو چارہ گر انھیں وہ چارہ گر کو دیکھتے ھیں

نہ طمطراق کو نے کروفر کو دیکھتے ھیں
ھم آدمی کے صفات و سیر کو دیکھتے ھیں

جو رات خواب میں اس فتنہ گر کو دیکھتے ھیں
نہ پوچھ ھم جو قیامت سحر کو دیکھتے ھیں

وہ روز ھم کو گذرتا ھے جیسے عید کا دن
کبھی جو شکل تمھاری سحر کو دیکھتے ھیں

جہاں کے آئنوں سے دل کا آئنہ ھے جدا
اس آئنے میں ھم آئینہ گر کو دیکھتے ھیں

بنا کے آئنہ دیکھے ھے پہلے آئنہ گر
ھنرور اپنے ھی عیب و ھنر کو دیکھتے ھیں

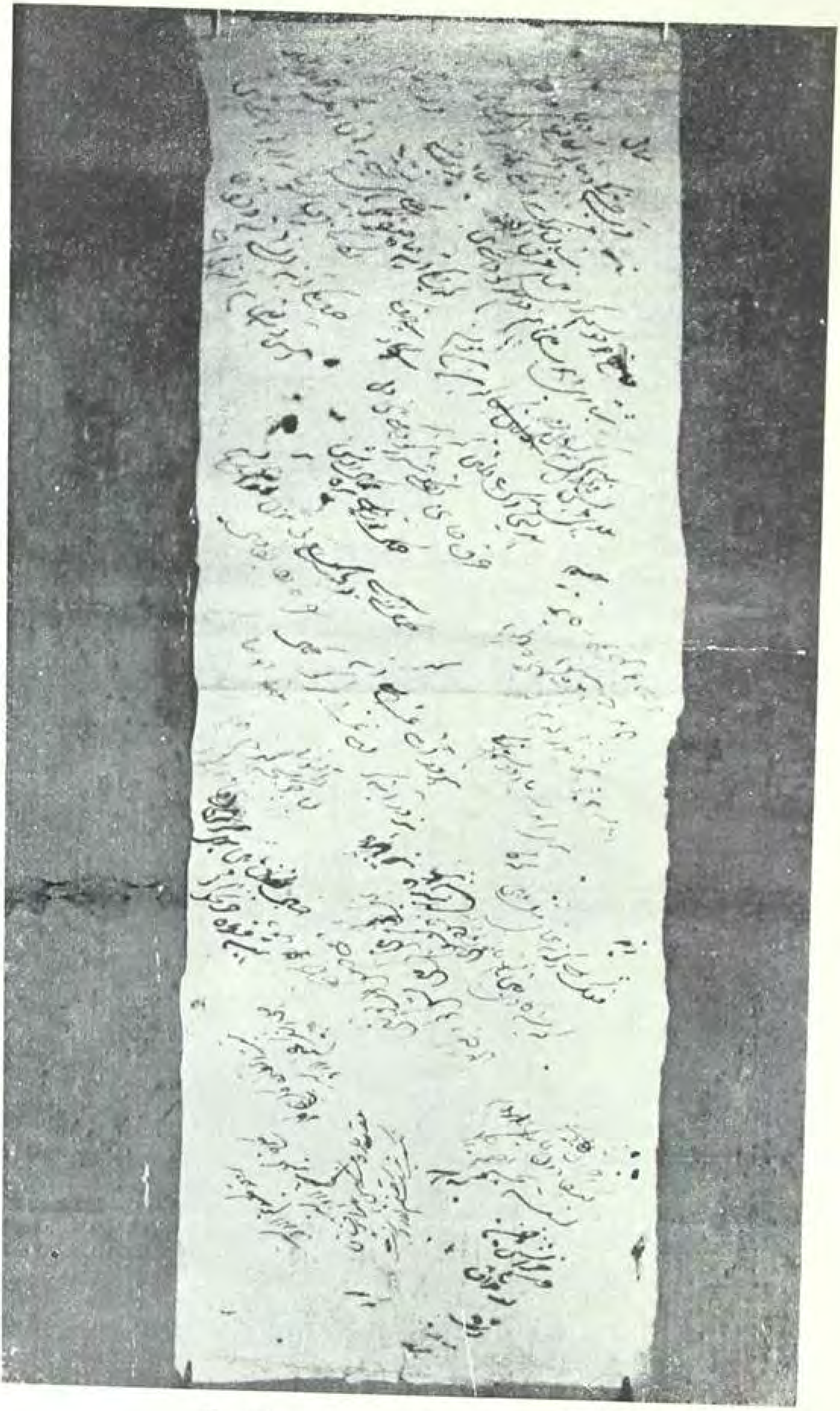

غزل نمبر ۱۱۴ کے مسودے کا عکس

۱۱۵

(و بہ نستعین)

دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غم خانے میں
شمع ہے اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانے میں

میں ہوں وہ خشت کہن مدت سے اس ویرانے میں
برسوں مسجد میں رہا برسوں رہا مے خانے میں

میں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو تو بن جائے شراب
جوشِ کیفیت سے میری خاک کے پیمانے میں

برقِ خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری
ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہیں ہر دانے میں

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق
زلف واں شانے نے کھینچی درد ہے یاں شانے میں

وحشت و نا آشنائی مستی و بیگانگی
یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانے میں

عشق کو نشو و نما منظور ہے کب ورنہ سبز
تخمِ اشکِ شمع ہو خاکسترِ پروانہ میں

ہوش کا دعویٰ ہے بے ہوشوں کو زیرِ آسماں
خم نشیں مثلِ فلاطوں سب ہیں اس خم خانے میں

پتھروں میں ٹھوکریں کھاتا ہے ناحق سیل آب
پوچھو کیا لے جائے گا آ کر مرے غم خانے میں

ایک پتھر پوجنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بت خانے میں

١١٦

(١٥٢)

کرے وحشت بیانِ چشمِ سخن گو اس کو کہتے ہیں
یہ سچ کہتے ہیں سر چڑھ بولے جادو اس کو کہتے ہیں

سوالِ بوسہ کو ٹالا جوابِ چینِ ابرو سے
براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو اس کو کہتے ہیں

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اس کو کہتے ہیں

عدوے نیش‌زن ہر دم ہے میرے در پئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اس کو کہتے ہیں

گوارا تلخیِ مے کیوں نہ ہو ہم خستہ جانوں کو
یہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اس کو کہتے ہیں

گرہ کھولی ذرا اس نے جو اپنی زلفِ مشکیں کی
معطّر ہو گیا آفاق خوشبو اس کو کہتے ہیں

جو پوچھے عقل یہ مجھ سے بتا کیا نام ہے تیرا
کہوں دیوانۂ چشمِ پری رو اس کو کہتے ہیں

کھنچی شیریں نہ دل سے کوہ کن نے کوہ کو کاٹا
محبت یہ نہیں ہے زورِ بازو اس کو کہتے ہیں

اجل سو بار آئی پر نہ آیا جب تلک قاتل
نہ پایا دم نکلنے ذوق قابو اس کو کہتے ہیں

١١٧

(و بہ نستعین)

ہے جی میں اپنے غرّہ جوہر کو توڑ دوں
آئینۂ خیالِ مکدّر کو توڑ دوں

دنیا سے میں اگر دلِ مضطر کو توڑ دوں
سارے طلسمِ وہمِ مکدر کو توڑ دوں

میں کاٹ دوں پہاڑ کو پتھر کو توڑ دوں
پر کیوں کے غیر سے بتِ کافر کو توڑ دوں

کیا دورِ جام ہو کبھی جب سر پہ دورِ چرخ
گر چاک پر پھرے تو میں ساغر کو توڑ دوں

ہر موجِ بحرِ عشق کو یہ بل ہے بل بے زور
کہتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دوں

احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

اے آشنا نہ پوچھ گراں باریِ گناہ
کشتی میں ہوں تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دوں

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

دشتِ جنوں میں، میں جو اٹھاؤں ذرا قدم
پائے رفیق و ہمتِ رہبر کو توڑ دوں

ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی
باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں

کیا دشمنی ہے اہلِ کرم سے کبھی ہے چرخ
یاں تک جھکاؤں شاخ ثمرور کو توڑ دوں

پھر اس مژہ کو یاد کرے دل تو دل میں ذوق
نشتر چبھو کے میں سرِ نشتر کو چھوڑ دوں

۱۱۸

ہیں دہن غنچوں کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہیں
شاید اس کو دیکھ کر صلِّ علیٰ کہنے کو ہیں

وصفِ چشم و وصفِ لب اس یار کا کہنے کو ہیں
آج ہم درسِ اشارات و شفا کہنے کو ہیں

آج ان سے مُدّعی کچھ مدّعا کہنے کو ہیں
پر نہیں معلوم کیا کہویں گے کیا کہنے کو ہیں

جو . . . وہ قد قامت سدا کہنے کو ہیں
اور عاشق وصفِ قد قامت ترا کہنے کو ہیں

پوچھ آ قاتل سے تو وہ کب کرے گا ہم کو قتل
آج ہم تاریخِ مرگ آپ اے قضا کہنے کو ہیں

میں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا مارے ہیں تیر
سب دہانِ زخم منہ سے مرحبا کہنے کو ہیں

وہ جنازے پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جب کہ اذنِ عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

۱۱۹

ہاں تامّل دمِ ناوک فگنی خوب نہیں
ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

تشنۂ دشتِ محبت کے لیے اس لب سے
کوئی دنیا میں عقیقِ یمنی خوب نہیں

گل پریشان ہوا ہنس کے چمن میں آخر
دیکھ اے غنچے یہاں خندہ زنی خوب نہیں

خوبیاں یوں تو ہیں اس عالم تصویر میں سب
اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں

اٹھے ہی جائے گا اس دل سے دھواں آٹھ پہر
جب تلک جلنے کا یہ سوختی خوب نہیں

چشم کہتی ہے تری جنبشِ مژگاں سے کہ دیکھ
سر پہ بیمار کے یہ سینہ زنی خوب نہیں

بات تو خوب بنائی تھی وہاں ہم نے مگر
تھی جو بگڑی ہوئی تقدیر بنی خوب نہیں

تاب دنداں نہ دکھا بزم میں تو ہنس ہنس کر
کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہیں

خلشِ خار کا کھٹکا ہے بغل میں موجود
دیکھ گل دعویٔ نازک بدنی خوب نہیں

یہ نہیں شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل
محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہیں

کون آتش نفس اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سرد نسیمِ چمنی خوب نہیں

۱۲۰

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں
جامِ شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط
ہے جس کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اس زلفِ فتنہ زا کے لیے اے مسیح دم
کچھ دستِ شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روے زرد پہ کیا اشکِ لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار میں
دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں

وحشی کو تری چشم کے مژگانِ ہر غزال
صحرا میں تیز ناخنِ ضیغم سے کم نہیں

ہوتی ہے جمعِ زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورتِ درہم سے کم نہیں

ساقی ملے ہزار فلاطوں ہیں خاک میں
جو خم تہی ہے قالبِ آدم سے کم نہیں

اس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں

شورابۂ سرشک سے دھوتا ہوں زخمِ دل
تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں

ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس و زخمِ دل
مجھ کو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہیں

سمجھوں غنیمت اس دمِ خنجر کو کیوں نہ میں
اس بے کسی میں یہ مجھے ہمدم سے کم نہیں

اے ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

۱۲۱

گئیں یاروں سے وہ اگلی ملاقاتوں کی سب رسمیں
پڑا جس دن سے دل بس میں ترے اور دل کے ہم بس میں

کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگاں کے
تماشا کج سرشتوں کا ہے کچھ اخلاص کے بس میں

توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمارِ ہجراں کے
نہ جنبش نبض میں جس کی نہ گرمی جس کے ملمس میں

دکھائے چہرہ دستی آہ بالا دست گر اپنی
تو مارے ہاتھ دامانِ قیامت چرخِ اطلس میں

جو ہے گوشہ نشیں تیرے خیالِ مستِ ابرو میں
وہ ہے بیت الصنم میں بھی تو ہے بیت المقدس میں

کرے لب آشنا حرفِ شکایت سے، کہاں یہ دم
ترے محزونِ بے دم میں ترے مفتونِ بے کس میں

ہوائے کوے جاناں لے اڑے اس کو تعجب کیا
تنِ لاغر میں ہے جاں اس طرح جس طرح بو خس میں

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار ان کے
ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں

ہوئے سب جمع مضموں ذوق دیوانِ دو عالم کے
حواسِ خمسہ ہیں . . . . مخمس میں

۱۲۲

مے ملا کر ساقیانِ سامری فن آب میں
کرتے ہیں جادو سے اپنے آگ روشن آب میں

زلفِ افعی وش کو دھووے گر وہ پُر فن آب میں
ہووے جائے موج پیدا مارِ رہزن آب میں

چشمۂ آئینہ میں کب تر ہوا پاے نگاہ
اس طرح جاتے ہیں دیکھا پاک دامن آب میں

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کوئی مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

صحبت صافی دلاں سے ہوں مکدّر تیرہ دل
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریے سے نہیں فرصت مجھے فوارہ وار
گو کہ میں ڈوبا ہوا ہوں تا بہ گردن آب میں

طاسِ قلیان میں رکھا ہے اس نے ابرِ مُردہ کو
ڈوب مر رو رو کہ تو اے ابرِ بہمن آب میں

دیکھنا آبی دوپٹہ اس کے منہ پر وقت خواب
برجِ آبی میں ہے مہ یا مہرِ روشن آب میں

میں ہوں وہ تفسیدہ دل کر جائے یک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرّہ میری خاکِ مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدار یار
جیسے مستسقی کا ہو دم تا بہ مردن آب میں

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب اے رشکِ گلشن آب میں

وعدہ ہے آنے کا اس کے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہوں دم بدم آٹھ آٹھ کے روغن آب میں

خط کو ہم لکھنے جو بیٹھے آنکھ سے آمڈے یہ اشک
بہہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفقِ من آب میں

سینہ صافوں کے تئیں کیا رخنہ اندازوں سے خوف
تیر مارے سے کہیں پڑتا ہے روزن آب میں

۱۲۳

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہیں
چشمِ پُر آب سے آئینے وضو کرتے ہیں

کرتے اظہار ہیں در پردہ عداوت اپنی
وہ مرے آگے جو تعریفِ عدو کرتے ہیں

دل کا یہ حال ہے پھٹ جائے ہے سو جائے سے اور
اگر اک جائے سے ہم اس کو رفو کرتے ہین

توڑیں اک نالے سے اس کاسۂ گردوں کو مگر
نوش ہم اس میں کبھو دل کا لہو کرتے ہیں

قدِ دلجو کو تمھارے نہیں دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سروِ لبِ جو کرتے ہیں

۱۲۴

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں
ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہیں

گو اضطرابِ دل کو بیاں کرتے ہم نہیں
پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہیں

بعد از فنا بھی جوشِ جنوں میرا کم نہیں
کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہیں

مضمونِ پیچ و تاب کی تابِ رقم نہیں
ہے زلفِ یار ہاتھ میں میرے قلم نہیں

جوشِ شگفتگی سے محبت کا غم نہیں
یہ خونِ خراشِ دل میں تبسّم سے کم نہیں

وہ روز کون سا ہے کہ ہم پر ستم نہیں
گر یہ ستم ہے روز تو اک روز ہم نہیں

دامن ہے لوثِ زر سے مرا پاک یاں تلک
گر چھینٹ بھی پڑے تو بہ حدّ درم نہیں

یہ ضبطِ پیچ و تاب کہ میرے سرِ مزار
گیسوئے دودِ شمع میں بھی پیچ و خم نہیں

منصوبہ مارنے کا مرے کرتے ہیں حریف
اور مجھ میں مثلِ بازیِ شطرنج دم نہیں

سر بازِ عشق کے لیے دارالاماں کہاں
محفوظ قطع سے سرِ شمعِ حرم نہیں

آتش میں آ پڑا ہے مری طرح سے سپند
لیکن نکل ہی جائے گا ثابت قدم نہیں

یہ دل مجھے ڈبو کے رہے گا کہ سینے میں
وہ کون سا ہے داغ جو گردابِ غم نہیں

منظور لوحِ دل پہ ہے گر مشقِ کاو کاو
بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہیں

اب تک ہے آتشِ دلِ پروانہ شعلہ زن
اے شمع سرخیِ شفقِ صبح دم نہیں

میں ہوں وہ سینہ سوختۂ آتشِ فراق
کب چشمِ زخم دیکھ مجھے چشمِ نم نہیں

گر آب دیدہ شربتِ کوثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اس میں چاشنیِ درد و غم نہیں

مشکل ہو کس طرح نہ دلِ گم شدہ کی کھوج
وہ لے گیا کہ جس پہ کسی کا بھرم نہیں

ہاتھوں سے چرخِ تفرقہ انداز کے کبھی
کر سکتے ہم تو دستِ تاسّف بہم نہیں

مشکل ہے مرے عہدِ محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری وفا کی قسم نہیں

لازم ہے صبر، صبر اگر کر گیا گریز
ڈھونڈے کدھر سُراغ کہ نقشِ قدم نہیں

کھینچے ہے ہاتھ قتل سے کیوں اے ستم شعار
رکتی کسی طرح تری تیغِ ستم نہیں

خورشید وار دیکھیے عالم کو ایک آنکھ
اس سے زیادہ کیفیتِ جامِ جم نہیں

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
اب کوئی شاخ ، شاخ سے طوبٰی کی کم نہیں

ہم کافرانِ عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ میں آتش آتشِ سنگِ صنم نہیں

مسجد کو بھی ہے سجدے سے میرے حیا و شرم
کیا گردنِ خجالتِ محراب خم نہیں

دنیا میں تر ہو دامنِ اہلِ صفا کہاں
ہر چند گوہر آب میں ہے غرق نم نہیں

جاتا ہے بند آنکھیں کیے ذوق کیا کہ دیکھ
یہ راہِ کوے یار ہے کوے عدم نہیں

۱۲۵

جیفہ سمجھ کے رکھتا جو دنیا سے ننگ ہوں
پارس بھی ہو تو جانتا مردار سنگ ہوں

میں وہ شگفتہ دل ہوں نہ دوزخ میں تنگ ہوں
آہن کی طرح آگ میں بھی لالہ رنگ ہوں

پروانہ گر نہیں تو نہیں پر ہوں شعلہ دوست
مکھی بھی ہوں تو خالِ دہانِ تفنگ ہوں

جو ہے سو پہلے میرے اٹھانے کی فکر میں
محفل میں ان کی میں کوئی چوسر کا رنگ ہوں

منظور مجھ کو ضبط مرے دل کو اضطراب
دل میرا مجھ سے تنگ ہے میں دل سے تنگ ہوں

۱۲۶

(ھو اللہ اکبر)

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

خط دیکھ کر وہ آئے بہت پیچ و تاب میں
کیا جانے میں نے لکھ دیا کیا اضطراب میں

بے بادہ غور گی میں ہوا ذوق جو مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب میں

۱۲۷

تیرے آفت زدہ جن دشتوں میں اڑ جاتے ہیں
صبر و طاقت کے وہاں پاؤں اکھڑ جاتے ہیں

اتنے بگڑے ہیں وہ مجھ سے کہ اگر نام اُن کے
خط بھی لکھتا ہوں تو سب حرف بگڑ جاتے ہیں

کیوں نہ لڑوائیں انھیں غیر کہ کرتے ہیں یہی
ہم نشیں جن کے نصیبے کہیں لڑ جاتے ہیں

۱۲۸

نہ چھوڑا تارِ وحشت نے ہمارے جیب و داماں میں
مگر تارِ نفس سینے میں سمجھو یا گریباں میں

کوئی ڈھونڈے کدھر دل کو ہجومِ داغِ سوزاں میں
ملے کھوج ایک پروانے کا کیا اتنے چراغاں میں

کیسے ہی جائیو اے دل شکایت تشنہ کامی کی
رہے آب اس کی جب تک تیغ میں خنجر میں پیکاں میں

ہدف ہے تیر کا اس کے گلِ ہر داغِ دل میرا
ہمیشہ آبِ پیکاں سے ہے شبنم اس گلستاں میں

جو لذت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو ہرگز
نہ پیتا آبِ حیواں ڈوب مرتا آبِ حیواں میں

۱۲۹

ہیں بتاں محو خود نمائی میں
بیر ہے پر خودی خدائی میں

ہو کے اک بوسے پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی میں

نہیں بگھی میں وہ فرنگی زاد
ماہ ہے منزلِ ہوائی میں

ذوق ہے ایک رندِ شاہد باز
اس کو کیا دخل پارسائی میں

۱۳۰

تو کہے غنچہ کہ اس لب پہ دھڑی خوب نہیں
چپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں

سامنے سے مرے ٹلتا نہیں ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہیں

فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھوں نے
دستِ مژگاں سے کوئی دھول جڑی خوب نہیں

منه چڑھے تیغِ غمِ عشق کے کیا منه هے ترا
بوالہوس تجھ په کوئی ضرب پڑی خوب نہیں

خوب رویوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہیں اپنی لڑی خوب نہیں

۱۳۱

واقف هیں هم که حضرتِ دل ایسے شخص هیں
اور پھر هم ان کے یار هیں هم ایسے شخص هیں

صاحب دلوں کے واسطے هے آستانِ دل
کب کرتے قصدِ دیر و حرم ایسے شخص هیں

دیوانے تیرے دشت میں رکھیں گے جب قدم
مجنوں هی لے گا اُن کے قدم ایسے شخص هیں

دیں کیا هے بلکه دیجیے ایمان بھی اُنھیں
زاهد یه بت خدا کی قسم ایسے شخص هیں

۱۳۲

سینے سے جو میں آهِ دلِ تنگ نکالوں
افلاک میں وسعت کا نیا رنگ نکالوں

سرگرمیِ مضمون کا اگر رنگ نکالوں
میں هوں که شرار از جگرِ سنگ نکالوں

هوں میں وه (جگر خوں که مسامات بدن سے)
جوں اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالوں

اغیار بگاڑیں تو بناؤں میں بھلا کیوں
وه طرح بھی دے جائیں تو میں جنگ نکالوں

بلبل کا اگر گل ہے تو گلفام ہے اپنا
وہ شوخ اگر لائے تو میں شنگ نکالوں

ہے دخترِ رز اپنے دماغوں میں تو اے دوست
میں سبزۂ خط اور عرقِ بنگ نکالوں

ہے جی میں کہ غنچے کو کروں تنگ چمن میں
پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالوں

اے ذوق توکل ہے تو روزی کا ہے کیا فکر
جوں مور میں آذوقہ تہِ سنگ نکالوں

اشعار

۱

نے رنگِ کفک ہوں نہ ترا فندقِ پا ہوں
میں کچھ نہیں لیکن ترے قدموں سے لگا ہوں
وہ مہر تو میں تاب وہ گوہر ہے تو میں آب
نے مجھ سے جدا وہ ہے نہ میں اس سے جدا ہوں
مجنوں بھی مجھے سمجھے چراغِ رہِ مقصود
میں ناقۂ لیلیٰ کا سراغِ کفِ پا ہوں

۲

گھڑی بھر میں یہ نالے گنبدِ بے در سے اوپر ہیں
ہوا یہ باندھتے بادل عبث اوپر سے اوپر ہیں
کہوں میں کیا . . . دل میں سو نشتر سے اوپر ہیں
وہ اک سنتے نہیں دیتے اڑا اوپر سے اوپر ہیں
پڑے ہیں ہم پسِ دیوارِ گلشن ناتوانی سے
(اگر) طاقت کرے یاری تو اڑ کر سر سے اوپر ہیں

۳

ہر بنِ مو سے نکلتے ہیں شرارِ آتشیں
بن گیا ہوں میں سراپا اک انارِ آتشیں
واہ رے سوزِ جگر اب بھی ہماری خاک سے
اٹھے ہے جوں دودِ گلخن اک غبارِ آتشیں

۴

اب کے دل لے لوں تو پھر اس بتِ قاتل کو نہ دوں
جان دوں مال دوں ایمان دوں پر دل کو نہ دوں
چار ٹکڑے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا
لب کو دوں رخ کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

۵

نہ ڈال آبلے اے گرمیِ فغاں منہ میں
کہ چپکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگھنیاں منہ میں
ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سوفار
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زباں منہ میں

۶

اسیرِ رنج و غم میں ہوں مریضِ جاں بلب میں ہوں
اور اس پر اب تلک جیتا ہوں میں کوئی عجب میں ہوں
جو مانگوں موت دردِ عشق سے مجھ کو نہیں زیبا
کہ نامِ عشق لوں اور اس قدر راحت طلب میں ہوں

۷

لگے پیہم یہ ترے ناوکِ مژگاں دل میں
اتنے مو تن پہ نہیں جتنے ہیں پیکاں دل میں

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجراں دل میں
ہم نے جانا تھا کوئی دم کا ہے مہماں دل میں

قطعہ

ہائے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے
تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر میں
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشم پُر آب
گاہ تدبیرِ لحد میں گہہ کفن کی فکر میں

ابیات

اس سے تسکیں تھی کہ وہ بر میں نہیں دل میں تو ہے
اب غضب ہے کہ مرا دل بھی مرے بر میں نہیں

ٹک دیکھ اب تو چشمِ حقیقت سے اُس کو ذوق
ہر طرف جلوہ گر ہے اُسی کا ظہورِ حسن

کہتی ہے ماہیِ بریاں کہ دبیرانِ قضا
داغ دیتے ہیں جسے اُس کو درم دیتے ہیں

سمجھو نہ سہل تم خفتاں کو حکیم جیو
حضرت اسے بھی جانیے ہمزادۂ جنوں

مطلعے

نہیں تدبیر کچھ بنتی پڑے سر کو پٹکتے ہیں
نہ دل چھوڑے ہے ہم کو اور نہ ہم دل چھوڑ سکتے ہیں

مرے نالوں سے چپ ہیں مرغِ خوش الحان زمانے میں
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

دنبالے سے سرمے کے دھواں ہیں تری آنکھیں
کہہ بیٹھیں نہ کچھ سیف زباں ہیں تری آنکھیں

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر ہنستے ہیں
ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہیں

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لے جانے میں

وہ دوانے ہیں کہ جن کو بیڑیاں درکار ہیں
ہم اسیرِ زلف ہیں کافی ہمیں دو تار ہیں

کمندیں اور بھی یوں تو کمند انداز رکھتے ہیں
تری زلفوں کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہیں

کیا صوفی و کیا میکش قائل مرے دونوں ہیں
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونوں ہیں

ہوا ہے اور نہ ہووے گا کوئی پیدا خدائی میں
وفا میں کوئی مجھ سا اور تم سا بے وفائی میں

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم آٹھے ہیں
آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم آٹھے ہیں

آنے کو کہتے تھے خاطر سے ہماری پرسوں
ہوئے برسوں نہ ہوئی پر وہ تمھاری پرسوں

یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں
کہ تھا بلبل کی قسمت کا پڑا قمری کی گردن میں

زاہدِ گُمراہ کے میں کس طرح ہم راہ ہوں
وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں

رخصت وہ ہم سے ہو کر جاتے جب اپنے گھر ہیں
گھبرا کے ہم پہنچتے واں ان سے پیشتر ہیں

دودِ غم دل میں مرے دیکھ تو اب ہے کہ نہیں
کعبہ آتش کدہ میں جائے غضب ہے کہ نہیں

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن میں
بہانہ کر کے منت کا پنھایا طوق گردن میں

ردیف واو

۱۳۳

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہم کو

اس بلندی پہ دیا عشق نے پہنچا ہم کو
کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہم کو

شوق مستی میں ہے گل گشتِ چمن کا ہم کو
چاہیے جاے عصا گردنِ مینا ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہم کو
اور جوں خیمۂ لیلیٰ ہے سویدا ہم کو

اس نے خط جو قلمِ سرمہ سے لکھا ہم کو
لکھا ایماے خموشی ہے یہ گویا ہم کو

رکھ مکدّر نہ بس اے چرخ اب اتنا ہم کو
ہم نے مانا کہ کیا خاک سے پیدا ہم کو

ہووے گا کشتیِ طوفاں زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہم کو

بستگی دل کو ہے کیوں اس گرہِ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہیں کھلتا یہ معمّا ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گردِ رم آہو کی طرح
بھاگے ہے دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہم کو

کس سے تدبیرِ درستی ہو ہماری جوں زلف
کہ شکستوں سے بنایا ہے سراپا ہم کو

جا بہ جا نام تو جوں نقشِ نگیں چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو

اور ہمدرد کہاں ہو نہ ہو اے حضرتِ دل
درد اب تم کو ہمارا ہو تمہارا ہم کو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنانا تھا ہتیلی کا پھپھولا ہم کو

اثرِ کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقش سجدے کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہم کو

نخلِ خرما کی طرح باغِ محبت میں ملا
کثرتِ زخم سے اک خلعتِ زیبا ہم کو

ایک دم تنگ وہ آئے تھے بغل میں اس پر
غمِ دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہم کو

کشتہ ہی ہوتا ہے اکسیر کہ مثلِ سیماب
کچھ کُشندہ سے نہیں خون کا دعویٰ ہم کو

تن سے کیا جان کے جان اپنی نکلنے پاوے
ہو بشر طے ترے آنے کا بھروسا ہم کو

آن پہنچی سرِ گردابِ فنا کشتیِ عمر
ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہو سکے لاغری و ضعف کہاں مانعِ شوق
تیری جانب پرِ پرواز ہیں اعضا ہم کو

رشک تھا اپنے نوشتے میں کہ اس نو خط نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہم کو

ہر قدم پاؤں میں سر رکھتے ہیں خارِ سرِ دشت
اے جنوں تو نے ہے کانٹوں میں گھسیٹا ہم کو

کرتے جوں کوہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت
پر وہ کچھ ہم سے سنے گا جو کہے گا ہم کو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہرِ دل
طوف گرداب صفت چاہیے اپنا ہم کو

لگ گئی آنکھ جو سودے میں تری زلفوں کے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہم کو

ہم گئے جس کی طرف جوں گل بازی اس نے
پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہم کو

حرفِ تلخ اس لبِ شیریں سے ہر اک بات پہ آہ
ناصحا سنتے ہیں ہم کچھ تو ہے میٹھا ہم کو

خاک سے کیوں کہ ہماری گلِ رعنا نہ اگے
کہ کسی گل کی دو رنگی نے ہے مارا ہم کو

ایک دم عمرِ طبیعی ہے یہاں مثلِ حباب
فکرِ امروز ہے نے ہے غمِ فردا ہم کو

جتنے عاشق ہیں بہم ایک کا ہے ایک عزیز
شمع سے چاہیے ہے خون کا دعویٰ ہم کو

کیا ستم ہے کہ پئے قطعِ رہِ عشق، فلک
ارّہ ساں دیتا ہے دنداں عوضِ پا ہم کو

دل میں تھے قطرۂ خوں چند سو مانندِ انار
نہ رہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہم کو

مل گئیں خاک میں جو صورتیں ان کا ہے خیال
کیوں نہ فانوسِ خیالی ہو بگولا ہم کو

ہم ہیں وہ وحشیِ لاغر کہ چھپا لیتی ہے
زیرِ داماں نگہِ آہوے صحرا ہم کو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اس کی تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

۱۳۴

آسماں اور وہ انسان بناتا ہم کو
خاک میں تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہم کو

ذبح کیوں کرتے ہی فتراک سے باندھا ہم کو
چھوڑ ہونے دے تڑپ کر ابھی ٹھنڈا ہم کو

دل شکستہ مگر اس یار نے سمجھا ہم کو
خط بھی جو خطِّ شکستہ ہی سے لکھا ہم کو

باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہم کو
تجھ پہ بن دیکھے ہے غش جس نے کہ دیکھا ہم کو

کر دیا گریے نے آخر سبک ایسا ہم کو
لے گئے اشک بہا جوں کفِ دریا ہم کو

اس پہ مرتے ہیں کہ کیوں غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اس کو ہوئی تھی جو تمنا ہم کو

ہے وہی جنبشِ لب ہائے جراحت پسِ قتل
کس لبِ تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہم کو

ہم ہیں وہ گرم روِ راہِ فنا جوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہم کو

ٹپکا مژگاں سے لہو ہو کے جگر آخر کار
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہم کو

خال سرمے کا تمھیں چاہیے زیبایش کو
اخترِ سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہم کو

یہ تو یوں مضطرب اور سینے میں لاکھوں روزن
دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہم کو

خطِ توام سے لکھو گور پہ تاریخِ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہم کو

کون غلطیدہ تھا خاکِ سرِ کو پہ تیری
خواب شب بسترِ مخمل پہ نہ آیا ہم کو

جس کی آواز سے ہوں رونگٹے سوہاں کے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

اک حلاوت ہے عداوت میں بھی اس ظالم کی
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہم کو

دیکھا آخر نہ کہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے کیوں آپ نے چھیڑا ہم کو

ٹپکے ہے جائے عرق ہر بنِ مو سے پیکاں
یہ ہدف کس نے کیا تیرِ جفا کا ہم کو

ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہنچانے گیا تا لبِ دریا ہم کو

ہم وہ ہیں رند کہ اس عالمِ پیری میں بھی ہے
آنس مےخانے سے جوں پنبۂ مینا ہم کو

سنگ دل تین دن اب گور میں بھی بھاری ہیں
ہے سیم میں ترے آنے کا جو دھڑکا ہم کو

تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تم پر
مار ہی ڈالے گا بس رشک ہمارا ہم کو

پھرتے ہی آنکھ کے پھیریں گے گلے پر خنجر
ہو چکا آپ کا معلوم ہے ایما ہم کو

گرمیِ تپ سے ہوا سوزِ دروں جو افشا
آ گیا مارے خجالت کے پسینا ہم کو

جرأت اے خواریِ وحشت کہ گریباں کا تار
ہو گیا ضعف سے تارِ رگِ خارا ہم کو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے ہم نے تجھ بن
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو

نہ اٹھیں شورِ قیامت سے بھی وہ مست ہیں ہم
جب تلک کہوے نہ قم قم لبِ مینا ہم کو

ہم تبرک ہیں بس اب کر لے زیارت مجنوں
سر پہ پھرتا ہے لیے آبلۂ پا ہم کو

وصل کا اس کے تصور جو بندھا رہتا ہے
تو مزے ہجر میں بھی آتے ہیں کیا کیا ہم کو

واہ قسامِ ازل صدقے ہم اس قسمت کے
جامِ عشرت اسے اور داغِ تمنّا ہم کو

دل میں نشترِ نگہِ یار کا آ ہی کھٹکا
وہ ہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہم کو

رہی ہر طرح سے صیدی کے کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اس بتِ بیداد کے ایذا ہم کو

صید ہی میں نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
صلح بھی ٹھہری تو پھڑکا ہی کے چھوڑا ہم کو

ذوق بازی گہ طفلاں ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

۱۳۵

(و بہ نستعین)

رندِ خراب حال کو زاھد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیے اُدھیڑ تو

اس صید مضطرب کو تحمّل سے ذبح کر
دامان و آستیں نہ لہو میں لتھیڑ تو

چھٹتا ہے کون مر کے گرفتارِ دامِ زلف
تربت پہ اس کی جال کا پائے گا پیڑ تو

اے زاھدِ دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا
مانندِ صبحِ کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو

یہ تنگ نائے دھر نہیں منزلِ فراغ
غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو

ہو قطع نخلِ اُلفت اگر پھر بھی سبز ہو
کیا ہو جو پھینکے جڑھی سے اس کو اکھیڑ تو

جو سوتی بھیڑ باعثِ غوغا جگائے پھر
دروازہ گھر کا اس سگِ دنیا پہ بھیڑ تو

عمرِ رواں کا توسنِ چالاک اس لیے
تجھ کو دیا کہ جلد کرے یاں سے ایڑ تو

آوارگی سے کوے محبت کی ہاتھ اٹھا
اے ذوق یہ اٹھا نہ سکے گا کھکھیڑ تو

۱۳۶

موت ہی سے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو
غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

بعدِ مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
جیتے جی راحت کہاں دردِ جراحت ہو تو ہو

اب زباں پر بھی نہیں آتا کبھی اُلفت کا نام
اگلے مکتوبوں میں یہ رسمِ کتابت ہو تو ہو

دستِ بخشش سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا کرمِ ضعیف
آدمی سے کیا نہ ہو لیکن محبّت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیوں کر یہ خراب آبادِ دل
عشقِ غارت گر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

انتظارِ یار میں جو چشم ہو جائے سفید
مردمک اُس میں کہاں ہو داغِ حسرت ہو تو ہو

تلخ کامی میں ہی گذری زندگانی عمر بھر
جانِ شیریں کے دیے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

کہتے ہیں شورِ قیامت جس کو وہ اے چشمِ یار
تیرے مستوں کی صفیرِ خوابِ غفلت ہو تو ہو

کل جو اک پگڑی ہوئی تھی میکدے میں رہنِ مے
ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

۱۳۷

(ھواللہ اکبر)

تمنّا نہیں ہے کہ امدادِ دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزدِ قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلاوے یہ بسمل ترے پاؤں پر جاں بحق ہو

کتابِ محبّت میں اے حضرتِ دل بتاؤ تو تم اپنے کتنا سبق ہو
کہ جب آن کر تم کو دیکھا تو وہ ہی لیے دستِ افسوس کے دو ورق ہو

جو مے نوش وہ شوخ رشکِ قمر ہو تو سرخی نہ کیوں اس کے رخسار پر ہو
غروبِ آفتابِ درخشاں اگر ہو تو کس طرح پیدا نہ رنگِ شفق ہو

یہ کشتوں کا اس مانگ کے یاں بتا ہے کہ ان تیرہ بختوں کی تربت پہ کوئی
اگر سنگِ موسیٰ کا تعویذ رکھ دے تو بس درمیاں سے وہ رکھتے ہی شق ہو

اگر زخمِ سینہ سے پھاہا اٹھاؤں تو خورشید کو تھرتھری سی چڑھاؤں
اگر پنبۂ داغِ دل کو دکھاؤں تو صبحِ قیامت کا منہ دم میں فق ہو

اگر رشکِ گلشن نہ ہو مجھ سے باہم تو گلشن میں ہووے یہ وحشت کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آوازِ ضیغم چمن مجھ کو اک وادیِ لق و دق ہو

کرو دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہِ چاردہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بہ یک جلوہ چودہ طبق ہو

مری زندگی تھی ابھی اے ستم گر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرایا تھا تو نے تو یہ سمجھ کر نکل جائے جاں کچھ جو باقی رمق ہو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدل کر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جس میں
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضموں ادق ہو

۱۳۸

جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اس میں زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس میں اخگر آتش ہو

اے قاتل حلقِ بریدہ سے یک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنی کیوں نہ تنورِ آتش ہو

ہو تیرا سیہ رو صبحِ ہجراں مجھ سے رخصت مہوش ہو
کیوں کھینچوں آہ کہ خور بھی پنہاں زیرِ دودِ آتش ہو

لبریز شرابِ ناب دکھا تو ساغر چشمِ کافر کو
تا زاہدِ پاک ملوّث ہو، تا صوفیِ دم کش میکش ہو

لبیک و اذاں ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل نالۂ نے
دل لینے میں ہاں کوئی ہو پر ایک نوائے دل کش ہو

جب ضعف سے مجھ کو غش آیا تو طنز سے وہ یوں کہنے لگا
بس غش نہ کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پر تم حدغش ہو

گر کلکِ آہ کو پھیروں میں تو دودِ دل سے پھر میرے
شب صفحہ ماہِ منور کا جوں سینۂ باز منقش ہو

یہ دل تو دیکھو کشتہ . . . . چھوڑ دے دامن قاتل کا
میں گذرا اس کے خون بہا سے خاطر اس کی مشوّش ہو

بن تیرے گھر کی آرایش جب دشمنِ جاں ہو عاشق کی
محرابِ طاق کہاں بن جائے دستۂ نرگسِ ترکش ہو

دل نخل میں قد کے جوں زکریا چھپ کر چشمِ کافر سے
اب جنبشِ تیغِ ابرو سے کیوں کر نہ بزیرِ کشاکش ہو

مانندِ نمکداں چرخ پہ انجم حق نے بنائے میرے لیے
تا ہر لبِ زخمِ حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو

تم "وہ "وہ زخم دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر بُرشِ تیغِ ناز پہ اپنی کہتے دل میں عش عش ہو

اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاکِ کوچے قاتل نے
ہاں دفن کو ایسے کشتوں کے ایسی ہی زمینِ دل کش ہو

اس بحر میں کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ تم نے لکھی ہے
ہاں وزن کو سن کر جس کے شاداں روحِ خلیل و اخفش ہو

۱۳۹

سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو
پھر نہ ٹپکے گرچہ کوزہ دل کا سب بشکستہ ہو

کیوں کہ قابو میں فلک کے عاشقِ وارستہ ہو
نہ تو جب ہوگا کہاں کے بس میں تیرِ جستہ ہو

ہر قدم پر ہے خراشِ پائے مجنوں گل فشاں
تاکہ ہر اک خارِ صحرائے جنوں گل دستہ ہو

کیا ہوا داغِ محبت سے ہوا دل سر بہ مہر
یہ نہیں ممکن کہ میرا رازِ دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزنِ الماس سے دل غم کی پھانس
جتنی وہ کاوش کرے اتنا ہی یہ پیوستہ ہو

ق

جانے کب بے درد اندازِ کلامِ دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

منہ سے جو نکلے وہ کچھ ہو پر ہو دلکش ایک بات
آہِ موزوں ہو کہ نالہ مصرعِ برجستہ ہو

۱۴۰

(ھواللہ اکبر)

صفا میں تیرے رخ سے آئنہ کیا خاک ہمسر ہو
نگاہِ چشمِ سرمہ آلود سے بھی جو مکدر ہو (کذا)

مری تاثیرِ وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو
نگیں پر نام لکھ دوں تو نکل کے گھر سے باہر ہو

ترا دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
جلا دے زیرِ پا جو خارِ مژگاں سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا اے ستمگر ہو
ابھی قصہ نہ ہو آخر کہ آخر روزِ محشر ہو

جو تو دریا میں دھووے ناخنِ پا گلبدن اپنے
تو ہر اک فلس ماہی شکلِ برگ گل معطر ہو

ڈبوئیں آشنا کو گر سبکدوش اپنی صحبت میں
تو آہن ساتھ کیوں لکڑی کے دریا میں شناور ہو

کھٹکتے ہی رہیں گے جی میں وہ مژگانِ برگشتہ
ہجومِ نیشِ کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جاں تو نے مجھ کو سرد مہری سے
کہ آہِ سرد میری شمعِ کافوری سے ہمسر ہو

حرم کو جائے زاہد ہم تو مے خانے کو چلتے ہیں
مبارک اس کو طوفِ کعبہ ہم کو دورِ ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کشِ وحشت کا کیا ممکن
اگر سو ٹکڑے سنگِ کودکاں سے کاسۂ سر ہو

بچائے حق تعالیٰ اس یزیدی شمر مشرب سے
کہ خوں سید کا جس بے رحم کو خونِ کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیروں کی
روانی تیغ میں پا بستۂ زنجیرِ جوہر ہو

مجھے صحنِ چمن ہی عرصہ گاہ حشر ہو تجھ بن
گلِ خورشید میرے واسطے خورشیدِ محشر ہو

جو کھوئے آپ کو وہ منزلِ مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ میں اے ذوق رہبر ہو

۱۴۱

(و بہ نستعین)

چرخ ضدّی ہے کوئی ضد نہ دلاوے اس کو
کہ سنے عود کو غرق تو جلاوے اس کو

دیکھیں ہم کیسے بُھلکڑ ہو جسے کرتے ہو یاد
بھول جاؤ تو بھلا میرے بھلاوے اس کو

قالب خاکیِ انساں کو بنا کر کچّا
عشق کی آگ میں ڈالا کہ پکاوے اس کو

آبرو خاک میں دی اس نے ملا آئینے کی
مجھ سا ہو آئنہ تو منہ نہ لگاوے اس کو

منہ ہے کیا شمع کا ہو بزم میں تجھ سے روکش
چٹکیوں میں جبھی گلگیر اڑاوے اس کو

اپنی تصویر ہے اس کے وہ نہ آئے تو نہ آئے (کذا)
پر مرے پاس کوئی کھینچ کے لاوے اس کو

پیار کی بات یہ مجھ سے نہیں اک اور سے ہے
تیری یہ خو ہے کہے مجھ کو سناوے اس کو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیوں کر آئے
مر بھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آوے اس کو

مشتِ خاک اپنی کل اس کوچے میں ہم پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اٹھاوے نہ اٹھاوے اس کو

۱۴۲

عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

..... کچھ مرض بھی پاتے ہو
حکیم جیو مجھے فسد کیوں بتاتے ہو

ہماری لاش پہ آوازِ 'قم باذن اللہ'
تم آکے حضرتِ عیسیٰ عبث سناتے ہو

آٹھیں گے یار کی ٹھوکر سے بس چلو کھسکو
نہیں تو اب کوئی صلواۃ سن کے جاتے ہو
(ناتمام)

۱۴۳

یہاں تک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
عجب کیا ہے جو سمجھے طوقِ گردن چشمِ سوزن کو
زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفسِ امّارہ
یہ بالوں کی سفیدی شیر ہے اس مارِ رہزن کو
کمندِ نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی
لپٹ کر مثلِ طوقِ فاختہ عنقا کی گردن کو
(ناتمام)

۱۴۴

(ھوالعلی الاعلیٰ)

سگِ دنیا پس از مردن بھی دامن گیرِ دنیا ہو
کہ اُس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو
ھجوم اور جو آنکھوں میں ترا شوقِ تماشا ہو
تو شاخِ ہر مژہ میں چشمِ نرگس وار پیدا ہوا
ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پر سن کے ہنستے ہنستے شادی مرگ عیسیٰ ہو
تصور یوں کبھی غفلت میں آ جاتا ہے مرنے کا
کہ جیسے عالمِ رویا میں چشمِ کور بینا ہو
مجھے بلوے میں مارا ہے نگاہِ نازِ مژگاں کے
بتاؤں کس کو قاتل کس پہ میرے خوں کا دعویٰ ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے پیچ ہستی کا
کہ صحرائے عدم میں گردنِ عنقا کا پھندا ہو

کہیں کیا دل کی وسعت اپنے ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسماں ہوں جمع یک خالِ سویدا ہو

جدا یاروں سے یوں ہم رہ گئے ہیں ناتوانی میں
کہ جوں شاخِ خزاں دیدہ پہ کوئی زرد پتّا ہو

مرے صحرا میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجنوں کے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیرِ کفِ پا ہو

نہ ہووے دسترس دامانِ وصلِ یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پاؤں تک دستِ تمنا ہو

کرے پرواز مرغِ جاں اگرچہ شاخِ طوبیٰ تک
پر اس تارِ نظر سے مثلِ مرغِ رشتہ بر پا ہو

حلاوت یاں کہاں جب ہووے آب شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو

درازی میں شبِ غم کی اگر بہلائے دل مجنوں
خیالِ زلفِ لیلیٰ اس کے حق میں الف لیلیٰ ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق سانع مایۂ عشرت
تو کیوں حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشے میں صہبا ہو

۱۲۵

(ھوالعلی)

دن کٹا جائیے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے وہ پاس نہیں دوڑے ہے گھر کاٹنے کو

ہائے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو
دل ترا چاہے ہے چورنگ اگر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کہلواؤ کنی ہیرے کی
اس کے آنسو ہی یہ کافی ہیں جگر کاٹنے کو

وہ شجر ہوں نہ گل و بار نہ سایہ مجھ میں
باغباں نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو

دانت انجم ہیں نکالے ہوئے مجھ پر تجھ بن
منہ فلک کھولے ہے اے رشکِ قمر کاٹنے کو

۱۴۶

منزلِ گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سے ہو
آسماں بھی ہو اگر واں بیضۂ عنقا سے ہو

سایہ افگن جس پہ تو اپنے قدِ رعنا سے ہو
گردباد اس خاک پر ہمسر قدِ طوبیٰ سے ہو

گر کرے معجز نمائی جلوۂ رخسارِ یار
وہ کفِ آئینہ سے ہو جو یدِ بیضا سے ہو

میں وہ مجنوں ہوں بیاباں مرگ ہو جس کے لیے
جو ہو چادر یا کفن وہ دامنِ صحرا سے ہو

سبحۂ صد دانہ بھی پڑ جائے گر میرے گلے
دانۂ انگور تارِ پنبۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کر دے آبلہ پائی مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشمِ نقشِ پا سے ہو

دوں چکھا شورابۂ اشک اپنا گر میں تشنہ کو
ایک شورِ العطش پیدا لبِ دریا سے ہو

ثابت اک ٹانکا نہ چھوڑے دل کا میرے اضطراب
چاکِ سینہ گر رفو تارِ رگِ خارا سے ہو

۱۴۷

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمرِ رفتہ کی اپنی صدائے پا سمجھو

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

نہ سمجھو دشت شفاخانۂ جنوں ہے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

سمجھ تو کور سوادوں کو ہو جو علم نہ ہو
اگر سمجھ بھی نہ ہو کورِ بےعصا سمجھو

پڑے کتاب کے قصوں میں کیا کرو دل صاف
صفا ہو دل تو بہ از روضۃالصفا سمجھو

ہنسے جو وہ مرے رونے پہ توصفِ مژگاں
نہ سمجھو تم اسے دیوارِ قہقہا سمجھو

نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمھاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
اس آرزو میں کہ تم اپنا خاکِ پا سمجھو

دعائیں دیتے ہیں ہم دل سے تیغِ قاتل کو
لبِ جراحتِ دل کو لبِ دعا سمجھو

بہا دیا مرا خوں اس نے اپنے کوچے میں
اسی کو یارو دیت سمجھو خوں بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمھاری کہوں میں تم سے کیا
تم اپنے دل میں خدا جانے سن کے کیا سمجھو

تمھیں ہے نام سے کیا کام مثلِ آئینہ
جو روبرو ہو اسے صورت آشنا سمجھو

زہے نصیب کہ ہنگام مشقِ تیرِ ستم
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

نہیں ہے کم زرِ خالص سے زردیِ رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

۱۴۸

تصور کس طرح بھولے ترا اس چشمِ گریاں کو
نکالے مینہ برستے میں کوئی کیا گھر سے مہماں کو

نکالوں کس طرح سینے سے اپنے تیرِ جاناں کو
نہ پیکاں دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکاں کو

رکھا مہماں اسی باعث سے شب اس ماہِ تاباں کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے ، رحمت ہے باراں کو

۱۴۹

کوسوں کیا تنگیِ زمانے کو
کہ نہیں جاے سر اٹھانے کو

قصد کعبے کا تھا پھرے الٹے
چوم کر اس کے آستانے کو

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم
ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

اشعار

خرچ کیجے گا کہیں اور ہی دانائی کو
ناصحو جاؤ نہ چھیڑو کسی سودائی کو

کیوں کہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگائیں اس سے
چار آنکھیں ملیں اس قوت بینائی کو

مطلعے

دیکھا دمِ نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق ولے شام کو

یا تو پاسِ دوستی تجھ کو بتِ بے باک ہو
یا مجھی کو موت آ جائے کہ قصّہ پاک ہو

پوشاکِ آبی آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشے میں بند ہو

خبر کر جنگِ نوفل کی تو مجنوں اہلِ ہاموں کو
کبادہ تا صبا کھنچوائے شاخِ بید مجنوں کو

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

جاتے ہیں اب تو کوئے بتِ لالہ فام کو
اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو

جتنا ہے نمک تم مرے زخموں میں کھپاؤ
پلکوں سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھوں سے گراؤ

تم مسی مل کر نہ غرفہ سے نکالا منہ کرو
اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو

اشک باری مری مژگاں کی ذرا دیکھیں تو
کتنے پانی میں ہیں فوّارے بھلا دیکھیں تو

نہ شبنم کو کہو بلبل کے آنسو
یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو

ردیف ہ

۱۵۰

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

دے کیوں کہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ
قیمت میں بڑھے دل کی درم اور زیادہ

ساتھ اپنے ہے اب فوج انم اور زیادہ
کر تو بھی بلند آہ علم اور زیادہ

تیز اس نے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ
مشتاقِ شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

سر کٹ کے سر افراز ہیں ہم اور زیادہ
جوں شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ

گر شرحِ جنوں کیجے رقم اور زیادہ
ہو چاک ابھی جیبِ قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دم باز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ

گھبرانا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش
گھبرانے لگا سینے میں دم اور زیادہ

کچھ کی رقمِ شوق نے تاثیر جو پیدا
اٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت سے محبت کی ہے ہر زخمِ جگر کو
ذوقِ نمک و درد و الم اور زیادہ

کرنے کو سیہ نُہ ورقِ چرخ کو اے دل
نالے سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہووے گا دو چار قدح سے مجھے ساقی
میں لوں گا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بارِ محبت
ہو پشتِ فلک میں ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی نہ جا سیدھی نگاھوں پہ کہ جو تیغ
سیدھی ہے تو اک اس میں ہے خم اور زیادہ

ہو جس کو پس از مرگ بھی یادِ دھنِ تنگ
تنگ اس کو کرے کنجِ عدم اور زیادہ

اس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے
پیدا دمِ افعی میں ہو سم اور زیادہ

اس عاشقِ بے چارہ کا ہے آج برا حال
گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

پیٹوں سرِ بستر پہ پڑا پاؤں کہاں تک
بس پاؤں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ

اس شوخِ ستم گر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہستیِ تنک مایہ نے پھونکا ہے کچھ ایسا
ابھرے ہے حبابِ لبِ یم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یاروں کا گیا آن پہ بھرم اور زیادہ

ہے سوزِ محبت سے مری خاک میں گرمی
کیوں کر نہ اٹھاوے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی
ہو آھوے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغنِ نفطاب مرے گریہ میں اے چشم
بھڑکے ہے جو یوں آتشِ غم اور زیادہ

ہے نکہتِ ریحاں کا دماغ اب کسے تجھ بن
آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہیں پچے بات کب ان کے
روکیں تو ابھر جائے شکم اور زیادہ

مہمیز سرِ خار سے نکلا سرِ صحرا
کچھ توسنِ وحشت کا قدم اور زیادہ

صیدِ دلِ عاشق میں ہے مصروف وہ کافر
بے خوف ہیں اب صیدِ حرم اور زیادہ

گر سرمہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی
سوجھیں اسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

ہے باغِ جہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی
کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمرور کو جھکا کر
جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

اے خنجرِ خوں خوار نہ بُرّش میں کمی کر
ہاں تجھ کو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے ہٹے ہے
اتنا ہی اسے چاہے ہیں ہم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ

سرعت ہے ابھی نبض میں جوں موجِ رمِ برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپِ غم اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ صد افسوس
اس تیغِ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ

کیوں میں نے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر
لے عشق کا بھر اس کے تو دم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

۱۵۱

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

چھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نے قرار
تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ

کھائے ہے اس مزے سے غم عشق میرا دل
جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ

خط دے کے چاہتا تھا زبانی بھی کچھ کہے
رکھا مگر کسی نے دلِ نامہ بر پہ ہاتھ

جوں پنج شاخہ تو نہ جلا انگلیاں طبیب
رکھ رکھ کے نبضِ عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ

قاتل یہ کیا ستم ہے کہ اٹھتا نہیں کبھی
آ کر مزارِ کشتۂ تیغ نظر پہ ہاتھ

میں ناتواں ہوں خاک کا پروانے کی غبار
اٹھتا ہوں رکھ کے دوشِ نسیم سحر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے بادی یہ باد صبح
مارے ہے کوئی دم میں ترے تاجِ زر پہ ہاتھ

اے ذوق میں تو بیٹھ گیا دل کو تھام کر
اس ناز سے کھڑے تھے وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

۱۵۲

(۱۵۲)

جنوں کے جیب دری پر ہیں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ

ملا جو غیر کو عطر اس نے واں تو رشک سے یاں
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

تپِ دروں سے مری نبض پر طبیبوں کے
ہزار بار پھپھولوں سے دیکھے پھلتے ہاتھ

کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

فقیر وجد میں جب ھاتھ اٹھائے عالم سے
تو پہنچے عرش تلک کودتے اچھلتے ھاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ھاتھ

جو چھیڑے برق کو یہ تفتہ جاں تو کہتی ھے
کہ دیکھ مجھ کو لگانا نہ جلتے جلتے ھاتھ

کوئی جو کام ھو پیری میں کس طرح ھو ذوق
کہ اب نہ پاؤں سنبھلتے نہ ھیں سنبھلتے ھاتھ

۱۵۳

(ھواللہ اکبر)

کیا کیا مصیبتیں ھیں دلِ پُر محن کے ساتھ
اک زخمِ تازہ روز ھے زخمِ کہن کے ساتھ

ھے ان کا سادہ پن بھی تو اک بانکپن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ھے تو کیا کیا پھبن کے ساتھ

ھوش و خرد گئے نگہِ سحر فن کے ساتھ
اب جو ھے اپنی بات سو دیوانہ پن کے ساتھ

تیرے تصورِ قدِ رعنا میں آج ھم
کیا کیا لپٹ کے روئے ھیں سروِ چمن کے ساتھ

چشم و دھانِ حرص سیے کون غیرِ مرگ
بخیے کا تار ان کے ھے تارِ کفن کے ساتھ

وحشی کو ھم نے دیکھا اس آھو نگاہ کے
جنگل میں بھر رھا تھا قلانچیں ھرن کے ساتھ

پایا درِ اثر نہ کہیں رات بھر پھری
سر مارتی یہ آہ سپہرِ کہن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں
آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

اللہ رے تابِ حسن کہ اس کا دُرِ بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیلِ یمن کے ساتھ

مارا ہے مجھ کو زلف نے میرا اگر کفن
لکھیں بھی تو سیاہیِ مشکِ ختن کے ساتھ

دستِ جنوں نہ دے تجھے ناخن خدا کہ تو
ٹکڑے اڑا دے تن کے مرے پیرھن کے ساتھ

دیکھا نہ گل سے نکہتِ گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہیں الفت وطن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

وحشت گئی نہ بعدِ فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقفِ سپہرِ کہن کے ساتھ

دل وہ بلا ہے اژدرِ دوزخ کو کھینچ لے
مارے اگر کمندِ دلِ شعلہ زن کے ساتھ

دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سیدھے ہوں کج سرشت
سو پیچ و تاب آگ میں بھی ہیں رسن کے ساتھ

منظور کب ہے تجھ کو یہ اے آفتابِ حسن
ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

داغِ دلِ فسردہ پہ پھاھا نہیں نہ ہو
مطلب چراغِ مردہ کو کب ہے کفن کے ساتھ

جلد آ کہ مر نہ جائے کوئی خانماں خراب
ٹکرا کے اپنا سر درِ بیت‌الحزن کے ساتھ

اللہ رے لاغری کہ ترے ناتواں کی لاش
اُڑتی پھرے ہے بوے عبیرِ کفن کے ساتھ

مشکل ہے ذوق قیدِ تعلق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے علاقہ بدن کے ساتھ

مطلعے

لے نگاہِ مہر سے دل مت بچشمِ قہر دیکھ
گڑ دیے سے جو مرے تو دے نہ اُس کو زہر دیکھ

ہوا زیادہ توکل سے بھی کہیں روزہ
کہ ہاتھ آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ

کر دعا میرے لیے شیخ مناجات میں یہ
کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات میں یہ

رقعہ چوری سے اسے بھیجا ہے انجان کے ہاتھ
کیسی رسوائی ہو پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ

تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ

نگہ وہ ترک کہ جس کی نہیں جفا کی پناہ
اور اس کی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

ردیف ے

۱۵۵

ہیں ترے رشکِ خطِ رخسار سے
دل میں آئینے کے جوہر خار سے

شرحِ فرطِ حسرتِ دیدار سے
جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے

کھائے ہیں داغ آتشیں رخسار سے
کم نہیں دل مرغِ آتش خوار سے

ہاتھ اٹھاؤ عشق کے بیمار سے
کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے

اُنس ہے کیا دل کو تیرِ یار سے
ہے مشابہ زخم بھی سوفار سے

میرے طرزِ نالہ ہائے زار سے
ٹپکے بلبل کی لہو منقار سے

یوں نگہ نکلے ہے چشمِ یار سے
مست جیسے خانۂ خمّار سے

فرشِ گل پر مجھ کو ہجرِ یار سے
کم نہیں تارِ رگِ گل، خار سے

آئنہ اس کے شعلۂ رخسار سے
گرم ہے دکّانِ آتش خوار[۱] سے

بے نصیب اس کے ہیں گر دیدار سے
سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے

مارے گر سیلی وہ زلفِ پُر عرق
جھڑ پڑیں دندان دہانِ مار سے

۱- کار؟ - [دیوان ذوق مرتبۂ آزاد، صفحہ ۱۷۲ مطبع رفاہ عام لاہور ۱۹۲۲ع] - ادارہ

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے
گل چمن میں ہیں جگر افگار سے

وائے قسمت تلخ کامی ہو نصیب
ہم کو اُس کے لعلِ شکّر بار سے

سن کے میری جاں کنی کو کوہ کن
جوں صدا اُلٹا پھرا کہسار سے

کرتا ہے دستِ جنوں جب کشمکش
جی اُلجھتا ہے نفس کے تار سے

یہ بھی اس نازک کمر کو بار ہو
گر کمر باندھے نفس کے تار سے

نقطۂ خال اس کا سودا خیز ہے
پھرتے ہیں اک پاؤں ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتواں جو رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کہتا استغفار ہے
وقتِ توبہ میرے استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو
برق میری وادیٔ پُر خار سے

چاہیے بحرِ محبت میں ہمیں
کشتی اس کی تیغِ لنگر دار سے

ق | دل کے آئینے کو گر کر دے گداز
یار اپنی گرمیِ رخسار سے

جوہر اس سے یوں اُٹھا لیں جس طرح
حرف قرطاسِ غلط بردار سے

اب وہ آئے جب نگہ کو ضعف سے
کم نہیں مژگاں کی صف دیوار سے
تیرے ہی پاؤں پہ اے قاتل گرا
سر مرا اڑ کر تری تلوار سے

اس دہن کا نکتۂ موزوں عجب
منتخب ہے مخزنِ اسرار سے
صاف اک ابرِ شفق آلود ہے
زلف اس کی سرخیِ رخسار سے

خاک عاشق پر اٹھے جاے غبار
فتنۂ محشر تری رفتار سے
زلف کی قمچی سے دل ڈرتا نہیں
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے

ناکسوں سے کیا رکیں وارستگاں
الجھے کب دامن صبا کا خار سے
بے تمیزوں کو ہو نقصاں لطف ذوق
لے ہیں نامِ طفل آدھا پیار سے

۱۵٦

(یا علی مدد)

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے
اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نہ کرے
عشق کے داغ کو دل مہرِ نبوت سمجھا
ڈر ہے کافر کہیں دعواے نبوت نہ کرے
ہے جراحت کا مری سودۂ الماس علاج
فائدہ اس کو کبھی سنگِ جراحت نہ کرے

ہر قدم پر مرے اشکوں سے رواں ہے دریا
کیا کرے جادہ اگر ترکِ رفاقت نہ کرے

آج تک خوں سے مرے تر ہے زبانِ خنجر
کیا کرے جب کہ طلب کوئی شہادت نہ کرے

ہے یہ انساں بڑے اُستاد کا شاگردِ رشید
کر سکے کون اگر یہ بھی خلافت نہ کرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا
کیا بڑھے عشق اگر حسن ہی سبقت نہ کرے

پھر چلا مقتلِ عُشّاق کی جانب قاتل
سر پہ برپا کہیں کشتوں کے قیامت نہ کرے

۱۵۷

پاک رکھ اپنی زباں ذکرِ خدائے پاک سے
کم نہیں تیری زباں منہ میں ترے مسواک سے

جب بنی تیرِ حوادث کی کہاں افلاک سے
عشق کا تودہ بنا انساں کی مشتِ خاک سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغِ اسیر
جھانکتا ہے دل تجھے یوں دیدۂ صد چاک سے

تیرے صیدِ نیم جاں کی جاں نکلتی ہی نہیں
باندھ رکھا ہے اسے بھی تو نے کیا فتراک سے

مجھ کو دوزخ رشکِ جنت ہے اگر میرے لیے
واں بھی آتش ہو کسی کے روئے آتش ناک سے

آفتابِ حشر ہے یا رب کہ نکلا گرم گرم
کوئی آنسو دل جلوں کے دیدۂ غمناک سے

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب
جب کہ وہ پردہ نشیں پردہ کرے ادراک سے

بیت ساقی نامے کے لکھو کوئی جاے دعا
مے پرستوں کے کفن پر کلکِ چوبِ تاک سے

عیبِ ذاتی کو کوئی کہتا ہے حسنِ ظاہری
زیبِ بے اندام کو ہو ذوق کیا پوشاک سے

۱۵۸

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

تم چشم سرمگیں کو جو اپنی دکھا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک میں ہم کو ملا چلے

دیوانہ آ کے اور بھی دل کو بنا چلے
اک دم تو ٹھہرو اور بھی کیا آئے کیا چلے

ہم لطفِ سیرِ باغِ جہاں خاک اڑا چلے
شوقِ وصال دل میں لیے یار کا چلے

(غیروں کے ساتھ چھوڑ کے) تم نقشِ پا چلے
کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے

دکھلا کے مجھ کو نرگسِ بیمار کیا چلے
آوارہ مثلِ آہوے صحرا بنا چلے

اے غم مجھے تمام شبِ ہجر میں نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرورِ حسن زمیں پر نہ رکھے پاؤں
مانندِ آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جوں نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اڑانے اڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح
ہم جس کے ساتھ ساتھ چلیں وہ جدا چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یاں جان ہی بدن میں نہیں نبض کیا چلے

قاتل جو تیرے دل میں رکاوٹ نہ ہو تو کیوں
رک رک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

لے جائیں تیرے کشتے کو جنت میں بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

آلودہ چشم میں نہ ہوئی سرمے سے نگاہ
دیکھا جہاں سے صاف ہی اہلِ صفا چلے

روزِ ازل سے زلفِ معنبر کا ہے اسیر
کیا اڑ کے تجھ سے طائرِ نکہت بھلا چلے

ساتھ اپنے لے کے توسن عمرِ رواں کو آہ
ہم اس سرائے دھر میں کیا آئے کیا چلے

لبریز ہوگیا مرا شاید کہ جامِ عمر
تم وقتِ مرگ مجھ سے جو ہو کر خفا چلے

سلجھائیں زلفیں کیا لبِ دریا پہ آپ نے
ہر موج مثلِ مارِ سیہ تم بنا چلے

دنیا میں جب سے آئے رہا عشقِ گل رخاں
ہم اس جہاں میں مثلِ صبا خاک اڑا چلے

قاتل سے دخل کیا ہے کہ جاں بر ہو اپنا ھوش
گر اڑ کے مثلِ طائرِ رنگِ حنا چلے

فکرِ قناعت اُن کو میسر ہوئی کہاں
دنیا سے دل میں لے کے جو حرص و ہوا چلے

اُس روے آتشیں کے تصور میں یادِ زلف
یعنی غضب ہے آگ لگے اور ہوا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہِ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جس پہ یہ تیر قضا چلے

۱۵۹

کون وقت اے واے گذرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یاں تلک آتے ہوئے

آتشِ خورشید سے اٹھتا نہیں دیکھا دھواں
آ کھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے

چاک آتا ہے نظر پیراہنِ صبحِ بہار
کس شہیدِ ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

وہ نہ جاگے رات کو اور ضد سے بختِ خفتہ کی
بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

(ناتمام)

۱۶۰

(ہواللہ اکبر)

الگ ہوتا نہ کھنچ کر مرا ہر تار دامن سے
نہ دامن خار سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لوں جیب کی یا میں رہوں ہشیار دامن سے
جنوں اُلجھے ہیں ناخن جیب سے اور خار دامن سے

لگے ہے اس تمنا میں مرے ہر خار دامن سے
کروں دستار میں گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اس شعلہ خو کے کون مجھ سا زار دامن سے
کہیں الجھا ہے اب تک برق کے بھی خار دامن سے؟

کرے گر دھوتے دھوتے تو جدا ہر تار دامن سے
نہ چھوٹے خون میرا تیرے اے خوں خوار دامن سے

کیا تو نے کنارہ ہم سے اور ہاتھوں سے وحشت کے
گریباں ہم کنار آ کر ہوا اے یار دامن سے

یہ تجھ بن اشک باری ہے کہ آنسو پونچھتا ہوں میں
کبھی تو آستیں سے اور کبھی اے یار دامن سے

مرا وہ گریۂ غم، خندۂ عشرت سے بہتر ہے
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے

پھروں کھینچے ہوئے کوسوں میں اپنے زورِ وحشت میں
ذرا تم باندھ دیکھو دامنِ کہسار دامن سے

جلیں گے آتشِ رنگِ حنائے پا سے گھر کتنے
ہلا پنکھا جو وقتِ گرمیِ رفتار دامن سے

اب ان کو شش جہت میں ہفت دریا لوگ کہتے ہیں
گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار دامن سے

میں وہ آلودہ دامن ہوں بنائیں تار سبحہ کا
فرشتے پاک دامن لے کے میرے تار دامن سے

وہی زیبا ہے اس کے واسطے جو قطع ہے جس کی
نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کار دامن سے

مکدر ہو وہ گل کیا کیا جو نا دانستہ لگ جائے
ذرا دستِ نسیمِ دامنِ کہسار دامن سے

ہوا بے پردہ وہ پردہ نشیں تو یوں کیا پردہ
بنایا درمیاں اک پردۂ دیوار دامن سے

ترے جو سجدۂ در سے جبیں ہو خاک آلودہ
نہ پونچھیں حورِ عیں کے اے پری رخسار دامن سے

یہ صیدِ ناتواں مثلِ پرِ افتادہ اڑ جائے
لگا لے گر نسیمِ دامنِ کہسار دامن سے

دکھائے صدمۂ زنجیر نے یہ پاؤں مجنوں کے
کہ اک صدمہ سا پہنچے ہے دمِ رفتار دامن سے

مربی بھی خلش گر کو نہیں دیتے ہیں آرایش
کہ صحرا پونچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے

عزیز اصلا نہیں سرمایہ ہمت کو کہ دریا نے
گرہ دے کر نہ باندھے گوہرِ شہوار دامن سے

سرایت کچھ جو خونِ کوہ کن کر جائے پتھر میں
نکالے لعل ہی پتھر کی جا کہسار دامن سے

جدا گر سر ہو تن سے اور جدا ہوں ہاتھ شانوں سے
جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اے یار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جانماز اپنی
اگر دھو ڈالے تو داغِ مئے پندار دامن سے

کہاں وہ موسمِ طفلی کہ ہم دامن سواروں میں
لیا کرتے تھے کارِ توسنِ رہوار دامن سے

ترا مجنونِ زار اتنا گراں جاں ہے نہ اٹھنے دے
لپٹ جائے اگر صرصر کے مثلِ خار دامن سے

مرے پاؤں کے چھالے ہوتے ہیں کیا کیا شکستہ دل
الجھ کر ٹوٹ جاتا ہے جو کوئی خار دامن سے

ترے مجنوں کو ہے وہ جامۂ عریاں تنی زیبا
کہ جیب و آستیں سے ننگ جس کو عار دامن سے

نگاہِ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اڑانے کو
چھپا لے او پری رو ! شعلۂ رخسار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا وہ ایک جنبش میں
کرے سو فتنۂ خوابیدہ کو بیدار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہراب ، ہو نیلا بدن سارا
خدا ناخواستہ لگ جائے اے غم خوار دامن سے

مجھے کیا ڈر ہو خورشید قیامت کا اگر سر پر
بنا ہے سائباں وہ سایۂ دیوار دامن سے

نہ ہووے دل جلوں کی ذوق ہمسایوں سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

۱۶۱

نہیں ثبات بلندیِ عز و شاں کے لیے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسماں کے لیے

ہزار لطف ہیں جو ہر ستم میں جاں کے لیے
ستم شریک ہوا کون آسماں کے لیے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زباں کے لیے
سو ہم نے دل میں مزے سوزش نہاں کے لیے

فروغ عشق سے ہے روشنی جہاں کے لیے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لیے

صبا جو آئے خس و خارِ گلستاں کے لیے
قفس میں کیوں کہ نہ پھڑکے دل آشیاں کے لیے

دمِ عروج ہے کیا فکرِ نردباں کے لیے
کمندِ آہ تو ہے بامِ آسماں کے لیے

سدا طپش پہ طپش ہے دلِ تپاں کے لیے
ہمیشہ غم پہ ہے غم جانِ ناتواں کے لیے

وبالِ دوش ہے اس ناتواں کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سناں کے لیے

بیانِ درد و محبت جو ہو تو کیوں کر ہو
زبان دل کے لیے ہے نہ دل زباں کے لیے

مثال نے ہے مرے جب تلک کہ دم میں دم
فغاں ہے میرے لیے اور میں فغاں کے لیے

بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسماں کے لیے

چلے ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم
شکستِ توبہ لیے ارمغاں مغاں کے لیے

حجر کے چومنے ہی پر ہے حجِّ کعبہ اگر
تو بوسے ہم نے بھی اس سنگِ آستاں کے لیے

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جواں کے لیے

جو پاسِ مہر و محبت کہیں یہاں بکتا
تو مول لیتے ہم اک اپنے مہرباں کے لیے

خلش سے عشق کی ہے خارِ پیرہن تنِ زار
ہمیشہ اس ترے مجنونِ ناتواں کے لیے

طپش سے دل کی یہ احوال ہے مرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخواں کے لیے

مرے مزار پہ کس وجہ سے نہ برسے نور
کہ جان دی ترے روے عرق فشاں کے لیے

الٰہی کان میں کیا اس صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ دھرتے ہیں کانوں پہ سب اذاں کے لیے

نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجتِ ساماں
اثاثہ چاہیے کیا خانۂ کہاں کے لیے

نہ دل رہا نہ جگر دونوں جل کے خاک ہوئے
رہا ہے سینے میں کیا چشمِ خوں فشاں کے لیے

نہ لوح گور پہ مستوں کی ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشتِ خمِ مے کوئی نشاں کے لیے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمیں آرامِ جاوداں کے لیے

وہ مول لیتے ہیں جس دم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحاں کے لیے

صریح چشمِ سخن گو تری کہے نہ کہے
جواب صاف ہے پر طاقت و تواں کے لیے

اشارہ چشم کا تیری یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگِ ناگہاں کے لیے

رہے ہے ہول کہ برہم نہ ہو مزاج کہیں
بجا ہے ہول دل ان کے مزاج داں کے لیے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزوِ ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لیے

۱۶۲

(و به نستعین)

مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا ترے تیروں کو آبِ پیکاں سے
مگر زیارتِ دل کیوں کہ بے وضو کرتے

عجب نہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور
کہ چاکِ پردہ حقیقت کا ہیں رفو کرتے

یقیں ہے صبحِ قیامت کو بھی صبوحی کش
اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

نہ رہتی یوسفِ کنعاں کی گرمیِ بازار
مقابلے میں جو ہم تجھ کو روبرو کرتے

سراغ عمرِ گزشتہ کا کیجیے گر ذوق
تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

۱۶۳

ساقیا عید ہے لا بادے سے مینا بھر کے
کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو انھیں دریا میں سفینا بھر کے

عقد پروین ہے کہ اس حقۂ پروین میں ملک
لاتے ہیں اس رخِ روشن سے پسینا بھر کے

دل ہے آئینہ صفا چاہیے رکھنا اس کا
زنگ سے دیکھ نہ بھر اس میں تو کینا بھر کے

خوب اس گلشنِ رخسار سے لے جاتے ہیں گل
اپنے دامانِ نظر مردم بینا بھر کے

خمِ پُر جوش کی مانند چھلکتا ہے مُدام
خونِ حسرت سے لبوں تک مرا سینا بھر کے

جام خالی بھی لگا منہ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ، قدح ذوق سے پینا بھر کے

۱۶۴

(و بہ نستعین)

ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جوں کبادہ لچکے ہے پائے مگس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقے کی گردن میں دلِ نالانِ قیس
بوجھ لیلیٰ اس کا ہلکا ہے جرس کے بوجھ سے

یہ اسیری میں گراں خاطر ہوں میں جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلّاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

بد نصیبی سے مری اس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ میں کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے

اپنے دامن میں نہ لے میرے گلِ لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے تری چولی نہ مسکے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب میں
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

شاخِ گل پر کیا گراں باری اسیری کی مری
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلے پر نیشِ غم
ٹوٹ جائے گا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہیں وہ کب آزاد اپنا مثلِ سرو
ہے سبک باری جنھیں بارِ ہوس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہاں احمق اُٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دَل دَل میں پھنس کے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اُٹھا
یہ نہیں اے ذوق ڈرتا ایسے دس کے بوجھ سے

۱۶۵

(یا علی مدد)

کرے ہے کام تیغِ یار کس کس آب داری سے
دکھاتی اپنی گل کاری ہے کیا کیا زخمِ کاری سے

زباں کھولیں گے مجھ پر بد زباں کیا بد شعاری سے
کہ میں نے خاک بھر دی اُن کے منہ میں خاکساری سے

گزرتی ہے مزے میں زندگی غفلت شعاری سے
مرے نزدیک بے ہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے

نہ ہوتا گر وہ شوخِ خود نما سرگرمِ آرائش
اُٹھاتا ہاتھ خورشیدِ فلک آئینہ داری سے

رواں ہے شمع کے اشکوں میں تو چربی ہی گھل گھل کر
بہا جاتا ہے دل خوں ہو کے اپنا اشک باری سے

خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمارِ محبت کی
کہ نوبت دم شماری کی ہے شب اختر شماری سے

جو پوچھے زاہدِ خشک اپنی دارو، میں کہوں مے پی
اگر پرہیز کی پوچھے، کہوں پرہیزگاری سے

قفس کو لے اُڑیں صیاد اسیرِ مضطرب تیرے
خبر گل کی سنیں اُڑتی سی گر بادِ بہاری سے

کبھی گر سر اُٹھایا بھی تو جوں اشکِ سر مژگاں
زمین کو جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے

نہیں جاتے اُٹھائے داغ، کاش اُن کے عوض ہوتے
مری چھاتی پہ پتھر سنگدل دو چار بھاری سے

لگی بھی گر زمیں پر پیٹھ تیرے تفتہ جانوں کی
تو مثلِ برق اُٹھ بھاگے وہیں پھر بیقراری سے

نہیں آتا نہ آئے رحم اے ذوق اُس ستم گر کو
بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

۱۶۶

(و بہ نستعین)

یار ہنسنے حال پر ہم دل فگاروں کے لگے
کاش کے ایسی ہی یا رب دل کو یاروں کے لگے

اور بھی چمکا سمندِ وحشت اپنا دشت میں
تیز جوں مہمیز نشتر جب کہ خاروں کے لگے

کس کے کفشِ پا پہ دیکھے ہیں ستارے اے فلک
رہتے ہیں دیدے زمیں کو جو ستاروں کے لگے

بزم میں گر وہ اُلٹ دے روے روشن سے نقاب
چھوٹنے مہتاب منہ پر ماہ پاروں کے لگے

اس طرح درپے دلوں کے ہیں تری چشم و نگاہ
جوں شکار افگن پھریں پیچھے شکاروں کے لگے

سر زمینِ باغِ اُلفت میں تری بیداد گر
نخلِ قامت جب ترے سینہ فگاروں کے لگے

پھوٹیاں تیروں کی شاخیں پھولے سوفاروں کے گل
خنجروں کے برگ نکلے گل کٹاروں کے لگے

ہو اگر گرمِ فغاں مرغِ چمن میری طرح
آگ دم میں آشیانوں کو ہزاروں کے لگے

اے خدنگِ یار مر ہم جائیں غیرت سے نہ کیوں
مرہم آ کر سینے سے سینہ فگاروں کے لگے

آئے ہم اس بزم میں اک دم تو اس پر سیکڑوں
تیغے طعنوں کے لگے خنجر اشاروں کے لگے

۱۶۷

(و بہ نستعین)

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پل میں آب تو دے
وگر ہے آگ میں دینا یوں ہی عذاب تو دے

گزرنے گریہ مرے سر سے اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائی جوں حباب تو دے

ہزاروں تشنہ جگر کس سے ہوئیں گے سیراب
خدا کے واسطے تیغِ ستم کو آب تو دے

تمہارے مطلعِ ابرو پہ یہ کہے ہے خال
کہ ایسا نقطہ کوئی وقتِ انتخاب تو دے

درِ قبول ہے درباں نہ بند کر درِ یار
دعائے خیر مری ہونے مستجاب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا تو اسے چشمِ نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پہ آدمی اُن کا
تسلّی آ کے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

ہوا بگولے میں ہو کشتگانِ زلف کی خاک
کہ بعدِ مرگ ہی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا پر اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

شہید کیجیو قاتل ابھی نہ کر جلدی
ٹھہرنے مجھ کو تہِ تیغِ اضطراب تو دے

شکارِ بستۂ فتراک کو ترے مقدور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سرِ رکاب تو دے

دلِ برشتہ کو میرے نہ چھوڑو مے خوارو
جو لذت اس میں ہے ایسا مزا کباب تو دے

نشے میں ہوش کسے جو گنے، حساب کرے
جو تجھ کو دینا ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جوابِ نامہ نہیں گر تو رکھ دو نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

کہاں بجھی ہے تہِ خاک میری آتشِ دل
کبھو ہوا سے ہلا دامنِ سحاب تو دے

خنک دلوں کی اگر آہ سرد دوزخ میں
پڑے تو واقعی اک بار آگ داب تو دے

کرے گا قتل وہ اے ذوق تجھ کو سر سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

پہنچ رہوں گا سرِ منزلِ فنا اے ذوق
مثالِ نقشِ قدم کرنے پا تراب تو دے

۱۶۸

اڑائی طرز نالے کی جو اک دم تیرے مجزوں سے
سو اب تک دیکھ لو منقارِ طوطی سرخ ہے خوں سے

نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیالِ خالِ شبگوں سے
رہے بیدار ساری رات ہم اک حبِّ افیوں سے

اڑائیں پون جادوگر بلا سے ہم نہیں ڈرتے
پر اپنا دم ہوا ہوتا ہے اس چشمِ پر افسوں سے

یہ گیتی ہے وہ خم خانہ کہ جس میں دورِ گردوں نے
گلِ حکمت کیے کتنے ہی خم خاکِ فلاطوں سے

اثر ہو نالۂ پُر درد کا اتنا تو اے بلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم اشکِ انجم چشمِ گردوں سے

شہیدِ چشم میگوں ہوں مری تربت پہ سب میکش
چراغ افروز ہوں تو ساغرِ صہبائے گل گوں سے

ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
کرے ہے پیرہن دو ایک برگِ بیدِ مجنوں سے

خدا جانے ہوئے بخت اپنے واژوں اس کی زلفوں سے
کہ زلفیں واژگوں ہیں اس کی اپنے بختِ واژوں سے

اسی باغِ سخن میں ذوق اپنا جی بہلتا ہے
جہاں بو عشق کی آتی ہے کچھ گل ہائے مضموں سے

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

۱٦۹

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ترا زباں سے ملانا زباں جو یاد آیا
نہ ہائے ہائے میں تالو سے پھر زبان لگی

کسی کے دل کا سنو حال دل لگا کر تم
جو ہووے دل کو تمہارے بھی مہربان لگی

تو وہ ہے ماہ جبیں مثلِ دیدۂ انجم
رہے ہے تیری طرف چشمِ یک جہان لگی

خدا کرے کہ کبھی تجھ سے کچھ خدا لگتی
کہ زلف اے بتِ بدکیش تیرے کان لگی

اڑائی حرص نے نوعِ بشر میں سب کی خاک
نہیں ہے کس کو ہوا زیرِ آسمان لگی

کسی کی کاوشِ مژگاں سے آج ساری رات
نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی

تباہ بحرِ جہاں میں تھی اپنی کشتیِ عمر
سو ٹوٹ پھوٹ کے بارے کنارے آن لگی

تمہارے ہاتھ سے سینے میں دل سے تا بہ جگر
سنان و خنجر و پیکاں کی ہے دکان لگی

خدنگ یار مرے دل سے کس طرح نکلے
کہ اس کے ساتھ ہے اے ذوق میری جان لگی

۱۷۰

باغِ عالم میں جہاں نخلِ حنا لگتا ہے
دلِ پرخوں کا وہاں ہاتھ پتا لگتا ہے

کیا تڑپنا دلِ بسمل کا بھلا لگتا ہے
کہ جب اچھلے ہے ترے سینے سے جا لگتا ہے

دل کہاں سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے
جی کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے

جو حوادث سے زمانے کے گرا پھر نہ اٹھا
نخل آندھی کا کہیں اکھڑا ہوا لگتا ہے

دل لگانے کا مزا ہے کہ گزک میں اس کے
سب کبابوں سے نمک دل پہ سوا لگتا ہے

نہ شبِ ہجر میں لگتی ہے زباں تالو سے
اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے

ہائے محتاج ہوا مرہمِ زنگار کا تو
زخمِ دل زہر مجھے ہنسنا ترا لگتا ہے

آبِ خنجر جو ہے زہراب وفاداری کو
پانی شاید کہ سرِ ملکِ فنا لگتا ہے

قدِ مجنوں کوئی پہلے سے چھڑی بید کی ہے
جب ذرا جھکتا ہے قد پاؤں سے جا لگتا ہے

زرد زاہد ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دل میں
ذوق اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

۱۷۱

اس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے
وہ اپنی جانماز ہے اور یہ نماز ہے

نا ساز ہے جو ہم سے اسی سے یہ ساز ہے
کیا خوب دل ہے واہ ہمیں جس پہ ناز ہے

پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب
سچ ہے حرام زادے کی رسی دراز ہے

اس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک
ہر چند جانتا ہوں کہ وہ پاک باز ہے

مداحِ خالِ روئے بتاں ہوں مجھے خدا
بخشے تو کیا عجب کہ وہ بندہ نواز ہے

ڈرتا ہوں خنجر اس کا نہ بہہ جائے ہو کے آب
میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے

دروازہ مے کدے کا نہ کر بند محتسب
ظالم خدا سے ڈر کہ درِ توبہ باز ہے

خانہ خرابیاں دلِ بیمارِ غم کی دیکھ
وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے

شبنم کی جائے گل سے ٹپکتی ہیں شوخیاں
گلشن میں کس کی خاکِ شہیداں پہ ناز ہے

آہ و فغاں نہ کر جو کھلے ذوق دل کا حال
ہر نالہ اک کلیدِ درِ گنجِ راز ہے

۱۶۲

(ھو اللہ اکبر)

وہ ہوں میں پُر معاصی ، سوختہ سوزِ ندامت سے
حذر دوزخ کرے جس کے شرارِ سنگِ تربت سے

نہ سوکھے دامنِ تر ذرّہ میرا اور جوں اختر
رواں ہوں اشکِ خجلت چشمِ خورشیدِ قیامت سے

وہی ہے ایک سب میں دیکھ لو چشمِ حقیقت سے
بنا وحدت کی کیوں توڑے گا ملّا جمعِ کثرت سے

دمِ تکبیر اٹھائے دو جہاں سے ھاتھ یک باری
نمازیں عشق کی ھم نے ادا کیں حسنِ نیت سے

اگر پوچھے کوئی مجھ سے کہ کیوں نالاں ہے میں کہہ دوں
محبت سے، محبت سے، محبت سے، محبت سے

پئے شوکت اٹھا مت عار اور ایذا گوارا کر
سمجھ تو شوکت العقرب کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک کو مشک کر یا سودۂ الماس کو چھڑکو (کذا)
جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگِ جراحت سے

اگر ھو فاتحہ خواں عشق مرقد پر شہیدوں کے
تو کیا کم ہے نگاہِ یاس انگشتِ شہادت سے

حریصوں کو نہیں جا وسعت آبادِ قناعت میں
جو کھینچے ھاتھ کو وہ پاؤں پھیلائے قناعت سے

الف کو تیرے قامت کے کیا استاد قدرت نے
مزیّن صفحۂ ھستی پہ رعنائی کے خلعت سے

لبِ ھر زخم ہے میرا ھلالِ عید سے بہتر
مجھے زخمی کیا ہے کس نے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا ھوا گر مجھ کو مارا میرے قاتل نے
نہیں ھونے کا عاشق اور کوئی اس پہ عبرت سے

علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیزابِ تیغ اس کا
نہیں سنگِ فساں کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے

اگر آسائشِ ظاھر ھو بد باطن کو، کیا حاصل
کہ باطن میں نہیں کچھ رتبہ اس کو نیک طینت سے

ھوئی حرفوں میں گو یک نقطہ رحمت سے سوا زحمت
مگر اعداد میں زحمت کہیں کمتر ہے رحمت سے

زبانِ ریختہ بھی کی زبانِ پارسی اُس نے
محبت ذوق کو از بس کہ ہے شاہ ولایت سے

۱۷۳

ہوں ہم وہ ایک جا سو کہاں ہائے جائے ہے
البتہ آدمی تو کبھی آئے جائے ہے

جو اُس گلی میں مثلِ صبا آئے جائے ہے
فردوس میں کب اس کو تمنائے جائے ہے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے
پر میرے پاس آسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمعِ بزم
یوں روغن اشکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیوے ہے پرچہ وہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ہمارے وہ پرچائے جائے ہے

ابرِ مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوّارے سے بجا ہے تواضع کو سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حالِ جسمِ زار کہوں سوزِ عشق سے
اک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمونِ اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر
وہ مرغِ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

صندوق تیرے کشتے کو پینس سے کم نہیں
کیا پاؤں اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا نہ جا سکے مجنوں تو دو قدم
پر شوقِ مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جب تک کہ جان تن سے نکل جائے گی نہ ذوق
دل میں جو درد ہے سو کوئی وائے جائے ہے

۱۷۴

(ھو اللہ اکبر)

جان غش لبِ جاں بخش پر دل غش خطِ مشکیں پہ ہے
عیسائی اپنے دیں پہ ہے موسائی اپنے دیں پہ ہے

دے مثلِ لفظ سیں دکھا تو ہنس کے دانت اپنے ذرا
یٰسین کیا پڑھوا رہا قاتل مرے بالیں پہ ہے

بلبل کا خوں ہے گل فشاں ہیں عشق کی نیرنگیاں
سرخیِ رنگِ گل کہاں یہ دامنِ گل چیں پہ ہے

ہے خوشۂ انگور کیا کرتا ہے دل پر آبلہ
صد خندۂ دنداں نما شب خوشۂ پرویں پہ ہے

دو جامِ مے بھر کر چڑھا پھر دیکھ کیفیت ہے کیا
یہ خوب عینک خوش نما چشمِ حقیقت بیں پہ ہے

ہو کوہ کے چشموں سے واں پانی برنگ خوں رواں
دی جانِ شیریں کھو جہاں فرہاد نے شیریں پہ ہے

میں کیا کروں اظہارِ غم ہے بارِ غم پر بارِ غم
دن رات اک انبارِ غم میرے دلِ غم گیں پہ ہے

حرفِ زبانی ہو فقط قول ان کا سچ ہو یا غلط
میری تو تسکیں اب فقط اے دل تری تسکیں پہ ہے

صیقل نہ ہو گر تیغ پر جوہر پہ ہو کس کو نظر
اے ذوق یاں قدر ہنر آرائش و تمکیں پہ ہے

۱۷۵

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
بے درد اگر دل بہ خدا ہے بھی تو کیا ہے

آزارِ محبت کا مزا کیا کہوں جس کی
ہے موت دوا دیکھو دوا ہے بھی تو کیا ہے

سیراب نہ ہو جس سے کوئی تشنۂ مقصود
اے ذوق جو وہ آبِ بقا ہے بھی تو کیا ہے

(ناتمام)

۱۷۶

کب وہ گذرتے ہیں سرِ لاف و گزاف سے
جن کی کہ آشنا ہے زباں لام و کاف سے

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا ہے کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے

پھینکے ہے ایک جنبشِ مژگاں میں وہ پری
اس اپنے ناتواں کو پرے کوہِ قاف سے

گذرے ہے مشقِ سینہ شگافی میں عمرِ چرخ
اس میرے کلکِ نالۂ گردوں شگاف سے

گردش ہے اسکی چشم کی کیوں میرے دل کے گرد
کافر کو کام کعبے کے کیا ہے طواف سے

چل شیخ میکدے میں بسر کر مہِ صیام
مسجد میں تنگ بیٹھا ہے کیوں اعتکاف سے

درویشِ تن برہنہ ہے شمشیر خوش غلاف
باہر ہوئی نکل کے ہے اپنے غلاف سے

نالوں نے دی چڑھا جو تپِ لرزہ سہر کو
کھولی نہ آنکھ ابرِ سیہ کے غلاف سے

لڑتے ہیں گر نصیبوں سے گاہے فلک سے ہم
فرقت کی رات کم نہیں روز مصاف سے

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
حق میں ترے ہے کعبے کے بہتر طواف سے

ہے جوہرِ کمال سے ننگا اگر فقیر
ہے تیغِ تیز ننگ ہے اس کو غلاف سے

لکھتا ہے شیخ مسئلۂ وحدت الوجود
لیکن دوئی عیاں ہے قلم کے شگاف سے

گل ہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

۱۷۷

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ آج کوچے میں اس کے شور ''بایِّ ذَنْبٍ قُتِلْتَنِیْ'' ہے

ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہ ہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

زمیں پہ نور قمر کے گرنے سے صاف اظہارِ روشنی ہے
کہ ہیں جو روشن ضمیر ان کا فروغ ان کی فروتنی ہے

غمِ جدائی میں تیری ظالم کہوں میں کیا مجھ پہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جاں کنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اُس کی فروتنی ہے
وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اُسی کے جلوے کی روشنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلماں جدا ہر اک کی ہے راہِ ایماں
جو اس کے نزدیک رہبری ہے وہ اُس کے نزدیک رہزنی ہے

ہوئے ہیں تر گریۂ ندامت سے اس قدر آستین و دامن
کہ میری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہشِ زر وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر
جہاں میں مانندِ کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

لگا نہ اس بت کدے میں تو دل یہ ہے طلسمِ شکست غافل
کہ کوئی کیسا ہی خوش شمائل صنم ہے آخر شکستنی ہے

تکلفِ منزلِ محبت نہ کر، چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بہ جا خار زار وحشت سے زیرِ پا فرش سوزنی ہے

خدنگِ مژگاں سے ذوق اس کے دل اپنا سینہ سپر ہے جب سے
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

۱۷۸

(ھوالعلی)

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے
اُن کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے

چاہیں گر چارہ جراحت کا محبت والے
بیچیں الماس و نمک سنگِ جراحت والے

گئے جنت میں اگر سوزِ محبت والے
تو یہ جانو رہے دوزخ ہی میں جنت والے

ساقیا ہوں جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبحِ محشر کو بھی اٹھیں نہ ترے متوالے

دختر رز کو نہیں چھیڑتے ہیں متوالے
حذر اس فاحشہ سے کرتے ہیں حرمت والے

رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدّر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لبِ جاں بخش ترے
جاں بہ لب ہیں ترے آزارِ محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بہ قدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

نہیں جز شمعِ مجاور مری بالینِ مزار
نہیں جز کثرتِ پروانہ زیارت والے

ہائے رے حسرتِ دیدار مری ہائے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے دو چشمی سے کتابت والے

نہ شکایت ہے کرم کی نہ ستم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثلِ مہِ نو اپنا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھسے ہے کچھ کہتا دل
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

تو گر آ جائے تو اے درد محبت کی دوا
مرے ہمدرد ہوں بے درد فضیحت والے

چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلمِ آتش باز
مری شرح طپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے پر اے غفلت کیش
تیرے اندازِ تغافل نہیں غفلت والے

ہم نے دیکھا ہے جو اس بت میں نہیں کہہ سکتے
کہ مبادا کہیں سن پائیں شریعت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

۱۷۹

رخصت اے زنداں جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بہ‌وقت ذبح اپنا اس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے
اُف یہ بیتابی کہ یاں تو دم ہی آ کھڑا جائے ہے

ہاں مدد طاقت کہے ہے ضعف سے سینے میں دم
دیکھیے کیوں کر خدا لب تک مجھے پہنچائے ہے

واہ رے شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

بس کرم سوزِ جگر بھن جائیں گے دل اور جگر
رحم جوشِ گریہ چھاتی پر مری بھر آئے ہے

ذوق کو بس نزع میں بھی ہے گا تیرا انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جب کہ ہوش آجائے ہے

۱۸۰

(ھو اللہ اکبر)

جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

تو مجھ سے قیمتِ دل و جاں پوچھتا ہے کیا
دونوں ہیں اک نگاہ میں اے دل ربا چکے

یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ انھیں تو کب
جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے

کیا خط میں مدّعا لکھوں اپنا کہ مدّعی
پہلے ہی ان کو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے اس کا قیامت سے کم نہیں
مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے

جب تک کہ سر ہے ساتھ یہ سر کے ہے ہو سو ہو
ہم اب تو سر پہ بارِ محبت اٹھا چکے

دل پھر سکا نہ یار سے بک بک کے میرے ساتھ
سر اپنا کب کے حضرتِ ناصح کھپا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغِ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پر جفا چکے

زہراب بھی ہے بادہ تو ہے ہم کو نوشِ جاں
ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو ستم
ہم تو تمھاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابے میں
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخوں کے دل
سو بار آبلے اسے آنکھیں دکھا چکے

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی
وہ تیغِ آبدار سے خوں میں نہا چکے

اچھا کیا وفا کے عوض تو نے کی جفا
بس اب نہ کر ستم کہ کیا اپنا پا چکے

ہو معرکے میں عشق کے قاضی نہ کیوں کہ موت
جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

بنکارو آج خوب چلو میکدے میں ذوق
چھوڑو کہیں وظیفے بہت بڑبڑا چکے

۱۵۲

فلک تو ٹیڑھ ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر ترچھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

ہمیشہ دورِ عشرت ہے جو تم ہو اہلِ کیفیت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یاں اک جام چلتا ہے

بھرے جاؤں گا دم صیاد میں گلشن کے چلنے کا
یہ دم سینہ میں جب تک میرے زیر دام چلتا ہے

کہو صیاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینے میں زیرِ دام چلتا ہے

کرے ناقص ارادہ گر علوِّ جاہِ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

ترا تیرِ نگہ پیک قضا سے کم نہیں قاتل
جدھر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے

سمندِ وحشت اپنا چوبِ گل کے تازیانے سے
جنوں کی شاہ رہ پر اور ہی شہ گام چلتا ہے

کیا پختہ مزاجوں کو مسخر تو نے دنیا میں
یہ تیرا خوب جادو اے خیالِ خام چلتا ہے

عجب شطرنج گردوں نے بچھائی ہے کہ گھوڑے کو
نئے منصوبے سے روز ابلقِ ایام چلتا ہے

چلا پہلو سے جب اے ذوق وہ آرامِ جان و دل
کہا آرام نے مجھ سے کہ لو آرام چلتا ہے

۱۸۲

ہر دم دلِ خوں گشتہ میں اک جوشِ فزوں ہے
جو آہ ہے سینے میں وہ فوّارۂ خوں ہے

جس دن سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم
ہر خارِ بیاباں قلمِ مشقِ جنوں ہے

پھر جاتی ہے سینے کو مرے آہ بھی اُلٹی
قسمت جو ہے برگشتہ مری بخت نگوں ہے

دل کرتا ہے اس کوچے کا جب قصد تو لیتا
طائر کے عوض رنگِ پریدہ سے شگوں ہے

بے تابیِ دل کا کوئی مضموں جو کیا نظم
لفظوں میں بھی اکثر حرکت جائے سکوں ہے

کھو آپ کو گر ڈھونڈتا ہے عشق کی منزل
گم گشتگی اس رہ میں تری راہ نموں ہے

ہاروت سے واں لاکھوں ہیں شاگرد کہ جس جا
وہ چشمِ فسوں گر سبق آموز فسوں ہے

اک غمزہ تری چشمِ فسوں کار کا کافر
صد چشمِ پری کو سبق آموزِ فسوں ہے

قائم ہے بنا درد کی فریاد سے میری
جو نالہ ہے ایوانِ محبت کا ستوں ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستیِ ہمت
گردوں کو ہے فوق اس سے زمانے میں کہ دوں ہے

تلخابۂ حسرت کو پیوں کیوں نہ مزے سے
میرے لیے تبریدِ تپِ سوزِ دروں ہے

ہو وصل تو ڈر ہجر کا ہجراں میں غمِ وصل
آرام مجھے عشق میں نے یوں ہے نہ ووں ہے

مر جاؤں کبھی راز محبت نہ جتاؤں
کیسا ہی اگر درد ہو دل میں نہ کہوں ہے

کیوں حالِ زبوں اپنا بیاں کرتا ہے ان سے
اے ذوق ترے واسطے یہ اور زبوں ہے

۱۸۳

(ہو اللہ اکبر)

ہوئے کیوں اس پہ عاشق ہم ابھی سے
لگایا جی کو ناحق غم ابھی سے

دلا ربط اس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہیں تجھ کو ہم ابھی سے

ترے بیمارِ غم کے ہیں جو غم خوار
برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب آیا ہلیں گر اس کی مژگاں
صفِ عشّاق ہے برہم ابھی سے

اگرچہ دیر ہے جانے میں تیرے
نہیں پر اپنے دم میں دم ابھی سے

بھگو رکھوے گا گریہ جیب و دامن
رہے ہے آستیں پر نم ابھی سے

مرے لاشے پہ بھی اس بدگماں نے
کہا کیوں جی چرایا دم ابھی سے

تمہارا مجھ کو پاسِ آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے

لگے سیسہ پلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیادِ غم محکم ابھی سے

کہا جانے کو کس نے مینہ کھلے پر
کہ چھایا دل پہ ابرِ غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اٹھوانے ہیں مجھ کو
ہوئے بیزار یوں ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
دھرا ہے دوستو مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

مرا جانا مجھے غیروں نے اے ذوق
کہ پھرتے ہیں خوش و خرم ابھی سے

۱۸۴

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو ہو معلوم وقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

ہم سے بھی اس بساط پہ کم ہوں گے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

لیلیٰ کا ناقہ دشت میں تاثیرِ عشق سے
سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے

نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہے ہو وہی
دانش تری نہ کچھ مری دانش وری چلے

۱۸۵

(ہوالعلی)

خوب روکا شکایتوں سے مجھے
تو نے مارا عنایتوں سے مجھے

واجب القتل اس نے ٹھہرایا
آیتوں سے روایتوں سے مجھے

کہتے کیا کیا ہیں دیکھ تو اغیار
یار تیری حمایتوں سے مجھے

وہ صریحاً تو کہہ نہیں سکتے
کہتے ہیں کچھ کنایتوں سے مجھے

کیا غضب ہے کہ دوست تو سمجھے
دشمنوں کی رعایتوں سے مجھے

دمِ گریہ کمی نہ کر اے چشم
شوق کم ہے کفایتوں سے مجھے

یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھیں
خط وہ کن کن کنایتوں سے مجھے

ذکرِ مہر و وفا کروں تو کہے
نہیں شوق ان حکایتوں سے مجھے
کمیِ گریہ نے جلا مارا
ہوا نقصاں کفایتوں سے مجھے
لے گئی عشق کی ہدایت ذوق
اس کی سب نہایتوں سے مجھے

۱۸۶

(۱۵۲)

لیا ایماں و دل تو نے اگرچہ اک زمانے سے
نہیں اس پر بھی اے کافر ترا ایماں ٹھکانے سے
ستم گر تو نے روکا سب کو میرے پاس آنے سے
اجل بھی اب یہاں آوے تو شاید کچھ بہانے سے
نہ میں فوارہ ہوں، نے شمع لیکن سامنے اس کے
بہانے مجھ کو جا کر اپنے آنسو ہر بہانے سے
پڑے تسبیحِ زاہد پر نگاہِ مست گر تیری
تو ٹپکے بادۂ انگور اس کے دانے دانے سے
سیہ بختی کا میری تجھ پہ سب کھل جائے گا عقدہ
. . . . . . شانہ میں تو ان زلفوں کے شانے سے
کہاں جاؤں گا اڑ کر طائرِ بے بال و پر میں ہوں
قفس صیاد کا بہتر ہے مجھ کو آشیانے سے

۱۸۷

(۱۵۲)

دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزار دے
یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

ھاتھ اپنا میرے ھاتھ میں کب وہ نگار دے
جو اپنے ھاتھ کا نہ مجھے پشتِ خار دے

گل ھاتھ پر کہ داغِ جگر پر نگار دے
پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے

تو چشم میں نہ سرمۂ دنبالہ دار دے
مفتونِ چشم کو یوں ھی اک تیر مار دے

گلشن کو آب گر مژۂ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضہ دُرِ آب دار دے

جاں اپنی کس امید پہ وہ جاں نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے نہ دل کا غبار دے

ٹانکے نہ زخمِ دل میں ترا دل فگار دے
تو جب تلک نہ گیسوے مشکیں کا تار دے

جولاں سمندِ ناز کو اے شہ سوار دے
تو سرمہ چشمِ ماہ میں میرا غبار دے

وہ زلفِ مشک بو کا اگر ایک تار دے
پھر میں نہ لوں اگر کوئی چین و تتار دے

عشق اس پری کا ھے وہ بلا جائے لے کے جاں
یہ جِنّ نہیں ھے جس کو سیانا اُتار دے

پشّے سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب آئے قصدِ خوں کو تو پہلے پکار دے

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ھے ایک رات
ھنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

عاشق نہ بدلے انجمِ گردوں سے اپنے اشک
کیوں کوڑیوں کے مول دُرِ شاھوار دے

بے فیض چشمہ آبِ مصفّا کا ہے تو کیا
مانگوں تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے

کرتا ہے آہ یوں دلِ اُمیدوارِ وصل
جیسے اذاں بلند کوئی روزہ دار دے

میں وہ ہوں زندہ دل کہ مری جانِ بےقرار
برقِ جہاں کو آتشِ مردہ قرار دے

نے رحم ہے نہ پاسِ محبت نہ منصفی
پھر جان کس اُمید پہ یہ جاں نثار دے

لے وام داغِ دل سے مرے سوزش آفتاب
وعدے پہ روزِ حشر کے پر کون اُدھار دے

جاں بازِ عشق جان پہ ہی اپنی کھیل جائے
لیکن قمارِ عشق میں ہمت نہ ہار دے

ایسا نہ ہو کہ آتے ہی آتے جوابِ خط
قاصد جوابِ زندگیِ مستعار دے

جوں شمعِ مردہ کشتۂ زلفِ سیاہ کو
دے گر کفن تو دامنِ شب ہائے تار دے

چھوڑے کمانِ چرخ نہ تیر اپنا چھوڑنا
یہ آہ تیر ناک میں اس کی ہزار دے

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تا عدم
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیوں کر نہ یار دے

میں ہوں وہ ناتواں کہ نہ جنبش کروں کبھی
پلٹن اگر نہ مجھ کو دلِ بےقرار دے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

۱۸۸
(۱۵۲)

مجھ سے کچھ پوچھو نہ خوں‌نابۂ حسرت کے مزے
زہر کے گھونٹ ہیں پر رکھتے ہیں شربت کے مزے

دیکھ کر اس کو گیا عالمِ حیرت میں تو میں
لیک میں کیا کہوں اس عالمِ حیرت کے مزے

تجھ کو کچھ یاد بھی ہیں پہلے وہ حسرت کے مزے
بے مزہ ہونے کے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے
بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

کھائے کوچے میں ترے آ کے جو سنگِ طفلاں
آئیں مجنوں کو ترے میوۂ جنت کے مزے

لگتی مرچیں سی کبابوں کو ہیں من کر کیا کیا
دلِ بریاں سے مرے سوزِ محبت کے مزے

سجدے میں پائے خمِ مئے پہ ہیں کس لطف سے مست
یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

ملتِ عشق میں ہو کاش تناسخ ہی سہی
کہ اڑائیں ترے سر باز شہادت کے مزے

غنچہ خنداں نہ ہو کیوں کر کے زر اپنا برباد
کہ اڑانے ہی میں دولت کے ہیں دولت کے مزے

جانِ شیریں بھی گئی اور نہ ملی شیریں بھی
پوچھو فرہاد سے اس تلخیِ حسرت کے مزے

کچھ جتاؤں جو محبت تو کہے ہے کہ تجھے
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہوں محبت کے مزے

دل کو کیا چاٹ لگا دی ھے ترے خنجر نے
چاٹتا ھونٹ ھے لے لے کے جراحت کے مزے

نہیں جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا میں
پر مزے دار بنا دیتے ھیں غفلت کے مزے

ذائقہ چاشنیِ عشق کا گر ھووے تو دیں
شادیِ وصل کی لذت غمِ فرقت کے مزے

بے مزہ جی کو کریں لاکھ ترے ظلم و ستم
بھولنے کے نہیں وہ پہلی عنایت کے مزے

ابرِ باراں کا نہ کیوں لطف اٹھائیں مے خوار
کہ اڑاتے ھیں گنہ گار ھی رحمت کے مزے

ھے نمک پاش جو ھنس ھنس کے وہ لعلِ نمکیں
لے رھا ھے دلِ مجروح جراحت کے مزے

صرفِ ھر زخمِ جگر تا نہ ھو صد کانِ نمک
لوٹے کیا عشق میں اس کانِ ملاحت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک اے ذوق
دلِ زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

۱۸۹

(۱۵۲)

حالت نشے میں دیکھنا اس بے حجاب کی
ھر ناز و ھر ادا میں ھے مستی شراب کی

کوچے میں آ پڑے ھیں ترے خاک ھو کے ھم
یاں تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چکی مجھے
پر منتظر ھے آنکھوں میں خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدے سے ابھی منہ چھپا کے تم
دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
معلوم ہے حقیقتِ 'ھُو حق' جناب کی

۱۹۰

(۱۵۲)

کیا مدِّ نظر تم کو ہے یاروں سے تو کہیے
گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیے

حالِ دلِ بے تاب کہا جائے جو کچھ بھی
گر کہیے نہ لاکھوں سے ہزاروں سے تو کہیے

موقوف ہے گر دل کا شکار آن و ادا پر
تو پہلے کچھ ان میر شکاروں سے تو کہیے

پھر 'قم' نہ کہیں حضرتِ عیسیٰ اگر ان سے
کہیے کہ یہ 'قم' عشق کے ماروں سے تو کہیے

ان دانتوں سے کیا موتیوں کو کہتے ہو ہم تاب
موتی ہے یہ کیا مال ستاروں سے تو کہیے

شانے کا دلِ چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے یہ سینہ فگاروں سے تو کہیے

کیا کہتے ہو آنے کو سرِ خاکِ شہیداں
گر فتنے اٹھانے ہوں مزاروں سے تو کہیے

کچھ سوزِ دل اپنا کسی دل سوز کے آگے
فرصت ہو تپِ غم کے حراروں سے تو کہیے

اے ذوق تنک ظرف سے کہیے نہ کوئی بات
کہہ کر اسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہیے

۱۹۱

(ھو العلی)

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

زالِ دنیا ہے عجب طرح کی علّامۂ دھر
مردِ دیں دار کو بھی دھریہ کر دیتی ہے

بڑھتی جاتی ہے جو مشقِ ستم اس ظالم کی
کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا
اب تو اکسیر بھی دیجے تو ضرر دیتی ہے

شمع گھبرا نہ شبِ غم سے کہ کوئی دم میں
تجھ کو کافورِ سفیدیِ سحر دیتی ہے

غنچہ ہنستا ہے ترے آگے جو گستاخی سے
چٹخنا منہ پہ وہیں بادِ سحر دیتی ہے

شمع بھی کم نہیں کچھ عشق میں پروانے سے
جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے

دم بہ دم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی
مجھ کو فرصت نہیں وہ تیغِ نظر دیتی ہے

کہتے سنتے نہیں کچھ ہم تو شبِ ھجر میں پر
نالۂ دل کا جواب آہِ جگر دیتی ہے

تیرہ بختی مری کرتی ہے پریشاں مجھ کو
تہمت اس زلفِ سیہ فام پہ دھر دیتی ہے

نخلِ مژگاں سے ہے کیا جانیے کیا چشمِ ثمر
چشم پانی کی جگہ خونِ جگر دیتی ہے

دینی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری
عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

کوئی غماز نہیں میری طرف سے اے ذوق
کان اس کے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

۱۹۲

(هو العلی الاعلیٰ)

ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ برآوے
جو کور ہو عینک سے اسے کیا نظر آوے

فردوس میں ذکر اس لبِ شیریں کا گر آوے
پانی دهنِ چشمۂ کوثر (میں) بھر آوے

ممکن نہیں کم ہووے تپِ سوزِ محبت
جوں شمع مجھے لاکھ پسینہ اگر آوے

بت خانے میں نالہ جو کروں عشقِ صنم میں
ناقوس کا دل آبلے کی طرح بھر آوے

۱۹۳

(۱۵۲)

دل بچے کیوں کر نگاہِ دل برانِ شنگ سے
اپنا تو گھر سوجھتا ہے سیکڑوں فرسنگ سے

ایک بھی نکلے نہ میری سی فغانِ دل خراش
گرچہ خوں ٹپکے گلوے مرغِ خوش آهنگ سے

چھپ کے بیٹھے گا کہاں تو ہم سے اے رنگیں نوا
ہوگا تو جس رنگ میں مل جائیں گے اس رنگ سے

بل بے باریکی کہ گویا ہر ترا تارِ سخن
جنتری میں کھنچ کے نکلا ہے دہانِ تنگ سے

اے تغافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہیں
اس دلِ بیتاب و جانِ مضطرب کے ڈھنگ سے

جوشِ گریہ سے رہی برسات برسوں پر کبھی
اس کی تیغِ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے

میرے گریے کے اثر سے ہوگئے پتھر بھی آب
جھڑتے ہیں جائے شرر پانی کے قطرے سنگ سے

پہلے یہ نیّت وضو کی ہے نمازِ عشق میں
دل سے کہہ دیجے کہ دھووے ہاتھ نام و ننگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریشِ سفیدِ شیخ پر
وسمہ آبِ بنگ سے ، مہندی مئے گل رنگ سے

۱۹۴

(۱۵۲)

قفلِ صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے
جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

سیکڑوں کاسۂ سر دھر میں مانندِ حباب
کبھو اے چرخ بنے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے

ٹانکے کیا جیب کے پھر بعدِ رفو ٹوٹ گئے
ہو کے ناخن کبھی سینے میں فرو ٹوٹ گئے

تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغرِ مے
ہاتھ کیا آس کے ہیں اے آئنہ رو ٹوٹ گئے

کیوں کہ بن کشتیِ مے کیجیے سیرِ دریا
مے کشو ! زیرِ بغل اب تو کدو ٹوٹ گئے

دیکھ کر سرمے کی تحریر تری آنکھوں میں
کافروں کے بھی ہیں زنّارِ گلو ٹوٹ گئے

صدمۂ غم سے ترے جوں گلِ بازی افسوس
سارے اعضا مرے اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

سنگِ غیرت سے کئی آئنے اے عہد شکن
دیکھ کر صاف ترا روے نکو ٹوٹ گئے

تیر دل سے وہ نکلتے ہیں کوئی جذبۂ شوق
نکلے سوفار جو سینے سے گلو ٹوٹ گئے

دل شکستہ ہی رہا بعدِ فنا بھی میں تو
کہ مری خاک سے بنتے ہی سبو ٹوٹ گئے

شدتِ گریہ سے تھا رات یہ اشکوں کا ہجوم
چشمِ تر پھر مرے مژگاں کے ہیں مو ٹوٹ گئے

گلشنِ عشق میں اللہ ہے کیا کثرت بار
بن ہوا کتنے ہی نخلِ لبِ جو ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیلِ قوافی غزل اک اور بھی ذوق
دیکھیں بٹھلائے ہے کس طرح سے تو ٹوٹ گئے

۱۹۵

(۱۵۲)

کس کے موشانے میں اے دستِ ہوس ٹوٹ گئے
تیرہ بختوں کے جو یاں تارِ نفس ٹوٹ گئے

شیشۂ مے ترے ہاتھوں سے عسس، ٹوٹ گئے
کیا عبادت گہِ رنداں کے کلس ٹوٹ گئے

چشم پر آبلۂ پا سے ہے مژگاں پیدا
پاؤں میں چبھ کے مرے خار ز بس ٹوٹ گئے

ساقیا! بادہ کشی میں کٹی ساری برسات
عہد و پیماں مرے سب اب کے برس ٹوٹ گئے

نو گرفتار ہیں سر گرمِ طپیدن صیّاد
کیا (ہوا) دیکھیو کہتے ہیں قفس ٹوٹ گئے

گم ہے آواز کدھر جاؤں بھٹکتا ہوں خدا
آج کیا قافلے میں زنگِ جرس ٹوٹ گئے

رونگٹے یار کی پشتِ لبِ شیریں پہ نہیں
شہد میں پھنس کے مگر پائے مگس ٹوٹ گئے

۱۹۶

(۱۵۲)

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہاں کچھ اور ٹھہر جائیں گے

خالی اے چارہ گرو ہوں گے بہت مرہم داں
پر مرے زخم نہیں ایسے کہ بھر جائیں گے

پہنچیں گے رہ گذرِ یار تلک کیوں کر ہم
پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائیں گے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤں
پر مجھے ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائیں گے

ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعویٰ تجھ پر
بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائیں گے

آگ دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی
جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائیں گے

نہیں پائے گا نشاں کوئی ہمارا ہرگز
ہم جہاں سے روشِ تیرِ نظر جائیں گے

ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں ملاؔ
ان کو مے خانے میں لے آؤ سنور جائیں گے

۱۹۷

(۱۵۲)

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

ہم تم سا عدو اپنا کسی کو نہیں پاتے
تم پاتے ہو ہم کو تو چھری کو نہیں پاتے

دل ہم نے دیا کیوں تجھے اے سنگ دل اپنا
کم بخت ہم اس سخت گھڑی کو نہیں پاتے

وہ کون سا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

رکھتے ہیں دمِ شعلہ فشاں اژدرِ دوزخ
لیکن مری آتش نفسی کو نہیں پاتے

ہم وصل کی شب لیتے ہیں یہ بوسہ کہ لب پر
ذرہ بھی سحر رنگِ مسی کو نہیں پاتے

بل بے تری گرمی کہ اب اے سوزِ محبت
ہم نام کو آنکھوں میں نمی کو نہیں پاتے

میں ایسا کہیں گم ہوں کہ یارانِ عدم بھی
گم ہو کے مری گم شدگی کو نہیں پاتے

معلوم نہیں اس کے دہن ہے کہ نہیں ہے
اے ذوق ہم اس سرِ خفی کو نہیں پاتے

۱۹۸

(۱۵۲)

نہ ہوں گے ہم قائلِ قیامت جو تیرا قامت نہ دیکھ لیں گے
رہیں گے رویت کے بلکہ منکر جو تیری صورت نہ دیکھ لیں گے

ہمیں غرض کیا کہ جائیں گے ہم حرم کو اے شیخ بتکدے سے
یہیں بتوں میں خدا کا اپنے ظہورِ قدرت نہ دیکھ لیں گے

نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت جہاں میں ہم نے تمھارے باعث
اور آگے کیا کیا غم و الم ہم تمھاری دولت نہ دیکھ لیں گے

دکھانا احوال ان کو اپنا یہ اپنی اُلفت کا امتحاں ہے
کہ ہوگی اُلفت تو دیکھ لیں گے نہ ہوگی اُلفت تو دیکھ لیں گے

مجھے یقیں ہے نہیں دکھائیں گے اپنے رخسارِ لالہ گوں کو
رواں مرے چشمِ تر سے جب تک وہ خونِ حسرت نہ دیکھ لیں گے

بلا سے گر دانیال کا سا نہیں ہے پاس اپنے فال نامہ
ہم اپنے لفظوں سے داغِ دل ہی کے فالِ دولت نہ دیکھ لیں گے

اگرچہ میں مر بھی جاؤں گا تو کہیں گے مرتا ہے دم چرایا
وہ جب تلک اپنے آستانہ پہ میری تربت نہ دیکھ لیں گے

اگرچہ دردِ محبت اپنا کہا نہ میں نے زباں سے اپنی
وہ میری صورت نہ دیکھ لیں گے وہ میری حالت نہ دیکھ لیں گے

ھلال کو دیکھیں کیوں فلک پر اگر ہے منظور عید ہم کو
تو اُس کی تیغِ ستم کا دل میں لبِ جراحت نہ دیکھ لیں گے

یہ لوگ ناواقفِ محبت نہ ہوں گے واقف تپِ دروں سے
کہ جب تلک مثلِ برق رگ رگ میں میری سرعت نہ دیکھ لیں گے

بہارِ باراں کو کون دیکھے بغیر یاراں ہے تیر باراں
ہم اس کے بدلے سرشکِ مژگاں کی اپنے شدت نہ دیکھ لیں گے

کہوں یہ کیوں میں کہ حضرتِ دل شکر لبوں پر نہ تم ہو مائل
کہ آپ ہی تلخیِ محبت کی وہ حلاوت نہ دیکھ لیں گے

خط ان کو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دے کر کسی کا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لیں گے تیرا تری عبارت نہ دیکھ لیں گے ؟

۱۹۹

(۱۵۲)

نہیں مژگانِ پُر خوں خارِ غم تھے دل نشیں نکلے
جنوں یہ نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدوے نیش زن کے گھر سے کب وہ مہ جبیں نکلے
الٰہی برجِ عقرب سے قمر جلدی کہیں نکلے

رلائے گر تصور اس لبِ شیریں کا آنکھوں کو
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبین نکلے

قلم کی دیکھ گل کاری دمِ تحریرِ سوزِ دل
کہ جائے حرف گل ہائے انارِ آتشیں نکلے

پرے جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈو دنیا میں
تو خالی خاکِ آدم سے نہ چپہ بھر زمیں نکلے

زیادہ جان کے جانے سے ہے غم تیرے جانے کا
ترے جانے سے پہلے کاش یہ جانِ حزیں نکلے

نہ ہو غربت میں گر قدرِ صفا پاکیزہ گوہر کی
تو پھر دریا سے باہر کاہے کو دُرِ ثمیں نکلے

نکلتے تیرے ہر اک ناز میں وہ ناز ہیں لاکھوں
کہ ہر اک ناز پر لاکھوں کا دم اے نازنیں نکلے

تبھی آزار دہ ہوں تب حلاوت بخشِ عالم ہوں
کہ گھر زنبور کا ویراں ہو جب کہ انگبیں نکلے

ہوئے تم چین ابرو ہو کے میرے قتل کے درپے
چھپا رکھے تھے تم نے جوہرِ شمشیرِ کیں نکلے

جو حسرت میرے دل میں ہے نکالوں میں کہاں اس کو
کہ وہ زیرِ فلک نکلے نہ وہ زیرِ زمیں نکلے

اگر ہو روسیاہی کیسی بھی ان نامداروں کو
ہوس دل سے نہ ان کے نام کی مثلِ نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی
مگر کیا دخل جز زہراب اس میں انگبیں نکلے

خدا دے نورِ بینش اور اس چشمِ تصور کو
ہزاروں کام اس سے دور کے بے دوربیں نکلے

چھٹے کیا ہم سے شوقِ حسنِ گندم گوں کہ گندم پر
ہمارے جدِ امجد چھوڑ کر خلدِ بریں نکلے

تعجب کیا ہے گر اس میرے سوسو زخم کھانے پر
زبانِ تیغ سے بھی آفریں صد آفریں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہم نشیں نکلے

۲۰۰

(۱۵۲)

آتے ہی تم نے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سن نہ کیوں کر یہ تو بری سنائی

مجنوں و کوہکن کے سنتے تھے یار قصے
جب تک کہانی ہم نے اپنی نہ تھی سنائی

شکوہ کیا جو ہم نے گالی کا آج اس سے
شکوے کے ساتھ اس نے اک اور بھی سنائی

کچھ کہہ رہا ہے ناصح کیا جانے کیا کہے گا
دیتا نہیں مجھے تو اے بے خودی سنائی

کہنے نہ پائے اُس سے ساری حقیقت اک دن
آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھیں وہ کس طرح سے
آواز بھی نہ (ہم کو) جس نے کبھی سنائی

قیمت میں جنسِ دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
کیا کیا نہ اس نے ہم کو کھوٹی کھری سنائی

۲۰۱

(۱۵۲)

دل کی معاش غم آسے غم کی تلاش ہے
ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بڑا بدمعاش ہے

اس بت کدے میں کون ہے کافر ترے سوا
تو آپ ہی بت پرست و بت و بت تراش ہے

جو شاد ہیں زمانے کے ہاتھوں سے ہیں ضعیف
شاباش جس کو کہتے ہیں وہ شادباش ہے

لبریزِ صد نشاط برنگِ ہلالِ عید
سینے میں میرے ناخنِ غم کی خراش ہے

اُٹھ جائے وہ جہاں سے تو شاید کہ اٹھ سکے
بیمارِ عشق جو ترا صاحب فراش ہے

ہوتی وبالِ دوش نہیں کشتگاں کی خاک
اُڑ جاتی ٹھوکروں میں تری ان کی لاش ہے

عاشق کو مثلِ تیغِ محرّف برندہ تر
اس شوخِ کج ادا کی تراش و خراش ہے

مسکن پذیر آج سے دل میں نہیں ہے غم
روزِ ازل سے اس کی یہیں بود و باش ہے

دنبالے پر ہے چشم کے دانہ جو خال کا
گویا کہ ایک دستِ فسوں گر میں ماش ہے

کیا خوب شغلِ عشق میں اپنی بسر ہوئی
حسرت نہ دل میں لب پہ نہ حسرت سے کاش ہے

کرتے یہ اشک و آہ ہیں تکلیف کیوں عبث
ہو جاتا رازِ دل تو نگاہوں میں فاش ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہم‌درد میرا درد
دل جس کا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

۲۰۲

ہے کان اس کے زلفِ معنبر لگی ہوئی
چھوڑے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

میرے دلِ گرفتہ کی واشد ہو کس طرح
هیہات یاں گرہ ہے گرہ پر لگی ہوئی

کھٹکے گی بعدِ مرگ بھی اس کی مژہ کی نوک
وہ پھانس ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی

میّت کو غسل دیجو نہ اس خاک سار کی
ہے تن پہ خاکِ کوچۂ دل بر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خوں کوئی رکتی ہے تیری تیغ
بے ڈھب ہے اس کو چاٹ ستم گر لگی ہوئی

بیٹھے ہیں دل کے بیچنے والے ہزار ہا
گزری ہے اس کی راہ گزر پر لگی ہوئی

عیسیٰ اگرچہ پاس ہے ممکن نہیں شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

کرتی ہے زیرِ برقعِ فانوس تاک جھانک
پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر
آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی

گل مہندی کیوں نہ باغ میں ہو پائمالِ رشک
پاؤں میں تیرے دیکھے حنا گر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خمِ مے کی طرح ہم
پر کیا کریں کہ مہر ہے منہ پر لگی ہوئی

منہ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا
دل سے ہے یادِ ساقیِ کوثر لگی ہوئی

اے ذوق اتنا دخترِ رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

۲۰۳

خط بڑھا کا کل بڑھے زلفیں بڑھیں گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تیرے جلوے سے چمن کی رونقِ اے گل رو بڑھے
شاخِ گلبن میں بڑھے گل، گل میں رنگ و بو بڑھے

بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی
اب مناسب ہے یہی کچھ میں بڑھوں کچھ تو بڑھے

دشت میں مجنوں سے ملنے کو بڑھائے ہم نے ہاتھ
ضعف سے مدت میں جوں شاخِ سرِ آہو بڑھے

یوں دمِ گریہ ہوا دل سے مرے نالہ بلند
جس طرح پانی کے باعث سروِ آبِ جو بڑھے

چاہتا ہے حسن کے دیواں میں خطِ پشتِ لب
ایک مطلع اور زیرِ مطلعِ ابرو بڑھے

بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی وحشت وگرنہ پہلے تو
ہاتھ کے ناخن بڑھے سر کے ہمارے مو بڑھے

تجھ کو دشمن واں شرارت سے جو بھڑکاتے ہیں روز
چاہتے ہیں اور شر اے شوخِ آتش خو بڑھے

پاس ہے ساق ترے وہ داروے فرحت‌فزا
جس کے اک قطرے سے سیروں جسم میں لوہو بڑھے

فکر اپنا کیا تماشہ ہے کہ جامِ جم کی طرح
جس کی کیفیت سے قدرِ کاسۂ زانو بڑھے

یاں بڑھے دل کی طپش ہر دم وہاں غیروں کے ساتھ
گرمیِ صحبت تری اے شوخِ آتش‌خو بڑھے

چرخ پر نورِ قمر گاہے بڑھے گاہے گھٹے
حسن تیرا وہ (ہے) جو روز اے ہلال ابرو بڑھے

کچھ تپِ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب
روز نسخے میں اگر خرفہ گھٹے کاہو بڑھے

چاہتا ہے دل بڑھے اُلفت کی اس سے رسم و راہ
پر وہاں قابو نہیں کس طرح بے قابو بڑھے

پیشوائی کو غمِ جاناں کی چشم و دل سے ذوق
جب بڑھے نالے تو ان سے بیشتر آنسو بڑھے

۲۰۴

(۱۵۲)

جو کچھ کہ ھے دنیا میں وہ انساں کے لیے ھے
آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لیے ھے

زلفیں تری کافر انھیں دل سے مرے کیا کام
دل کعبہ ھے اور کعبہ مسلماں کے لیے ھے

ھو قیدِ تفکر سے کب آزاد سخنور
منظور قفس مرغِ خوش الحاں کے لیے ھے

اپنوں سے نہ مل اپنے ھیں سب اپنوں کے دشمن
ھر نے میں بھری آگ نیستاں کے لیے ھے

کچھ بخت سے میرے جو سوا ھے وہ سیاھی
باقی ھے تو میری شبِ ھجراں کے لیے ھے

دیوانہ ھوں میں بھی وہ تماشا کہ مرا ذکر
گویا سبق اطفالِ دبستاں کے لیے ھے

ھے بادہ کشوں کے لیے اک غیب سے تائید
زاھد جو دعا مانگتا باراں کے لیے ھے

چنگل میں ھے موذی کے دل آس چشم کے ھاتھوں
گھیرا یہ غضب پنجۂ مژگاں کے لیے ھے

میں کس کی نگاھوں کا ھوں وحشی کہ مری خاک
اک کحلِ بصر چشم غزالاں کے لیے ھے

دل بھی ھے بلا قابلِ مشقِ ستم و ناز
جو تیر ھے اس تودۂ طوفاں کے لیے ھے

نکلے کوئی کیا قید علائق سے کہ اے **ذوق**
در ھی نہیں اس خانۂ زنداں کے لیے ھے

۲۰۵

آتا نہیں مہ طلعت کیا دیر لگائی ہے
کھینچ اے کششِ اُلفت کیا دیر لگائی ہے

بھڑکا دے کہیں دل کو مدت سے سلگتا ہے
اے سوزِ غمِ فرقت کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف قاتل تم مرنے پہ ہو مائل
باندھو کمرِ ہمت کیا دیر لگائی ہے

آنکھوں میں ہے دم تیرے بیمارِ محبت کی
دکھلا دے کہیں صورت کیا دیر لگائی ہے

قاصد تو کب آتا ہے پر پیک اجل نے بھی
یاں آنے میں یا قسمت کیا دیر لگائی ہے

اے رشکِ مسیحا گر آنا ہے تو آ جلدی
ہے میری عجب حالت کیا دیر لگائی ہے

بالیں پہ کہا میری ہنگامۂ محشر نے
اٹھو بھی کہیں حضرت کیا دیر لگائی ہے

یاں وعدہ بھی آ پہنچا تو اب تلک آتا ہے
اللہ رے تری غفلت کیا دیر لگائی ہے

اُس کے لبِ خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اے دلِ پُر حسرت کیا دیر لگائی ہے

آنا کہیں تیرا بھی آنا ہے قیامت کا
اے دل برِ خوش‌قامت کیا دیر لگائی ہے

پروانے سے کہتی تھی یہ شمع کہیں جل چک
ہے تجھ میں اگر جرأت کیا دیر لگائی ہے

کس فکر میں ہے ساقی دے جام کہ ہے جلدی
تھوڑی ہے یہاں فرصت کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے عاشق کہیں ہو جلدی
لاحول و لا قوۃ کیا دیر لگائی ہے

میں کہتا نہیں میرے تابوت پہ جلد آؤ
کھوے گی تمھیں غفلت کیا دیر لگائی ہے

بے بادہ گلستاں میں پیتے ہیں لہو مے کش
ساقی نے دمِ عشرت کیا دیر لگائی ہے

کرتے ہیں شہید اس کو اے ذوق کئی عاشق
منظور ہے گر سبقت کیا دیر لگائی ہے

۲۰۶

(۱۵۲)

پوچھ مت راہِ محبت نظرِ پُر فن سے
رہ‌نمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہزن سے

خار نکلے عوضِ سبزہ مرے مدفن سے
بچ کے جانا کہ یہ اُلجھیں گے ترے دامن سے

کافرِ عشق ہوں گر سر بھی جدا ہو تن سے
نکلے زنّارِ محبت نہ مری گردن سے

تار ہر ساز کے پردے میں محبت کے سبب
ایک فریاد نکلتی ہے دلِ آہن سے

میں ہوں وہ سوختہ جوں شمع کہ مثلِ فانوس
میرا پیراہنِ تن میرے جدا ہے تن سے

تیغِ غم سے ہو نہ کیوں سینہ سپر مردِ وفا
کثرتِ زخم بدن پر نہیں کم جوشن سے

ھوئے گا کاغذِ سوزن زدہ سینہ سارا
دل کی جو پھانس تھی نکلی نہ سرِ سوزن سے

میں گراں بارِ محبت مرا خوں بھی ہے گراں
جی دھڑکتا ہے تری نازکیِ گردن سے

گر جھکی تیغ تری سر ابھی حاضر ہے کہ ہم
اس پہ مرتے ہیں کہ تعظیم تو لی دشمن سے

تیرہ بختوں کا ہے وہ کلبۂ تاریک بلا
ڈر کے خورشید بھی جھانکا نہ جہاں روزن سے

چھوڑ کر گھر ترے ھاتھوں سے نکل جائیں کہاں
تنگ ہمسایوں کو اے ذوق نہ کر شیون سے

۲۰۷

(۱۵۲)

کوئی کمر کو تری کچھ جو ھو کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقتِ پُر درد کو کبھی اس سے
بہ آہ و نالہ نہ کہوے بہ چشمِ تر تو کہے

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی (کہ) آتشِ عشق
مجھے نہ شعلہ گر اپنا کہے شرر تو کہے

بقدرِ مایہ نہیں گر ھر اک کا رتبہ و نام
تو ھاں حباب کو دیکھیں کوئی گہر تو کہے

کہے جو کچھ مجھے ناصح نہیں وہ دیوانہ
کہ جانتا ہے، کہے کا ھو کچھ اثر تو کہے

جل آٹھے شمع کے مانند قصہ خواں کی زباں
ھمارا قصۂ پُر سوز لحظہ بھر تو کہے

صدا ہے خوں میں بھی منصور کے اناالحق کی
کہے اگر کوئی توحید اس قدر تو کہے

مجال ہے کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہے گا اور تو کیا پہلے الحذر تو کہے

بنے بلا سے مرا مرغِ نامہ بر بھونرا
کہ اس کو دیکھ کے وہ منہ سے خوش خبر تو کہے

ہر ایک شعر میں مضمونِ گریہ ہے میرے
مری طرح سے کوئی ذوق شعرِ تر تو کہے

۲۰۸

(۱۵۲)

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دوں گا خدا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدے کا آیا تو کہا
اس سے کہہ دو یوں ہی محشر تک گنا وہ دن کرے

کون سی شب آئے گا وہ مہ منجم سے کہو
میرے سعد و نحس کچھ معلوم تا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہیں لکھی جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فرامش کیا قضا وہ دن کرے

تو کرے قرباں ہمیں جس دن ہمارے واسطے
عیدِ قرباں سے شرف پیدا سدا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ میں
یعنی میری فاتحہ کا کون سا وہ دن کرے

(تیغِ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بے نصیب)
عید کے دن کو نہ کیوں عاشور کا وہ دن کرے

دن قیامت کا بڑا ہے (میرا طومارِ عمل)
قاتل اتنا ہے کہ امکاں کیا وفا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کروں گا جمعے کو حب کا عمل
کوئی اس کو جا کے بتلا دے ہوا وہ دن کرے

۲۰۹

(ھو اللہ اکبر)

ہم ہیں اور شغلِ عشق بازی ہے
کیا حقیقی ہے کیا مجازی ہے

دخترِ رز نکل کے مینا سے
کرتی کیا کیا زباں درازی ہے

خط کو کیا دیکھتے ہو آئنے میں
حسن کی یہ ادا طرازی ہے

ہندوے چشم طاقِ ابرو میں
کیا بنا آن کر نمازی ہے

نذر دیں نفس کُش کو دنیادار
واہ کیا تیری بے نیازی ہے

بتِ طنّاز ہم سے ہو، ناساز
کارسازوں کی کارسازی ہے

سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق
مالِ موذی نصیبِ غازی ہے

۲۱۰

(۱۵۲)

چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
جی ھی جی میں تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

ابر کیا آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
برق کیا ھے تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

ذکرِ شمعِ حسن لانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
ان کو درپردہ جلانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

جھوٹ موٹ افیون کھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
ان کو کف لا کر ڈرانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

سن کے آمد اُن کی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

ہم نے اول ہی کہا تھا تو کرے گا ہم کو قتل
تیوروں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

لطف اُٹھانا ھے اگر منظور اس کے ناز کا
پہلے اس کے ناز اُٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اس کو غیر
کیا سکھائے گا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

دیکھ کر قاتل کو بھر لائے خراشِ دل میں خوں
سچ تو یہ ھے مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

تیر و پیکاں دل میں جتنے تھے دیے ہم نے نکال
اپنے ھاتھوں گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

کہہ دو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وھاں
گر نہیں آتا بہانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

خط میں لکھوا کر انھیں بھیجا تو مطلع درد کا
دردِ دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

واں ہلے ابرو یہاں پھیری گلے پر ہم نے تیغ
بات کا ایما سے پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زخم کو سیتے ہیں سب پر سوزنِ الماس سے
چاک سینے کے سلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

پوچھے ملا سے جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا
سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

۲۱۱

(یا علی مدد)

ہمارا ہوش دیکھ اس آنکھ کا یوں ڈورا اڑ جائے
کہ جیسے مرغِ دست آموز کھل کر ڈورا اڑ جائے

طلب پر بوسے کی مانگے ہے جاں وہ رنگِ پاں لب پر
الٰہی مدعا نکلے یہ رشوت خورا اڑ جائے

نشہ ہے چھارہا آگے ہی سے آنکھوں میں ساقی کی
پیے گر اور اک جامِ شرابِ غورا (کذا) اڑ جائے

تنِ لاغر ہوا سے کہا کے بل جوں موج ، کہتا ہے
مجھے تو دے ہے جھکجھورا ترا جھکجھورا اڑ جائے

آڑیں اس طرح سوزِ غم سے (میرے) استخواں مٹ کر
کہ جیسے آگ دکھلانے سے قلمی شورا آڑ جائے

نہ کیوں کر فق ہو روحِ صبحِ عشرت جب کہ رنگ اس کا
تمہارا دیکھ کر منہ صاف کورا آڑ جائے

رقیبِ دیوھیکل (اے ظفر) گو ھے قوی بازو
....

۲۱۲

(۱۵۲)

کیا غمزہ ترا بر سرِ بیداد غضب ھے
جلادِ فلک سے بھی یہ جلاد غضب ھے

جو ھے ستم و کینہ و بیداد غضب ھے
سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ھے

ناز آفت و چشمِ ستم ایجاد غضب ھے
شاگرد بھی ھے قہر جو آستاد غضب ھے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ھے
فریاد نہ کر دیکھ کہ صیاد غضب ھے

اے غنچہ پریشاں نہ ہو ھنس کر روش گل
ھونا چمنِ دھر میں دلشاد غضب ھے

بھولا نہ مجھے قتل گہِ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ھے

نکلے ھے سدا کوہ سے ھم آتش و ھم آب
کیا سوز و گدازِ دلِ فرھاد غضب ھے

خاکسترِ پروانہ پہ روتی ھے بجا شمع
ھو خاکِ جگر سوختہ برباد غضب ھے

ہم چاہتے ہی ان کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی اُفتاد غضب ہے

اس بت کا سمجھ حسنِ خداداد نہ اس کو
یہ تجھ پہ خدا کا دلِ ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند ایک ہی آواز میں آخر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا کمرِ شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گراں باریِ اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشمِ غضب ناک کے ہوتے
ہم چاہیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے دیدہ و دل کی
پھر آج وہ مستِ مے بیداد غضب ہے

مرتے نہیں حوروں پہ تری طرح سے واعظ
ہم جس پہ ہیں عاشق وہ پری زاد غضب ہے

اخوانِ شیاطیں تو ہیں مستِ مئے پندار
پر حضرتِ آدم کی بھی اولاد غضب ہے

انجم سے رخِ چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
عاشق کی ترے گرمیِ فریاد غضب ہے

ہے سرو تو پابند غم بے ثمری میں
کہتے ہیں گرفتار کو آزاد ، غضب ہے

غصہ ہے ترا قہر ، ترا قہر قیامت
رنجش تری بیداد ہے ، بیداد غضب ہے

وہ کون سا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہے
اور اس پہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے

ہے غم سے ہنوز آئنہ بادیدۂ پر آب
اسکندرِ رومی کی بھی روداد غضب ہے

قامت ہے وہ کیا سرو کے سر پر ہے قیامت
طرہ بھی سرِ طرۂ شمشاد غضب ہے

دیں ہوش بھلا مردمِ ہشیار کا پل میں
آنکھوں کو تمھاری وہ فسوں یاد غضب ہے

سو فتنے ہیں پنہاں نظرِ لطف میں اس کی
یہ لطف نہیں اے دلِ ناشاد غضب ہے

یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگیں
اے ذوق مگر سستیِ بنیاد غضب ہے

۲۱۳

(۱۵۲)

آنکھ اس پُر جفا سے لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکے نہ کیوں کہ محفل میں
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھ احمق خدا سے لڑتی ہے

شورِ قلقل یہ کیوں ہے دخترِ رز
کیا کسی پارسا سے لڑتی ہے

نہیں مژگاں کی دو صفیں گویا
اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

نگہِ ناز اس کی عاشق سے
چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

تیرے بیمار کے سرِ بالین
موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

زالِ دنیا نے صلح کی کس دن
یہ لڑاکا سدا سے لڑتی ہے

واہ کیا کیا طبیعت اپنی بھی
عشق میں ابتدا سے لڑتی ہے

دیکھ اُس چشمِ مست کی شوخی
جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

تیری شمشیر خوں کے چھینٹوں سے
چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

سچ ہے الحرب خدعۃٌ اے ذوق
نگہ اس کی دغا سے لڑتی ہے

۲۱۴

(۱۵۲)

زخمی ہوں ترے ناوکِ دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہیں چور مرے زخمِ جگر سے

ہم خوب ہیں واقف ترے اندازِ کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کوئی دل کے گہر سے

پھر آئے اگر جیتے وہ کعبے کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

سرمایۂ اُمید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ ہے سینے میں سو نامید اثر سے

وہ خُلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں
ہیں شاخِ ثمردار میں گل پہلے ثمر سے

حاضر هیں مرے جذبۂ وحشت کے جلو میں
باندھے ہوئے کہسار بھی دامن کو کمر سے

لبریز مئے صاف سے ہوں جامِ بلوریں
زمزم سے ہے مطلب نہ صفا سے نہ حجر سے

اشکوں میں بہے جاتے ہیں ہم سوے درِ یار
مقصودِ رہِ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

فریادِ ستم کش ہے وہ شمشیرِ کشیدہ
جس کا نہ رکے وار فلک کی بھی سپر سے

کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ
کیا جانے کہ آ جائے ہے تو اس میں کدھر سے

اُف گرمیِ وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی میں
پتھر ہیں پہاڑوں کے اُڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمتِ باری سے نہیں دور کہ ساقی
روئیں جو ذرا مست تو مے ابر سے برسے

میں کشتہ ہوں کس چشمِ سیہ مست کا یا رب
ٹپکے ہے جو مستی مری تربت کے شجر سے

نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا
کیوں ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

۲۱۵

دکھائی زخم نئے تیغ زن نہیں دیتے
نہ دیں گواہی جو داغِ کہن نہیں دیتے

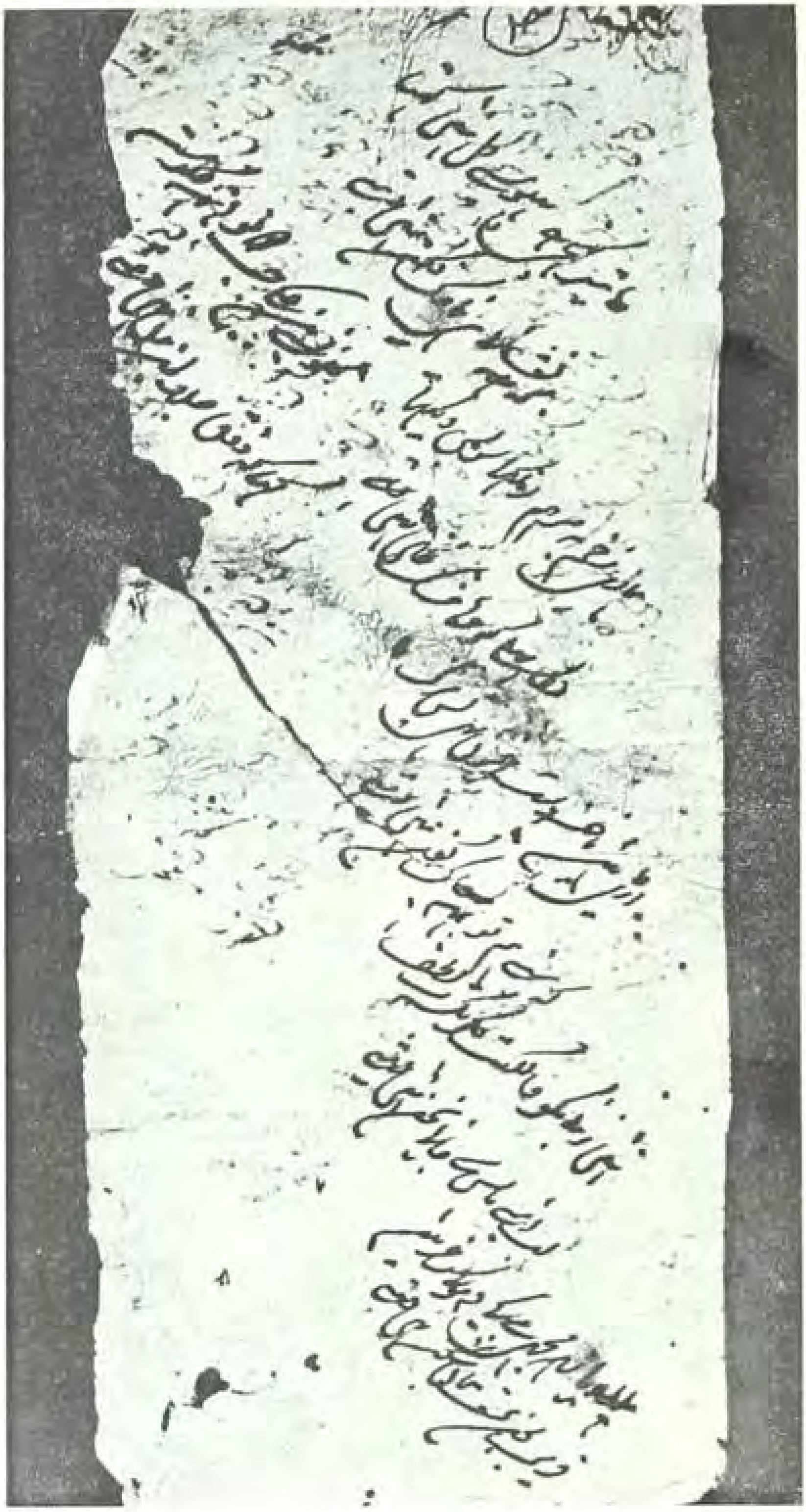

غزل نمبر ۲۱۵ کے مسودہ کا ایک عکس

. . . ہمیں درد و محن نہیں دیتے
ہم اپنے ٹانکے سرِ زخمِ تن نہیں دیتے

کہیں سخن تو وہ کہنے سخن نہیں دیتے
سیوں دہن تو وہ سینے دہن نہیں دیتے

ہوئے (ہیں) مانعِ گریہ مرے عبث ہمدم
بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن نہیں دیتے

پڑے ہیں بل تنِ لاغر میں اس قدر اپنے
کہ اتنے زلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

شہیدِ ناز کے چہلم سے کام کیا تم کو
کہ سرمہ آنکھوں میں تم جانِ من نہیں دیتے

پھرے ہے ڈھونڈتی مجھ کو اجل تم اے یارو
بتا آسے مرا بیت الحزن نہیں دیتے

جو کچھ رہا وہی پس ماندگاں کا ہے پسِ مرگ
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

جو بسمل آب (دمِ) تیغ مانگے تو وہ کہے
کہ پانی زخم کو اے خستہ تن نہیں دیتے

کرے ہے شیخ بیاں وصفِ حور و حلۂ نور
ذرا دکھا اسے اپنی پھبن نہیں دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے دل نہیں کہتا
کہ یہ نشانی بھی ناوک فگن نہیں دیتے

ہمارے زخم پہ مرہم رکھا تو بس دیکھا
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہیں دیتے

اڑے ہیں ناخنِ دستِ جنوں بھی پسِ مرگ
کہ سینے ہم تو یہ چاکِ کہن نہیں دیتے

نہیں زباں کو لکنت مگر بہ کثرتِ لطف
لب اپنے پاس سے جانے سخن نہیں دیتے

پلایا زہر مجھے سے کے دھوکے ساغر میں
فریب یوں بتِ پیماں شکن نہیں دیتے

گلوں سے بن چکے جو دونوں ہاتھ گل دستہ
کہا کہ ذوق جلا یوں بدن نہیں دیتے

۲۱۶

(یا علی مدد)

سنگ دل بن ترے ہم شاد تو کیا پتھر تھے
سینہ تھا، دست تھا سر اپنا تھا یا پتھر تھے

وہ بھی دن یاد ہیں جب کوچۂ دل‌دار میں آہ
بسترِ خاک تھا اور تکیہ دلا پتھر تھے

سی دیا تارِ رگِ سنگ سے پھر زخمِ جگر
مجھ کو یہ سنگِ جراحت سے سوا پتھر تھے

پوچھا اس بت نے جو نکلی نہ زباں سے اک بات
حضرتِ دل وہاں کیا بارِ خدا پتھر تھے

نہ ڈرے سرزنشِ خار سے صحرا میں ذرا
سخت یہ آبلہ ہائے کفِ پا پتھر تھے

. . . .
یاں برستے مرے مرقد پہ سدا پتھر تھے

لکھ غزل بحر بدل قافیہ گر ذوق شتاب
سنگلاخ اس کے تو اب قافیے کیا پتھر تھے

(ناتمام)

۲۱۷

جو دنی هیں وہ تونگر تھے تو کیا پتھر تھے
اب تو کنکر هیں جو گوھر تھے تو کیا پتھر تھے

مر کے بھی چھاتی پہ پتھر رھا کیا خاک ھو خوش
کھاتے گلیوں میں جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے

بت کدے ھی میں نہیں شیخ بتانِ دل‌سنگ
اور ترے کعبے کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے

کتنا رویا میں ولے کچھ نہ پسیجے خوباں
دل نہ ان کے دلِ مضطر تھے تو کیا پتھر تھے

ساقیا دی ھے یونہی سنگِ حوادث نے شکست
گو بلوریں ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل هیں گے وہ اے ذوق سدا حق میں مرے
غیر کے حق میں جو گوھر تھے تو کیا پتھر تھے

۲۱۸

یہی گر تری چشمِ سحر آفریں ھے
تو نے دل نہ جاں ھے نہ ایماں نہ دیں ھے

چنی تو نے افشاں جو اے مہ‌جبیں ھے
ستاروں میں کیا کیا چناں و چنیں ھے

نہ پوچھو کہ دل شاد ھے یا حزیں ھے
نہیں یہ بھی معلوم ھے یا نہیں ھے

پڑا تفرقہ یہ جدائی سے تیری
کہ میں ھوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ھے

نہ چھوڑے گی جیتا مجھے چشمِ قاتل
یقیں ھے مجھے بلکہ عین‌الیقیں ھے

ہر اک چاند دیکھے ہے انتیسویں کا
جہاں ناتواں بین و باریک بیں ہے

تغافل سے فرصت نہیں واں نظر کو
یہاں منتظر لب پہ جانِ حزیں ہے

شبِ غم میں دم ساز و دل سوز اپنا
دمِ سرد ہے نالۂ آتشیں ہے

ہنسی کچھ جو ہے رنجش آمیز ان کی
تو موجِ تبسم بھی چیں بر جبیں ہے

وہی پاس ہے اور مری بدگمانی
لیے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہِ کنعاں کو کہتا حسیں ہے

کیے ضبط اشک آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرچ بالا نشیں ہے

نہ ہووے اگر تجھ کو دم کا بھروسہ
تو جو دم ہے غافل دمِ واپسیں ہے

نہیں وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانے کو تو کچھ تبدّل نہیں ہے

وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہیں
وہی آسماں اور وہ ہی زمیں ہے

نگیں دل اسی خاکِ راہِ نجف کا
وہ درِ نجف ہے کہ درِ ثمیں ہے

نہ اک آہ کی رنج سو سو اٹھائے
تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

۲۱۹

(یا علی مدد)

بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
وہیں معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی

سنگ پر سنگ ہر اک کوچے میں کھائے تو سہی
پر بلا سے ترے دیوانے کہائے تو سہی

گو جنازے پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری
شکوہ کیا کیجے غنیمت ہے وہ آئے تو سہی

کیوں کہ دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کہتا ہے
پاؤں کاٹوں گا انگوٹھا وہ جمائے تو سہی

پارۂ مصحفِ دل تھے ترے کوچے میں پڑے
آتے پاؤں کے تلے شکر کہ پائے تو سہی

صاف بے پردہ نہیں ہوتا وہ غرفہ میں نہ ہو
روزنِ در سے کبھی آنکھ لڑائے تو سہی

گہ بڑھاتا ہے گہے مہ کو گھٹاتا ہے فلک
پر شبِ ہجر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی

کروں اک نالے سے میں حشر میں برپا سو حشر
شورِ محشر مجھے سوتے سے جگائے تو سہی

شانہ ساں . . . . سے ہے مرا دل صد چاک
پر جفا زلف کے ہم پیچ میں آئے تو سہی

گر پڑے تھے کئی اس کوچے میں دل کے ٹکڑے
آتے پاؤں کے تلے ، شکر کہ پائے تو سہی

تھے تمھیں نکلے جو اس دامِ بلا سے اے ذوق
ورنہ تھے پیچ میں اس زلف کے آئے تو سہی

۲۲۰

ہنگامِ بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکّر تو تھے پسینے سے شکّر تری ہوئے

ثبت اس بیاضِ چشم میں ہیں خطِ سرمہ سے
جو انتخاب نسخۂ افسوں گری ہوئے

دکھلائے لے کے چشم سے ہم نے جو دُرِ اشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

اک خالِ زیرِ زلف سے ظاہر مرے لیے
اے جان سو طریقۂ بداختری ہوئے

جل جائے خاکِ وحشیِ چشمِ بتاں پہ گھاس
لیکن ہرن کبھی نہ رہے بے ہری ہوئے

کچھ رکھتے آدمیت اگر ہوتے آدمی
یہ خوب رُو تو حور ہوئے یا پری ہوئے

ہم جیتے جی جہان سے معدوم ہو گئے
اتنے نظر سے کم سببِ لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے گر نہ جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنے باعثِ پردہ دری ہوئے

مطلب ہے کفر سے نہ ہے اسلام سے غرض
دل دے کے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنے سعادت سے ہم قریں
ہرچند سو قِران مہ و مشتری ہوئے

اے ذوق آج سامنے اس چشمِ مست کے
باطل سب اپنے دعوے دانش وری ہوئے

۲۲۱

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دارالشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیرِ قضا اس کو پرِ تیرِ قضا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے
بہا خوں کوئے قاتل میں اسی کو خوں بہا سمجھے

وہی کچھ تلخ کام اس زندگانی کا مزا سمجھے
کہ جو زہرابِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردش میں سو اندازِ ناز فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے

تجھے اے سنگ دل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ ہم سے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے
مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبح گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسیٰ
ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ جاں گزا سمجھے

روان ہوتا ہے اس بستاں سرا سے کاروانِ گل
چٹکنے کو صبا غنچے کے آوازِ درا سمجھے

نہ دی رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے
اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھے مجھ سے میرے دل کے زخموں کا
حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دو
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا
فلک کو بھی یونہی اک آبلہ سا زیرِ پا سمجھے

ہنسے ہے زخمِ دل تدبیر پر جراح کی کہہ دو
انھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے

محبت سے ذرا گر موم ہو اس دل شکن کا دل
دلِ بشکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے بن کر نامہ بر لکھا نصیبوں کا
کریں گے لے کے خط کیا مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اس رندِ سے آشام پر ساقی
نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمرِ رفتہ کا
اگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بے خبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زلفوں کے
گلیمِ تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِ ہما سمجھے

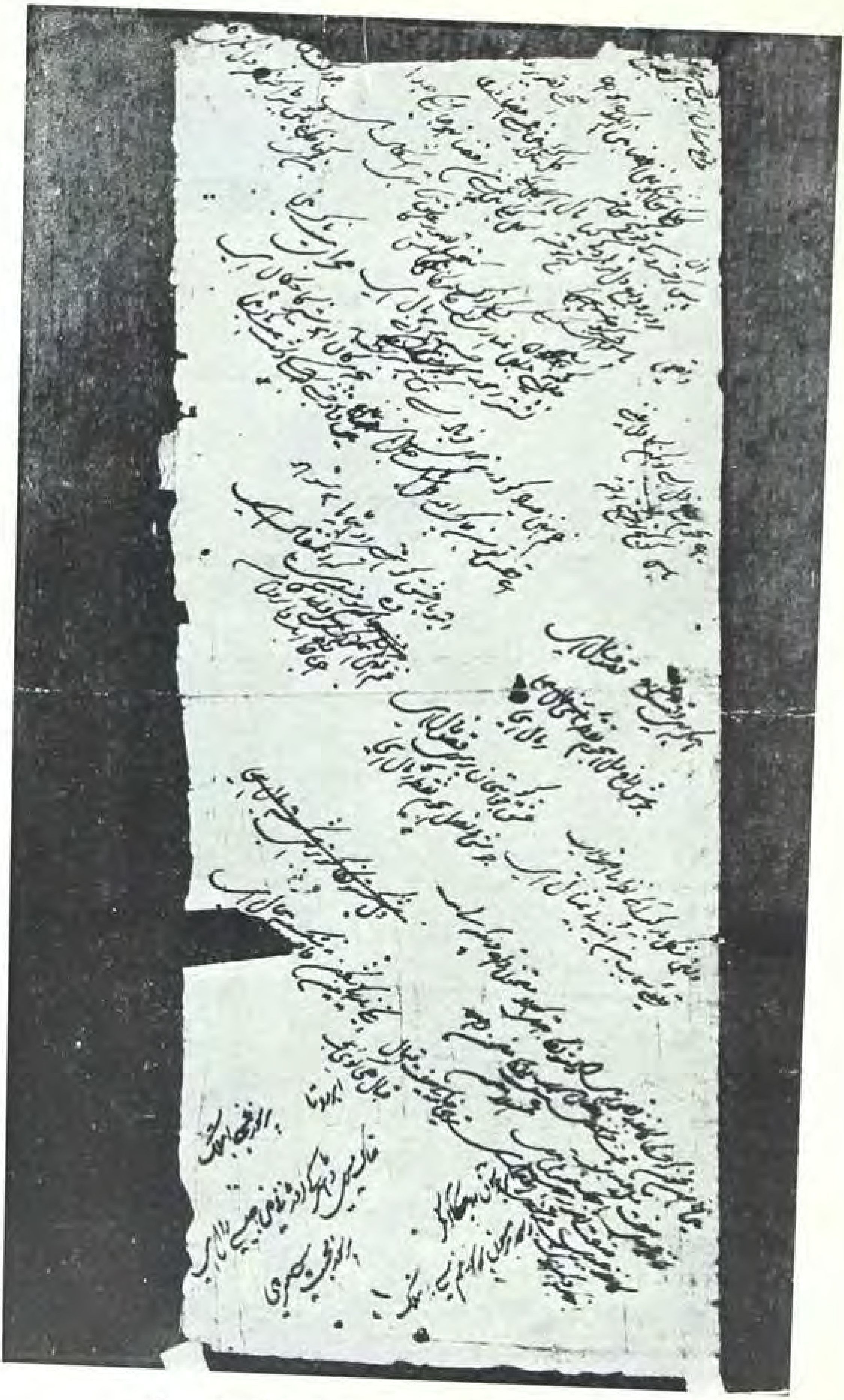

غزل نمبر ۲۲۲ کے مسودے کا ایک اور عکس

غزل نمبر ۲۲۲ کے مسودے کا عکس

کشودِ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے تیز ناخن ، ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

بلا اُس زلف کے مصرع میں ہے مضمونِ پیچیدہ
اُسی پر یہ کھلے جو معنیِ ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے
کہیں ایسا نہ ہووے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے

جب آتش دل کی مثلِ شمع کھانے ہی لگی دل کو
سرِ ہر استخواں ہم شعلۂ دل کو ہما سمجھے

ہلائے لب نہ بہرِ آفریں ہم نے تہِ خنجر
کہ قاتل بدگماں ہے جانے اپنے جی میں کیا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اس کی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

۲۲۲

زخمِ دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے
مشک گر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے

دل مرا اُس کے خرامِ ناز سے پامال ہے
شورِ محشر جس کا شورِ نالۂ خلخال ہے

قبر میں جو تیرا عاشق مضطرب احوال ہے
لوحِ بالیں پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے

ہم نے جانا تھا کفِ پا میں تمھارے خال ہے
پھر جو دیکھا تو سویدائے دلِ پامال ہے

عشق کی جو انتہا پر میرے قصدِ فال ہے
جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمّال ہے

میری جانِ ناتواں کا ضعف سے یہ حال ہے
لب تلک بھی اس کو آنا اب رہِ صد سال ہے

دامنِ مژگاں سے جوشِ اشک کا یہ حال ہے
چادرِ آبِ رواں منہ پر مرے رومال ہے

ابر برسوں رو چکا پر سوزِ غم سے اب تلک
خاک میرے ڈھیر کی اڑنے میں جیسے رال ہے

میرے دودِ آہ سے یاں تک زمانہ ہے سیاہ
آفتابِ آسماں زنگی کے منہ کا خال ہے

میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذِ تصویر بھی
مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیِ اطفال ہے

جب سے دل میں ہے کسی کے نوکِ مژگاں کی خلش
نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

دل پہ ہوں گر داغِ سوزاں عشق میں اے کوہ کن
پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

غیر کے ہاتھوں جو بھجوایا تھا بیڑا آپ نے
جو رگِ پاں ہے وہ مجھ کو شیر کا سا بال ہے

جس زمیں پر کشتۂ گیسو کا میرے ہے مزار
نخل واں یا بیدمجنوں ہے کوئی یا جال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہیے ہے رنگِ پاں
خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اس کا لال ہے

دل میں شکلِ یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بس کہ ہے نوروز اپنا آفتابِ بادہ سے
دورِ ساغر ہم کو ساقی گردشِ یک سال ہے

کھل گیا مضموں شکستِ دل کا بن خط کے پڑھے
نامہ‌بر کا اس قدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیرانِ محبت کے بلا سینے میں آگ
شعلۂ جوّالہ ساں طوقِ گلو تک لال ہے

ہوتے ہیں اعضاے بوسیدہ تصوّر سے جدا
کھینچنی تصویرِ مجنوں کی ترے اشکال ہے

فندقوں سے کسکی دل خوں ہے کہ میری خاک پر
نوک سبزہ کی ہی جوں منقارِ طوطی لال ہے

میں ہوں وہ وحشی کہ جس کے دشتِ ہیبتناک میں
پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

غم نہیں صیّاد کو ورنہ مری فریاد سے
ہے قفس تو سینہ چاک اور دل مشبّک جال ہے

اب تو بارِ عشق کو ہم نے اٹھایا ہو سو ہو
غم نہیں ہم کو وہ سو من ہے کہ اک مثقال ہے

روزِ محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئیں
گر یہی اے ذوق طولِ نامۂ اعمال ہے

۲۲۳

کب حق پرست زاہدِ جنت پرست ہے
حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو
تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

جز زلف سوجھتا نہیں اے مرغِ دل تجھے
خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کی رکھ نہ مارِ سرِ گنج سے امید
موذی وہ دے گا کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشاں نام کے لیے
گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

۲۲۴

موے سرِ مارانِ سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے اک مارِ سفید اس لشکر کا سرِ لشکر ہے

آبلہ ہائے سینہ جو خیمے سے دکھائی دیتے ہیں
مزرعِ دل پر میرے پڑا اک غم کا آ کر لشکر ہے

ہووے دلِ مظلوم ہمارا کیوں نہ شہیدِ دشتِ بلا
درپے اس کے شامیوں کا وہ زلفِ معنبر لشکر ہے

دیویں موذیِ زحمت کش کو کیونکہ نہ ایذا جمع ضعیف
دشمنِ مارِ زخم رسیدہ مور کا سارا لشکر ہے

کعبہ توبہ خدا ہی رکھے آج کہ جوشِ ابر نہیں
ایک اصحاب الفیل کا سایہ دوشِ ہوا پر لشکر ہے

میں وہ شاہِ کشورِ غم ہوں یارو جس کے ساتھ سدا
جوشِ اشک کی دولت سے جوں موجِ سمندر لشکر ہے

گاہ ہجومِ یاس میں ہے دل گاہ ہجومِ حسرت میں
ہے یہ مردِ سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے

خالِ چشمِ جاناں کا مژگاں سے تجمل دیکھو تو
آترا پشتِ ماهی پہ کیا لے کے سکندر لشکر ھے

هووے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھ ابھی
هوتا گرد اسلامیوں کا جوں سبحۂ گوهر لشکر ھے

۲۲۵

میری خاکستر آڑی اس سے یہ گردوں سب بنے
اس میں کچھ اخگر رهے باقی سو یہ کوکب بنے

دل کو رکھ دوں تیغِ ابرو پر گر اپنا ڈھب بنے
تا یہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے

خال اے خورشید رو رخ پر تمھارے جب بنے
تیرہ بختانِ محبت سوختہ کوکب بنے

عشق تعلیمِ نیاز و ناز یک جا کیوں کہ هو
گر نہ مجنوں آن کر لیلیٰ کا هم مکتب بنے

جو کہ عقدہ وا نہ هو جوں غنچۂ تصویرِ آہ
وائے حسرت وہ همارا عقدۂ مطلب بنے

ھے سیہ کاری سے نامہ یاں تلک اپنا سیاہ
روزِ محشر پر پڑے گر سایہ اس کا شب بنے

سرمۂ چشمِ کواکب کیوں بنے ھے دود آہ
ایسا کاجل بن کہ جس سے اس کا خالِ لب بنے

صحبتِ عیسیٰ بنائے خر کو انساں کس طرح
تربیت سے واقعی نا اهل دانا کب بنے

موذیوں کو حق نہ دے آنکھیں کہ لاویں یہ بلا
عینِ حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے

عشق ہے اے ذوق وہ کافر کہ جس کے ہاتھ سے
شیخِ صنعا سا مسلماں رندِ بد مشرب بنے

۲۲۶

سب کو دنیا کی ہوس خوار لیے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لیے پھرتی ہے

گھر سے باہر نہ نکلتا کبھی اپنے خورشید
ہوسِ گرمیِ بازار لیے پھرتی ہے

وہ مرے اخترِ طالع کی ہے واژوں گردش
کہ فلک کو بھی نگوں سار لیے پھرتی ہے

کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارہ قاتل
کہ قضا ہاتھ میں تلوار لیے پھرتی ہے

جا کے اک بار نہ پھرنا تھا جہاں واں مجھ کو
بے قراری ہے کہ سو بار لیے پھرتی ہے

۲۲۷

اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے ان کا آنا قیامت کا دیکھیے
کب آئیں لیکن آنے کی ان کے خبر تو ہے

ہے سر شہیدِ عشق کا زیبِ سنانِ یار
صد شکر بارے نخلِ وفا بارور تو ہے

مانندِ شمع گریہ ہے کیا شغلِ طرفہ تر
ہو جاتی رات اس میں بلا سے بسر تو ہے

ہے درد دل میں گر نہیں ہمدرد میرے پاس
دل سوز کوئی گر نہیں سوزِ جگر تو ہے

اے دل ہجومِ رنج و الم سے نہ تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

تربت پہ دل جلوں کی نہیں گر چراغ و گل
سینے میں سوزشِ دل و داغِ جگر تو ہے

غائب میں جو کہا سو کہا پھر بھی ہے یہ شکر
خاموش ہو گیا وہ مجھے دیکھ کر تو ہے

کشتیِ بحرِ غم ہے مرے حق میں تیغِ یار
کر دیتی ایک دم میں ادھر سے آدھر تو ہے

وہ دل کہ جس میں سوزِ محبت نہ ہووے ذوق
بہتر ہے سنگ آس سے کہ اس میں شرر تو ہے

۲۲۸

مہ میں کہاں جو تاب رخِ سیم‌تن میں ہے
پردہ سا عنکبوت کا چرخِ کہن میں ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چینِ جبیں کی تاب
زیرِ شکنجہ زلفِ شکن در شکن میں ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھیے کس کس کے نام کا
اس درد سے عقیق کا دل خوں یمن میں ہے

رنگیں سوا ہے اب کے گلِ نوبہار سے
پہلا جو برگِ زرد کوئی اس چمن میں ہے

یاد آئے ہے جو آبِ دمِ تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن میں ہے

اک پل نظر کو چشم کے گھر میں نہیں قرار
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن میں ہے

دکھلا دے پشتِ لب پہ تو اپنے دُرِ بلاق
دیکھیں سہیل کیوں کہ چمکتا یمن میں ہے

سوراخ ہے دہن نہیں کژدم ہے وہ زباں
یاں کام جس کا نیش زنی ہر سخن میں ہے

۲۲۹

کہتے ہیں لوگ سب کہ نہیں پاؤں جھوٹ کے
جھوٹے تو بیٹھتے بھی نہیں پاؤں ٹوٹ کے

چلتا ہوں ذوق قید سے ہستی کی چھوٹ کے
یہ قید مار ڈالے گی دم گھونٹ گھونٹ کے

ڈھالا جو تجھ کو حسن کے سانچے میں اے صنم
آنکھوں کی جائے بھر دیے موتی سے کوٹ کے

بے درد سینہ کوٹنا خالی نہیں مرا
دل میں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیوں کر حباب ہو سکے دریائے بے کراں
دریا سے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اس شمع رو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوق
روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

۲۳۰

زباں پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

شرارے یہ نکلتے ہیں سرا سر سنگِ طفلاں سے
کہ چمکے ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگِ باراں سے

اُڑائے خوب گل چھرّے نکل مجنوں نے زنداں سے
برستے پھول ہیں سر پر شرارِ سنگِ طفلاں سے

فلک کیا حیلہ سازی میں ہو ہم سر چشمِ فتّاں سے
گرا تھا یہ بھی اشکِ سرمہ آلود اس کی مژگاں سے

یہاں تک ناتواں ہیں ہم گذر جائیں اگر جاں سے
اُٹھائے مور لاشے کو ہمارے دستِ مژگاں سے

چمکتی ہے سرِ مجنوں بجلی سنگِ باراں سے
لگے گی ابرِ رحمت کی جھڑی اب چشمِ گریاں سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

۲۳۱

تیر اس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے
ناسورِ عشق زخم کے پھر گھر میں گھر کرے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
انساں وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

پُتلی سیاہ دیکھیو اس چشمِ مست کی
بھنورا عجب ہے یوں دلِ عنبر میں گھر کرے

دل کو قرار سینۂ پر سوز میں کہاں
دانہ کہاں سپند کا مجمر میں گھر کرے

یوں میرے دل میں چبھتی ہے دنداں کی اس کے تاب
ہیرے کی جوں کنی کوئی گوہر میں گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب
اس رخ پہ دل جو زلفِ معنبر میں گھر کرے

دکھلائے جوشِ گریہ اگر میری چشمِ تر
مردم کے غرق سیکڑوں پل بھر میں گھر کرے

گنبد میں گردباد کے مجنوں نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون کہ چکر میں گھر کرے

آنکھ اپنی اس کے لب پہ عجب گھر پکڑ گئی
جوں عنکبوت برگِ گلِ تر میں گھر کرے

قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہیں
جوں مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے

۲۳۲

نبض نملی ہے کہاں میری فلاطوں چلتی
ہے یہ ضعف اب تو کہ چیونٹی بھی نہیں یوں چلتی

پہنچے کیوں کر جرسِ ناقۂ لیلیٰ کی صدا
آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنوں چلتی

کھول دے آنکھیں دمِ ذبح نہ دیکھوں گا تجھے
پر چھری اپنی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی

جب میں دنیا سے چلا، سر پہ یہ بولی حسرت
تو اکیلا نہیں ہم رہ ترے میں ہوں چلتی

دور کر بالوں کو سر پر سے کہے ہے لیلیٰ (کذا)
پر نہیں کان پہ مجنوں کے ذرا جوں چلتی

میں تو ان آنکھوں کی گردش کا بلا گرداں ہوں
کہ نہیں تیری بھی واں گردشِ گردوں چلتی

عمر طے کرتی ہے ہر دم سفرِ بحرِ فنا
جس کو تو سانس کہے ہے دلِ محزوں چلتی

چلتا گو دیکھے ہے ساحل کو سوارِ کشتی
پر حقیقت میں ہے کشتی سرِ جیحوں چلتی

ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغِ جہاں میں ہے دگرگوں چلتی

۲۳۳

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگِ ولادت کو مولود سمجھے

ہوا نالہ جب دود آلود سمجھے
کہ تھے عشق حلوائے بے دود سمجھے

تری مانگ وہ تیغ ہے جس کا زخمی
ہر اک زخمِ دل کو نمک سود سمجھے

خدا بھی اگر سامنے اس کے آئے
تو ہرگز وہ کافر نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دل میں سمجھا وہ کافر
نہ فرعون و شدّاد و نمرود سمجھے

دلِ آہنیں جب ہوا موم اس کا
ہم الفت کو اعجازِ داؤد سمجھے

کیا جب کہ تجھ سے محبت کا سودا
ہوا گر زیاں بھی تو ہم سود سمجھے

۲۳۴

خیال دل میں برے نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہیں نہ آؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

جواب دیں گے نہ ہم آلٹ کے تم اپنی مختار ہو کے ہٹ کے
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

خلل مکاں کو ہے گر پہنچتا تو ہوتا نقصان ہے مکیں کو
نہ قصرِ دل کو ہمارے ڈھاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

کسی کو کیا ہم نے دل دیا ہے غلط ہے تہمت ہے افترا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

گھٹا ہے آئی، ہے شب زیادہ کدھر کا کیجے گا اب ارادہ
نہ گھر کے جانے کی تم سناؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

تمھارے پردے . . . . کہ جو ہے ظاہر وہی ہے باطن
ہزار دل سے ہمیں بھلاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

مکاں دیدہ پسند خاطر اگر نہیں ہے کہ ہوں گے ظاہر
تو شب کو تشریف آپ لاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

ہمیشہ ہے بس کہ پاس رہتا وہی زباں سے ہے **ذوق** کہتا
جدا نہ تم ہم سے گھر بناؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

۲۳۵

اس نے مارا رخِ روشن کی دکھا تاب مجھے
چاہیے جائے کفن چادرِ مہتاب مجھے

کچھ نہیں چاہیے تجہیز کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے

کل جہاں سے کہ آٹھا لائے تھے احباب مجھے
لے چلا آج وہیں پھر دلِ بے تاب مجھے

چمنِ دھر میں جوں سبزۂ شمشیر ہوں میں
آب کی جائے دیا کرتے ہیں زہراب مجھے

میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہمیشہ خط میں
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا ہے آداب مجھے

جو مرے واقفِ جوہر ہیں وہ رکھتے ہیں عزیز
تیرہ بختی میں بھی جوں تیغِ سیہ تاب مجھے

کنجِ تنہائی میں دیتا ہوں دلاسے کیا کیا
دلِ بےتاب کو میں اور دلِ بےتاب مجھے

میں نہ تڑپا جو دمِ ذبح تو یہ باعث تھا
کہ رہا مدِ نظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہو سوا
لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھوں میں نمک
کیونکہ آوے شبِ ہجراں میں کبھو خواب مجھے

۲۳۶

نعل جب شکلِ مہِ نو ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہِ روشن کو لگے

بوسے کے مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے
ایسے کیا لعل لبِ غیرتِ گلشن کو لگے

ڈالنے طوق کی جا دیدۂ سوزن کو لگے
یار کیوں توڑنے مجنوں تری گردن کو لگے

حسرت اس صیدِ زبوں میں جو تڑپ لائے ہے (کذا)
ذبح کرنے میں جو دیر اس بتِ پر فن کو لگے

آشیاں ہوجیو مرغانِ ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

۲۳۷

کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے
کچھ وہاں کے بھی لیے یا سب یہیں کے واسطے

دل رکھا ہے یار کے نام و نگیں کے واسطے
رہ گیا کاسہ فقط خاقانِ چیں کے واسطے

بیٹھ کر بامِ فلک پر دودِ دل سے دیکھنا
ہم بنائیں گے فلک اس مہ جبیں کے واسطے

آن کے نازِ بے تبسم سے یہ کہتی ہے بہار
موجِ گل حاضر ہے لو چینِ جبیں کے واسطے

بے دلوں کے سینے ہیں آئینہ ہائے بے غبار
دل نہیں رکھتے کہ جاں ہو بغض و کیں کے واسطے

غیر سے کیا کام ہم کو نام کس کو یاد ہے
دل برائے دوست ہے یا بغض و کیں کے واسطے

دے تری تیغِ دو دم کو نذر کیا تیرا شہید
ایک دم ہے سو ہے آہِ واپسیں کے واسطے

دل نے وہ آنسو بہائے دیدۂ حسرت سے آہ
بن گئے تخمِ امید اس سرزمیں کے واسطے

شب ہلالِ عید پر تارا نظر آیا ہمیں
چاند تھا وقتِ سحر اس مہ جبیں کے واسطے

ذوق عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

اشعار غزل

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائیں گے
آگے جائیں پیچھے جائیں جائیں گے پر جائیں گے

لے کے ہم زیرِ زمیں جب دیدۂ تر جائیں گے
خشک ہیں جتنے کنویں پانی سے سب بھر جائیں گے

ابر ، رحمت ہے تجھے اس دم لگا دے تو جھڑی
کہتے ہیں جانے کو وہ دیکھیں تو کیونکر جائینگے

ہم بتوں کے دل کو جذبِ دل سے کھینچے جائیں گے
پر بڑے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائیں گے

دیکھیں تو دل کی کشش کب تک نہیں کرتی اثر
ہم بھی نالے اس دلِ بسمل سے کھینچے جائیں گے

مقابل اس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا یہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے

ہے اپنے سینے میں وہ آہِ آتشیں اے ذوق
کہ برق دیکھے تو فی‌النار والسقر ہو جائے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجیے
وہ ہی مثل ہے پھول نہیں پنکھڑی سہی

فرہاد ضربِ تیشہ سے ہے سخت ضربِ غم
سچ پوچھیے تو چوٹ ہمیں نے کڑی سہی

تم دو گھڑی کو آؤ تو میں لب پہ جان کو
ٹھیرا رکھوں کہ اور بھی یاں دو گھڑی سہی

عزیزو ناقۂ لیلی کے دیکھو گے شتر غمزے
اگر مل جائے گی مجنوں کو فرصت سار بانی کی
کہاں ہم اور کہاں غم ہم کو غم سے کچھ غرض مطلب
مگر اے حضرتِ عشق آپ نے یہ مہربانی کی

پیشوائی کو بڑھے گر کششِ دل آگے
دوڑے مجنوں کی طرف ناقے سے محمل آگے
جاتے اس طرح سے اس کوچے میں ہیں دل اور ہم
دل سے ہم آگے کبھی ہم سے کبھی دل آگے
گرچہ ہوں وادیِ عنقا سے پرے سو سو قاف
لیک ہے گمشدگی کی ابھی منزل آگے
تجھ سا ناقص بھی غنیمت ہے اب اس وقت میں ذوق
کاملیت ہے کہاں ، ہو چکے کامل آگے

یاں لگ چکے سب دین و دل و جان ٹھکانے
اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
کیا جانے خبر لایا ہے کیا واں سے تو قاصد
صورت سے ہی تیرے نہیں اوسان ٹھکانے

جو دل نہ کشمکشِ طرۂ دوتا میں پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے
ہوائے طوبیٰ جنت نہیں ہے مستوں کو
رہیں گے تاک کی چھاؤں تلے ہوا میں پڑے

ہم کو کیا یاں راہ پر ہے یا کوئی گم راہ ہے
اپنی سب سے راہ ہے اور سب سے یاد اللہ ہے
کیا بشر مانندِ یوسف کیا ملک ہاروت وار
عشق کے ہاتھوں سے ہو جاتا اسیرِ چاہ ہے

تم بیٹھے بغل میں جو رقیبِ دغلی کی
کی گرم بغل ہم نے بھی گورِ بغلی کی
اے ذوق نہ کر نور میں آمیزشِ ظلمت
کیا کام تبرّا کا محبت میں علی کی

ایک کلکِ آہ بس ہے شرحِ غم کے واسطے
کون نیزے واسطے ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغِ ستم کے واسطے
پر لگا رکھا ہے وہ جھوٹی قسم کے واسطے

اشعار و ابیات

پھر بہار آئی کفِ ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہے

گر درد ہے کھونا دلِ مضطر سے کسو کے
پانی دو پلا وار کے سر پر سے کسو کے

جو تیرا ناخنِ پا تیرا بسمل دھو کے پی جائے
تو اس کے دست و پا پھر ماہِ کامل دھو کے پی جائے

رهے خاطر نہ بے شغلِ محبت کیوں کہ بند اپنی
کلیدِ قفلِ دل فریاد ہے مثلِ سپند اپنی

اٹھاتا عشق کی کیوں اے دلِ نادان جوکھوں ہے
ابھی توحال جوکھوں ہے پھر آگے جان جوکھوں ہے

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سودے میں مال و جاہ کے
طفلِ مکتب رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

پلا مے آشکارا ہم کو، کس کی ساقیا چوری
خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

لحد کو چاہیے یوں پیر پشت خم دیکھیے
سرا کو جیسے تھکا آونٹ دم بدم دیکھیے

راتوں کو نہ ہُو حق کر اے شیخ مناجاتی
سوتے ہوئے چونکیں گے رندانِ خراباتی

کیا ہم سخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے
غنچے سے یہ کہہ دو کہ چٹک جائے چمن سے

قطرہ قطرہ آنسو جس کی طوفاں شدت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل ہے جس میں تودہ تودہ حسرت ہے

رہی اس طرح بعد از ترک دنیا کی ہوس ناکی
شرابی کر کے توبہ جس طرح ہو جائے تریاکی

کل کے جو وصل کے عالم ہیں نظر میں پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے

معلوم ہوا بینی و ابروے بتاں سے
اک تیر ہے گویا کہ چڑھا ہے دو کماں سے

لاشے کو دفن کیجے میرے کہ پھینک دیجے
مردہ بدست زندہ جو چاہیے سو کیجے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

جا ہے اب زیرِ مغیلاں ترے دیوانوں کی
مدتوں چھان چکے خاک بیابانوں کی

الفت کا نشا جب کوئی مر جائے تو جائے
یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

رات جوں شمع کٹی ہم کو جو روتے روتے
بہہ گئے اشکوں میں ہم صبح کے ہوتے ہوتے

کوئی جو اس کو پڑھ کر عاشق کا خط سنائے
اک حرفِ مدّعا پر سو بے نقط سنائے

چاهیے زر ان بتانِ سیم تن کے واسطے
یاں قلندر هیں نہیں کوڑی کفن کے واسطے

هوتا نه اگر دل تو محبت بهی نه هوتی
هوتی نه محبت تو کچه آفت بهی نه هوتی

مصروفِ چاره دیکها کیا چاره گر کو میرے
مرچیں سی لگ رهی هیں زخمِ جگر کو میرے

مٹی سے اپنی مٹی جو تربت میں مل گئی
جو کچھ که تهی مراد محبت میں مل گئی

بد نه بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
هے یه گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

لال کتاب اپنی اب بادهٔ لاله رنگ هے
مے کده اپنے واسطے مدرسهٔ فرنگ هے

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکهے
دوزخ بهی هو تو ان کی چلموں په آگ رکهے

ہوس میں کعبہ کی کیوں شیخ بت خانے سے گمرہ ہے
یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے

ہمیشہ کام مجنوں کو رہا صحرا نوردی سے
بسایا خانۂ زنجیر ہم نے پائے مردی سے

جنوں سے میرے مجنوں بھاگتا جیسے بگولا ہے
کہ میں صورت ہوں وحشت کی وہ یونہی اک ہیولا ہے

خاک آڑاتا دشت میں جب تیرا سودائی پھرے
پھر بگولا ہے تو کیا آندھی بھی بولائی پھرے

مقدم صدق پر ہے کذب گرچہ صدق فائق ہے
کہ پہلے صبحِ کاذب ہے تو پیچھے صبحِ صادق ہے

ذکر کچھ چاکِ جگر سینے کا سن سن اپنے
کر کے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

بیمار، غم جو آس کا کھا کر زمین دیکھے
خوش خوش وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے

تری عمرِ دو روزہ غافل اک پتلی ہے دو کل کی
کہ اک کل روزِ آخر کی ہے اک کل روزِ اول کی

دکھانے کو نہیں ہم مضطرب حالت ھی ایسی ھے
مثل ھے رو رھے ھو کیوں کہا صورت ھی ایسی ھے

قسمتِ برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر
وہ بھی آ کر تا سرِ مژگاں حیا سے پھر گئی

ڈسا ھو کالے نے جس کو کافر سو وہ فسوں کے اثر سے کھیلے
دھان و گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

بے قراری کا سبب ھر کام کی آمید ھے
نا آمیدی ھو تو پھر آرام کی آمید ھے

اگر اٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگایا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے

باقی ھے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی
کالا کرے گا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی

عیاں ھے اشک کی گرمی ھویدا سوزشِ دل ھے
کہ آتا اپنا اشکِ سوختہ مانندِ قلقل ھے

دردِ دل سے لوٹتا ھوں میرا کس کو درد ھے
میں ھوں لفظِ درد جس پہلو سے دیکھو درد ھے

دل گرفتار ہوا یار کی عیّاری سے
ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یوں ہی سہی
آپ کی یوں ہی خوشی ہے مہربان یوں ہی سہی

ہم ہیں غلام ان کے جو ہیں وفا کے بندے
اس کو یقین مانو گر ہو خدا کے بندے

کون سے دن نگہِ تیز نہ خوں ریز رہی
مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی

گاہ تھی خلق اس در پہ یہ حیران کھڑی آواز نہ تھی
گاہ یہ غل کہ سنائی دیتی کان پڑی آواز نہ تھی

جس طرح ماہ سارے ستاروں میں ایک ہے
یوں میرا مہ جبیں بھی ہزاروں میں ایک ہے

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ہم اور غیر یک جا دونوں بہم نہ ہوں گے
ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہوں گے

کیا کہوں اس ابروے پیوستہ کے دل بس میں ہے
ایک طعمہ مچھلیاں دو کشمکش آپس میں ہے

ہم تو ویران ہو اس طرح وطن سے نکلے
روح جس طرح کسی شخص کی تن سے نکلے

ہم نے دکھلائے جو گل دیوانہ پن میں ہاتھ کے
بلبلیں لینے لگیں بوسے چمن میں ہاتھ کے

تم اینڈو سبزۂ گل پر تمھیں کیا
بلا سے کوئی انگاروں پہ لوٹے

پیش آ اکرام سے ساری کرامت ہے یہی
عادتِ بد ترک کر تو خرقِ عادت ہے یہی

تابوت کے نہ ساتھ مری قبر تک چلے
ہوتے ہی اذنِ عام کے گھر کو کھسک چلے

کترے پر رکھنے میں صیاد یہ اغماض کہ ہائے
کیوں نہ حسرت سے ملے ہاتھوں کو مقراض کہ ہائے

جس گھڑی غازہ سے رنگت ترے منہ کھل جائے
.... تو قلعی کھل جائے

شبِ ہجراں بسر نہیں ہوتی
نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی

پوچھ آیا نہ یہ کوئی شب آوے کہ نہ آوے
غصّہ مجھے قاصد پہ اب آوے کہ نہ آوے

یہ تو پاؤں پہ (ہمیشہ ہی) دھرا رہتا ہے
.... بھرا رہتا ہے

جو لحن داؤد کا سا ہے وہ تو خط کی صورت ہے خضر کی سی
جو خو ہے صالح تو رو ہے یوسف کمر ہے موسیٰ تو لب ہے عیسیٰ

(ہے) یہ تاثیر اپنے داغِ سوزاں کے دکھانے کی
کہ ہے آشوب آنکھوں پر.........کی

محبت ہے کہ سودا ہو گیا ہے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے

ہے جی میں یہی بسملِ مضطر کے تمھارے
لوں بوسے لبِ زخم سے خنجر کے تمھارے

شوقِ دیدار اس کو ہر عنوان جتانا چاہیے
خط کو بھی نرگس کے پھولوں میں بسانا چاہیے

تیس دن وصل کے وعدے پہ پھراتا ہے مجھے
چاند ہوتا ہے تو وہ غرّہ بتاتا ہے مجھے

ناخن سے منقار کے میرے داغِ جنوں کو زاغ کھجائے
عشق یہ تیری فطرت ہے تو سر سہلائے بھیجا کھائے

مرے زخموں میں پر کردو نمک اب کیا بچاؤ گے
گرے گا گر زمیں پہ یہ تو آنکھوں سے اٹھاؤ گے

ترے بیمارِ غم کو موت شاید یاد کرتی ہے
نہیں ہچکی پہ ہچکی رات سے اک دم ٹھہرتی ہے

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گزر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

قطعہ ۱

(الف)

کل ایک تارکِ دنیا سے میں نے پوچھا ذوق
کہ تو اکھڑ کے ادھر سے ادھر ہوا پیوست
گزرتی ہوگی بہ آرام زندگی تیری
کہ تجھ کو اب نہ غمِ نیست ہے نہ شادیِ ہست
کہا یہ اس نے کہ قیدِ حیات میں انساں
کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو مستِ الست
اٹھائے ہاتھ جہاں سے ولیک کیا امکاں
کہ با فراغ کرے کنجِ عافیت میں نشست

چھٹا جو کوئی گرفتاریوں سے دنیا کی
تو سلسلے میں فقیری کے پھر ہوا پا بست

رہا وہ خدمتِ مرشد کی قید میں برسوں
کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست

گر ایک عمر میں پہنچا مقامِ عالی پر
کہا یہ شوق نے ہو ہمتِ بلند نہ پست

جو دستگاہ تصرف میں بھی ہوئی اس کو
تو یہ ارادہ ہوا اور بھی ہوں بالا دست

ہمیشہ جنگ رہی بعد صلحِ کل کے بھی
کہ نفس دشمنِ سرکش ہے اس کو دیجے شکست

جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند
پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتوں میں گر ہے مست

نہیں ہے دامِ علائق سے مطلق آزادی
مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کر کے جست

کہا ہے خوب کسی نے یہ شعرِ برجستہ
گیا زباں سے نکل اس کی جیسے تیر از شست

کہ کرد قطعِ تعلق کدام شد آزاد
بریدۂ ز ہمہ با خدا گرفتار ست

قطعہ ۲

کہوں اے ذوق کیا حالِ شبِ ہجر
کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے

نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر
مرے بختِ سیہ کی تیرگی نے

تپِ غم شمع ساں ہوتی نہ تھی کم
اور آتے تھے پسینوں پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ او بے مہر بد اختر کمینے

کہاں میں اور کہاں یہ شب، مگر تھے
مری جانب سے تیرے دل میں کینے

سو اس ظلمت کے پردے میں کیے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج
پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قریں تھے
قرینے سے ہوئے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سن کر
پھٹے جاتے تھے ہمسایوں کے سینے

اٹھایا گہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بے تابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کہا کے سو رہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جاں کنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی
طلوعِ صبح سے منہ روشنی نے

کہا جی نے کہ مجھ کو ہجر کی رات
یقیں ہے صبح تک دے گی نہ جینے

لگے پانی چوانے منہ میں آنسو
پڑھی یاسیں سرہانے بے کسی نے

مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی
لگا رکھے تھے میری زندگی نے

کہ قسمت سے قریبِ خانہ میرے
اذاں مسجد میں دی بارے کسی نے

بشارت مجھ کو صبحِ وصل کی دی
اذاں کے ساتھ یمن و فرخی نے

ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

مؤذن مرحبا بر وقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

قطعہ ۳

دیکھتے ہیں جلوۂ گلہائے رنگا رنگ ہم
مثلِ نرگس اس چمن میں جب تلک ہے چشم وا

آخرش ہوگا وہی اک دن خزاں کے ہاتھ سے
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا

ہے غنیمت کوئی دم نظارۂ رنگِ بہار
پھر کہاں یہ گلشن و گل اور یہ سبزہ ہوا

در عدم بودیم و دیگر در عدم خواہیم رفت
این تماشاے جہاں را مفت می بینیم ما

قطعات

ب

دنیا سے ذوق رشتۂ الفت کو توڑ دے
جس سر کا ہے یہ بال اسی سر میں جوڑ دے

پر ذوق تو نہ چھوڑے گا اس پیر زال کو
یہ پیر زال گر تجھے چاہے تو چھوڑ دے

جن کو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال
غور سے دیکھو تو اے ذوق ہے ان کا یہ حال

جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو بے دینوں کے
نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
کیوں برا کہنے سے تو اس کے برا مانتا ہے

قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق میں اے ذوق
گزرنا اس رہِ دشوار سے نہ آساں ہے

جو کوئی آبلہ پائیِ جور (کذا) بھی ہے یہاں
ترے ڈبونے کو وہ بھی تنورِ طوفاں ہے

نذر دیں نفس کُش کو دنیا دار
واہ کیا تیری کارسازی ہے
سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق
مالِ موذی نصیبِ غازی ہے

ناصحا مجھ کو ملامت تو نہ کر
کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں
بسکہ مجھ کو عشق بازی کا ہے ذوق
کیا کروں میں ذوق سے ناچار ہوں

رباعیات

کیا جانیں گے ذوق بجز خاص عوام
اعلٰی جو علی کی ہے امامت کا مقام
جو لوگ صفِ اولِ میثاق میں تھے
پوچھے کوئی اُن سے وہ کیسا تھا امام

دل کو سرِ بازارِ جہاں کر نہ اچاٹ
جس طرح کٹیں روز مصیبت کے کاٹ
اے ذوق فلک آپ ہے بارہ حصے
سودا نہ ہو کیوں زیرِ فلک بارہ باٹ

اے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا
اک دم نہ ترا صرف مناجات ہوا

جب تک تھا جوان تھا جوانِ بدمست
اب پیر ہوا تو پیرِ مناجات ہوا

آنکھ اس کی نشے سے جب گلابی ہو جائے
صوفی اسے دیکھے تو شرابی ہو جائے
دکھلائے جو وہ روے کتابی اے ذوق
سب مدرسہ کافی کتابی ہو جائے

ان آنکھوں سے روے لالہ گوں بھی دیکھا
اور پھر ان کو پر اشکِ خوں بھی دیکھا
کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہم نے اے ذوق
یوں بھی دیکھا جہاں میں ووں بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوق اٹھا جائیں گے
ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائیں گے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے
اب جائیں گے اوروں کو رلا جائیں گے

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے کیسے
سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے
مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق
پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ایسے

دل جن کا ھے آھن کی طرح سخت و سیاہ
وہ لطفِ سخن سے نہیں ھوتے آگاہ
بد اصل کو کیا نام خدا کوئی بتائے
بندوق کا طوطا نہ کہے حق اللہ

اس جہل کا ھے ذوق ٹھکانا کچھ بھی
ہم پڑھ کے ھوئے علم نہ دانا کچھ بھی
ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانیں گے
جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی

سبطینِ نبی یعنی حسن اور حسین
زھرا و علی کے دونوں وہ نورالعین
عینک ھے تماشائے دو عالم کے لیے
اے ذوق لگا آنکھوں سے ان کے نعلین

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ھوگا
ہم کیا ھیں جو کوئی کام ھم سے ھوگا
جو کچھ کہ ھوا ھوا کرم سے تیرے
جو کچھ ھوگا ترے کرم سے ھوگا

اے ذوق کرے گا کوئی دنیا کیا ترک
دنیا ھے بری بلا ارے کیسا ترک
کیا دخل کہ ھو ترک کسی سے دنیا
جب تک نہ کرے آپ آسے دنیا ترک

یہ کہہ کے ملائک ہیں فلک پر روتے
اے کاش کے انسان سے ہم بھی ہوتے
غفلت میں یہ رہے ہے اتنا ہشیار
شیطاں کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے

کُھلتا نہیں اے ذوق یہ ہم پر مضموں
ہر شخص جو مذہب کا ہے اپنے مفتوں
کہیے کسے حق پہ اور باطل پہ کسے
کل حزب بما لدیہم فرحون

مشکل ہے یہاں پاے خرد کا جمنا
اس وحشیِ رم دیدہ کو کیسا رمنا
ہم پیر و عشق و عشق اپنا ہادی
جو عشق کہے ذوق کہو سلمنا

اشعار مثنوی

چاہیے نام اس کا اے خامہ
زینتِ نامہ زیبِ سرنامہ

فلک اس کی نمونہ قدرت کا
یک قلم داں ہزار صنعت کا

رخِ قرطاس کو صفائی دی
اور سیاہی کو روشنائی دی

دیا قمری کو مصرعِ نالہ
مصرعِ قدِ سرو پر بالا

کی عطا نوخطوں کو ملکِ ادا
کیا عاشق کو تختہ مشقِ جفا

عکس ہے سبزۂ لبِ جُو کا
وسمہ قوسِ قزح کے ابرو کا

ساقیا جلد اٹھا درنگ نہ کر
عرصہ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر

طاق سے تو اتار لا شیشہ
طاق پر رکھ کتابِ اندیشہ

شیشۂ مے کی یہ دراز زباں
اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہاں

میں ہوں مانندِ ساغرِ لب ریز
جاں بلب جاں بلب کو کیا پرہیز

جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے
پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

کر دے یاں تک مجھے نشہ میں چور
تاکہ مانندِ خوشۂ انگور

دل کے سارے پھپھولے پھوڑوں میں
نکتہ باقی کوئی نہ چھوڑوں میں

شبِ ہجراں بسر نہیں ہوتی
نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی

بسترِ رنج و کُنجِ تنہائی
رات کیا آئی اک بلا آئی

شام سے حال ہے یہ صبح تلک
نہیں لگتی مری پلک سے پلک

کیوں نہیں بولتے سحر کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیا سیندور

جان بیتاب جیسی بیکل برق
وہ بھی گرمِ رہِ فغاں کالبرق

نبضیں چھوٹی ہوئی غشی طاری
ایک فرقت ہزار بیماری

دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی
بے قراری نے استقامت کی

ہوسِ سیرِ باغ ہے کس کو
دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو

کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر
سگِ دیوانہ بن گیا ہے گھر

ہوچکی دل کی اپنے عشق میں خیر
رہوں دریا میں اور مگر سے بیر

ماہ بے مہر بلکہ دشمنِ مہر
ہر ستم میں ستم شریک سپہر

فتنہ اُستادِ نرگسِ فتاں
گردِ مژگاں ھجومِ شاگرداں

رخ تعالی اللہ زنف صل علی
قد وہ سبحان ربی الاعلی

زلفِ جنباں میں رخ کی بّراقی
کرے مّشائیوں کو اشراقی

گر انا ربکم نہ منہ سے کہے
لیک جاری زبانِ ھر مو سے

مچھلی بازو کی ماھیِ ذوالنین
غرقہ کش بحرِ خوں سے مردم عین

کمر و ناف از پئے دلِ زار
رشتۂ کار و عقدۂ دشوار

رنگ یاں لعلِ روح افزا پر
خون ثابت کرے مسیحا پر

اشعار

غمِ دوری سے جی جلتا ھے اشک آنکھوں سے جاری ھے
کبھو لیلی سے اے پیاری صبح (کذا) رخصت ھماری ھے

کا گانیں نکاس دوں پر یہ پاس لے جائے
پہلے درس دکھلائے کے (اور) پاچھے لیجو کھائے
جمالِ یار سے کب عاشقوں کو آنکھ پیاری ھے

ساجن تم مت جائیو توھے بچھرت موھے چین
ٹھاوی من کی لا کڑی سلگت ھوں دن رین (کذا)
تپِ فرقت سے دل تو جل چکا اب تن کی باری ھے

ایک تو نینا مدھ بھرے اور دوجے انجن سار
بوری کوئی دیوت ھے مست وارو ھتھیار
نگاہِ یار جادو ھے کہ بوندی کی کٹاری ھے

سن اے پپیہے کل سرے تو آدھی رات نہ کوک
ھولے ھولے سلگوں تھی میں کیوں (تو) دینی پھونک
ارے ظالم تری آواز نے آفت گزاری ھے

حواشی

ردیف الف

غزل ۱ ، ۷ ، ویران -

شعر ۲ ، ۸ شیفته ، صنادید ، فخر ، سفینه ، گلستان ، نگارستان -

(۲) دم شمشیر قاتل پر لہو جاتا ہے - نگارستان -

غ ۲ - ۱۹ ، بیاض (۱۳ قلمزد) -

ش ۱ ، ۲ ، ۵ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱٦ ، ۱۹ - نازنیناں - عوض -

۱ ، ۲ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱٦ ، ۱۹ - ویران -

۱ ، ۵ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱٦ ، ۱۹ - نگارستان -

۱ ، ۲ ، منتخبه - ۱ ، بے خار -

۲ - شیفته ، فخر ، سفینه -

(۱) جینا نظر اپنا مجھے - منتخبه -

جینا ہمیں اصلا نظر - بیاض ، ویران -

جینا ہمیں اپنا نظر اصلا - نازنیناں ، نگارستان -

(۳) رکھتا دل مضطر کے لیے کچھ تو نشانی - ابتدائی -

دکھلاتا میں کچھ تو دل مضطر کو نشانی - اصلاح اول -

(۴) جب تک نہیں آتا اسے غصه نہیں آتا - ویران -

(۷) کس دم نہیں ہوتا قلق ہجر ہے مجھ کو - نازنیناں ، ویران -

کس دن . . . . - نگارستان -

(۱۰) دل مانگنا مفت اور پھر اس پر یه تقاضا - نازنیناں ، نگارستان -

(۱۳) بیاض میں یه شعر قلم زد کر دیا گیا -

(۱٦) ساتھ ان کے ہیں - ویران ، نگارستان -

(۱۸) (جو کوچۂ قاتل میں گیا) - مصرع ثانی کے ضمن میں بیاض میں یه فقره بھی ملتا ہے -

غ ۳ - ۱۱ ، بیاض ، ویران -

(۳) . . . . . پر زندگی ہاں کب تلک - ابتدائی - } (قلم زد)

تو ہے میری جان - ابتدائی -

(۴) ہر زبان مو سے نکلے ہے فغان درد ناک ۔ ابتدائی
جو دل پر آرزو سے ۔ ویران ۔ } (قلم زد)
ایک پتلہ ہے ۔ ابتدائی ۔

(٦) کر نہ تکلیف اے اجل تو کیا کرے گی آن کر ۔ اصلاح ، ویران ۔

(۷) دے جو فرصت زندگی کچھ نفس بے مقدور کو ۔ ابتدائی ۔

(۱۰) بندھ گیا ۔ بیاض ۔

(۱۱) دیکھنا اے ذوق ہوں گے آج پھر لاکھوں کے خوں ۔ ویران ۔
وہ جاتا ہے لب لعلیں پہ لاکھا پان کا ۔ ابتدائی ۔

غ ۴ - ۹ ، بیاض ، ویران ۔

ش ۱ شیفتہ ، صنادید ، فخر ، سفینہ ، نگارستان ، بے خزاں ، متفرقات ۔
۱ ، ۲ ، ۳ ۔ ہاجر ۔

(۱) اس خط میں ، میں لکھتا ۔ صنادید ، فخر ۔
خط میں اسے لکھیے ۔ ہاجر ۔
لکھوں اسے خط میں ۔ بیاض ۔
پر ضعف سے چٹکی میں ۔ بے خزاں ۔

(۲) پر حیف کہ مجنوں کا قدم ۔ شیفتہ ، صنادید ، فخر ۔

(۵) ساقی در میخانہ سے بادیدۂ تر میں ۔ ابتدائی ۔
مرے دامن تر سے ۔ ویران ۔

(۷) پردہ در کعبہ سے اٹھا لینا ہے ۔ ابتدائی ۔

(۸) پھر کیوں ہے گراں بار کہ جب رخت سفر بھی ۔ (دوسری صورت) ۔

غ ۵ - ۱۰ ، بیاض ۔

ش ۱ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۹ ۔ ویران ۔
۱ ۔ منتخبہ ۔

(۱) دیا اس نے قول ۔ منتخبہ ۔

غ ٦ - ۷ ، بیاض ، ویران ۔

غ ۷ - ۱۲ ، بیاض ، ویران ۱۱ ۔ (۴ ویران ، نہیں بیاض قلم زد) ۔

ش ۱ ۔ بے خار ، فخر ، نگارستان ۔

(۲) کیا گرم طپش پاؤں پہ ھوتا ترے قاتل ۔ ابتدائی ۔
(۳) اب جان پہ ھے آفت جو پھر آیا وہ دوبارا ۔ ابتدائی ۔
. . . . . . پھر آئے ھو دوبارا ۔ ویران ۔
(۴) کیا جل کے جگر خاک وھاں ۔ بیاض (قلم زد) ۔
(۵) برھم اسے کیوں تو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف ۔ ویران ۔

غ ۸ ۔ ۷ ، بیاض ، ویران ۔
(۱) حذر ھے خوں سے دل پائمال کے ۔ ویران ۔
(۴) اگرچہ جوگی نہیں چشم شوخ هندو زاد ۔ ابتدائی (قلم زد) ۔
(۶) شب فراق میں اس مہ کے چرخ پر انجم ۔ ابتدائی ۔
مجھے ھے دیکھتا آنکھیں نکال کے کیسا ۔ ابتدائی ۔
(۷) قلم زد ۔

غ ۹ ۔ ۱۳ ، بیاض ، ویران ، نگارستان ۔
ش ۱ ۔ منتخبہ ، نازنیناں ، عوض ، گلستاں ۔
(۱) آج ایمان گیا ھی تھا ۔ نازنیناں ، عوض ، گلستان ۔
(۲) ھے وہ پائمال . . . ابتدائی ۔ (قلم زد) ۔
بارے ۔ اصلاح ۔
(۴) گر ھے نا واقف رہ ، ابتدائی (قلم زد) ۔
(۶) ناتواں بیں نے نہ دیکھا تن لاغر میرا ۔ بیاض ۔
(۸) شربت مرگ سے نا کام نہ رھتا کبھو خضر ۔ بیاض ۔
اس سے محروم اسے ۔ ابتدائی ۔
لیک محروم اسے ۔ ویران ۔
(۱۳) بے نشاں پہلے فنا سے ھو جو ھو فکر بقا (کذا) نگارستان ۔

غ ۱۰ ۔ ۹ ۔ بیاض ۔ ویران ۔
(۶) جاتا ھے بند کیے آنکھیں کدھر تو کہ تجھے ۔ ابتدائی ۔
(۸) اس چمن میں نہیں گوش شنوا اے غافل ۔ ابتدائی ۔

غ ۱۱ ۔ ۱۳ ، بیاض ، ویران ۱۲ (۳ ویران نہیں ، بیاض قلم زد) ۔
ش ۱ ، ۵ ، ۶ ۔ منتخبہ ۔
۱ ، ۶ ۔ شیفتہ ، نازنیناں ، عوض ، صنادید ، نگارستان ۔
۱ ۔ فخر ، گلستان ۔
۶ ۔ سفینہ ، بے خزاں ۔

(۱) عبث جاں منتظر ہونٹوں پہ ہے ۔ بیاض ، ویران ۔
(۲) نہ آنے سے ترے کیا کیا نہ کل میں جاں بلب آیا ۔ ابتدائی ۔
تری وعدہ خلافی سے مجھے کل چین کب آیا ۔ اصلاح اول ۔
(۳) قلم زد ۔
(۶) تامل کیجیے ۔ بیاض ۔
(۷) ترے ڈر سے نہ پھٹکا پاس کوئی ۔ بیاض ۔
(۹) لگائی زلف کو شانے نے جو انگلی ۔ ابتدائی ، ویران ۔
(۱۰) ہؤا صد پارہ دل گر یک تبسم ۔ اصلاح ۔
پھر اسے قلم زد کر کے اور اصل پر ص بنا کر اس کو قابل ترجیح قرار دیا گیا ۔ ویران میں بھی اصل کو ترجیح دی گئی ہے ۔
(۱۲) کوئی گر مجھ سے رنجیدہ ہؤا ہے مجھ کو کیا رنجش ۔ ابتدائی ۔
وہ آئیں یا نہ آئیں میں نہیں رنجیدہ دل ان سے ۔ اصلاح اول ، ویران ۔
(۱۳) بلانے سے نہ آیا کوئی اور یہ بے طلب آیا ۔ ابتدائی ۔

غ ۱۲ - ۱۵ -

ش ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۱۴ - منتخبہ ، عیار ۔
۱ ، ۲ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵ - بیاض -
۱ ، ۲ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵ - ویران -

ش ۱ ۔ شیفتہ ، صنادید ، نازنیناں ، عوض ، فخر ، بے خزاں ، سفینہ ، گلستان ، نگارستان ۔
(۱) کام جنت میں نہیں ۔ بے خزاں -
(۲) محتسب گرچہ دل آزار ہے ۔ ویران ۔
ایک ساغر میں ابھی یار ہے پر یاروں کا ۔ ابتدائی ۔
(۳) بل بے اے آتش دل سینہ میں - منتخبہ ۔
(۵) ہدف تیر رہا تجھ سے نگہ داروں کا ۔ عیار ۔
(۹) پہنچے گردوں پہ نہ کیوں جان بچا کر عیسیٰ ۔ ابتدائی ۔
(۱۲) ہیں کہاں دار ترے تیر مژہ ۔ ویران ۔
(۱۳) دیں گے جان بوسۂ لعل نمکین پر ہم بھی ۔ ویران ۔
جاں نثاری ہے اگر شیوہ ۔ ویران ۔

غ ۱۳ - ۱۳ ، بیاض ، ویران - نگارستان - ۱۰ - (۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ - نگارستان نہیں) -

(۱) درد دل ذوق عجب لطف سے حاصل ھوتا - نگارستان -

(۲) چھوڑتا ھاتھ سے اپنے نہ کبھی بسمل شوق - ابتدائی -

. . . . ھر گز نہ ترا دامن شوق - نگارستان -

(۶) رکھ کے خنجر پہ گلا آپ ھی بسمل ھوتا - ویران -

(۷) تیرہ بختی ھی لکھی تھی مری قسمت میں تو میں - نگارستان -

(۸) آتا کیوں مصر میں زنداں سے نکل کر - نگارستان -

(۱۰) ھوتی گر صرف چمن خاک مرے مٹنے پر - ابتدائی -

(۱۲) ھوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ھاتھ - ویران -

ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ھوتا - ویران -

تھی مری عقدہ کشائی تو - نگارستان -

غ ۱۴ - ۸ ، بیاض - ویران ۷ (۴ ویران نہیں ، بیاض قلم زد) -

(۲) سینہ میں بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر - ویران -

(۴) بیاض میں قلم زد کر دیا گیا -

(۵) جب خاک اڑائی ھم نے تو وہ گرد ھوگیا - ویران -

(۷) . . . . . گل زرد ھو گیا - ویران -

غ ۱۵ - ۱۳ ، بیاض ، ویران ۱۱ - (۹ ، ۱۲ ویران نہیں) -

(۲) ھنستا رھے چراغ بھی میرے مزار کا - ابتدائی -

(۵) مری آنکھ سوئے در - ویران -

(۷) ھو پاک دامنوں کے لیے کون سد راہ - ابتدائی -

(۹) یہ شعر نمبر ۴ ھی کی دوسری شکل معلوم ھوتی ھے -

(۱۱) کرتی وہ چشم آڑ میں مژگاں کی دل ھے صید - ابتدائی -

کرتی ھے قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا - اصلاح -

(۱۳) اے ذوق گر ھیں ھوش - ویران -

غ ۱۶ - ۱۴ ، بیاض ، ۱۳ - ویران ۱۲ (۱۳ بیاض - ۶ ، ۱۱ ویران نہیں ش ۱ ، نگارستان -

(۱) . . . . بد اطوار کو جب آن چڑھا - نگارستان -

(۵) دیکھو قسمت کا لکھا . . . . ویران -

(۷) دیکھیے ملت و دیں کتنے کرے کا برباد - ویران -
(۱۱) کشتۂ دست حنائی ہوں میں ان ہاتھوں سے - ابتدائی -
کہیں دو پھول تو لا کر تو مری جان چڑھا - ابتدائی -
غ ۱۷ - ۱۱ ، بیاض - ویران ۷ - (۳ ، ۵ ، ۸ ، ۱۰ ویران نہیں) -
ش ۱ - منتخبہ ، شیفتہ ، صنادید ، نازنیناں ، عوض ، بے خزاں ، سفینہ ، نگارستان -
(۴) جو میکدہ میں سنیں - ویران -
(۶) فلک کا رنگ جو اب تک سیاہ ہے - ویران -
(۵) برنگِ آئینۂ چشمِ پر آب سے - ویران -
(۱۱) ہمیشہ ہوں میں اس داؤ گھات میں - ویران -
غ ۱۸ - ۹ - بیاض -
ش ۱ ، ۲ - ویران -
(۲) کانٹا سمجھیے سیہ کا یا گل کنیر کا - ویران -
(۳) . . . ترے مستوں کے ڈھیر کا - ابتدائی -
(۴) راہیں تو اس کے ملنے کی ہیں - ابتدائی -
(۵) دم آ چکا ہے آنکھوں میں تیرا ہے انتظار - ابتدائی -
(۹) زیبا ہے ذوق برقعۂ - (کذا) ابتدائی
غ ۱۹ - ۱۷ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ، ہاجر - نگارستان ۱۵ - (۹ - ۱۲ نگارستان نہیں) -
ش ۷ ، ۱۱ ، ۱۴ طبقات -
(۳) یہ بہتاں کس نے انشا ے محبت کا یہاں - ویران -
(۴) کہ بعدِ از مرگ مرے منہ کو - ہاجر -
(۵) . . . . جب کہ پاؤں میں . . . - ویران -
(۶) کیا مجنوں مجھے آ شفتگی نے زلف کی کس کی - ویران -
(۷) . . . . برنگ قہقہہ مینا - ویران -
(۸) سر فتراک سے کیوں تو نے - ویران -
(۹) نہ جھاڑا غیر کو تو نے - ویران -
(۱۱) آڑا دیں گے دھوئیں اک آن میں - ویران -
غ ۲۰ - ۷ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ، نگارستان -
ش ۱ - منتخبہ -

ش ۱ ، ۲ ، ۷ ، بے خار ، فخر -
(۵) . . . . کب تن۔ بے سر سے مرے - ویران -
(۶) عشق یہ معجزہ کیسا ھے - ویران ، نگارستان -
غ ۲۱ - ۷ ، بیاض ، نازنینان ، عوض ، ویران ، نگارستان ، بے نظیر - طبقات ۔ (۷ طبقات نہیں) -
ش ۱ ، ۷ - بے خار -
۱ - بے خزاں -
۴ - متفرقات -
(۱) پر میرا جگر دیکھیے - بیاض -
میرا ھی یہ جگر ھے (کذا) - بے خزاں -
(۲) . . . . وقفہ ھے ابھی آنے میں ان کے - ویران -
(۳) . . . . دل میں تیرے قاصد - ویران -
. . . . قاتل - بے نظیر -
یاد اس لیے میں - ویران -
(۴) پڑھتا نہیں خط غیر مرا یار کے آگے - متفرقات -
(۵) جب تک وہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا - ویران -
(۶) تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی - ویران -
(۷) آرام سے وہ ھے - ویران -
غ ۲۲ - ۱۵ ، نازنینان ، عوض ، ویران ، ھاجر۔نگارستان ۱۳ (۳ - ۹ نگارستان نہیں) -
ش ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۶ ، ۱۱ مسودہ -
۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۶ ، ۷ ، ۸ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۴ - معدن -
۱ ، ۲ ، ۶ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ (بے خار ، فخر)
۱ ، ۷ ، ۱۴ - بے خزاں -
۸ ، ۱۲ بلاغت -
۸ ، ۱۱ ، ۱۲ گلستان -
۱ ، ۲ محتشم -
(۱) (خاک ھو کر بھی مجھے) -
مصرع۔ اولیٰ کے ضمن میں یہ فقرہ بھی ملتا ھے -
(۶) پاؤں جو رکھا رکاب حلقۂ زنجیر میں - مسودہ ، ھاجر -

(۸) علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے ۔ بلاغت ۔
(۹) . . . . اگر تیرا نہیں حیرت فزا ۔ ویران ۔
. . . . کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا ۔ ویران ۔
(۱۲) تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جوں نگاہ ۔ بلاغت ۔
تو رہا آنکھوں میں . . . ۔ بلاغت ۔
(۱۳) آگے آنکھیں دل میں بستی تھیں اور اب زلفیں تری ۔ فخر ۔
(۱۴) مجھ میں اس میں ربط ہے اے ذوق مثل بو و گل ۔ معدن ۔

غ ۲۳ - ۱۱ - بیاض ۱۱ - ویران ۱۰ - (۴ ویران نہیں) ۔
(۵) . . . . یہی مجھ کو سجھائی دیتا ۔ ویران ۔
(۶) منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے ۔ ویران ۔
(۷) پنجۂ مہر کو خون شفقی میں ہر روز ۔ ویران ۔
(۸) کون گھر آئینہ کے جاتا ۔ ویران ۔

غ ۲۴ - ۵ ، بیاض ۔
ش ۱ - ویران ۔
غ ۲۵ - ۹ ، بیاض ۔
ش ۳ - ویران ۔
(۹) پنجاب میں بھی وہ نہیں آب و تاب حسن
اے ذوق پانی اب تو وہ ملتان بہہ گیا
(ابتدائی صورت جو ایک اور صفحے پر ملتی ہے ۔)

غ ۲۶ - ۷ ، بیاض ، ویران ۔
ش ۱ - نگارستان ۔
(۵) گردوں بھی تیرے ۔ ابتدائی ۔
(۶) کیا جانے زخم عشق کی ۔ ویران ۔

غ ۲۷ - ۱۳ ، بیاض ۔
ش ۱ ، ۱۰ - ویران ۔ (تتمہ) ۱ ۔ نگارستان ۔
(۲) عاشق ناشاد کو شادی کا دن ہے روزِ مرگ ۔ ابتدائی ۔
(۷) گر سبق آموز شوخی ہو پری کو چشمِ شوخ ۔ ابتدائی ۔

غ ۲۸ - ۱۴ ، بیاض ۔ ویران ۱۲ - (۳ ، ۱۰ ویران میں نہیں) ۔
ش ۱ ، ۹ ۔ نگارستان ۔

(۳) پاس آداب سے اس در پہ نہ رکھوں گا قدم
مثل خورشید وہاں سر ہی کے بل جاؤں گا - ابتدائی -
(۴) دل کہے ہے کہ مجھے ساتھ نہ لے جا اپنے
جا کے میں واں ترے قابو سے نکل جاؤں گا - ابتدائی -
(۷) ہوگا اس وقت تماشا کہ ترے ہاتھ سے میں - ابتدائی -
(۱۱) مثل اشک آنکھ سے جب اس نے گرایا مجھ کو - ابتدائی -

غ ۲۹ - ۲۱ - بیاض ۲۰ - ویران ۱۹ - ہاجر ۱۸ - نگارستان ۱۱ (۱۷ - بیاض ۹ ، ۱۵ - ویران - ۶ ، ۹ ، ۱۹ - ہاجر ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵ ، ۱۹ نگارستان نہیں) -
(۱) تجھے ہم نے بہت - نگارستان ، ہاجر -
(۲) فرشتہ کو بھی ہم پایہ نہ پایا - نگارستان -
(۵) کبھی کج طبع کو - ہاجر -
(۱۰) کہیں اس کا سراغ پا نہ پایا - ہاجر -
(۱۳) کہا کیا ہائے زخم دل نے میرے - ہاجر -
(۱۴) وہ بولے دیکھ کر یوسف کی تصویر - نگارستان -
(۱۸) سوا تیرے - ویران ، نگارستان ، ہاجر -
(۲۱) نظیر اس کا کوئی عالم میں اے ذوق -
نہ پایا ہے نہ پائے گا نہ پایا - ہاجر -
وہ یکتا حسن و خوبی میں ہے اے ذوق -
نظیر اس کا نہ پائے گا نہ پایا - نگارستان -

غ ۳۰ - ۷ - بیاض ۶ - ویران ۷ (۷ بیاض نہیں) -
(۳) چشم نگہ سے نیم نگہ میرے واسطے (کذا) بیاض -

غ ۳۱ - ۱۵ ، نازنیناں ، ویران ، نگارستان ، ہاجر ، عوض ، بے نظیر - ش ۲ بے خزاں -
۲ ، ۳ ، ۶ ، ۷ ، ۸ ، ۹ منتخبہ -
۹ شیفتہ ، صنادید ، فخر -
(۳) کم نہ ہووے آبِ خنجر کی الٰہی آبرو - ویران - (صحت نامہ)
آب خنجر کی ترے ہوگی زیادہ - نگارستان -
ہو جو زیادہ آبرو - ہاجر -

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

(٦) سن کے مجنوں نے مرے سوز جنوں (کذا) - نازنیناں ، نگارستان ، ھاجر -
(۷) جب بندھا اس مُو کمر کا ھم سے مضمون کمر - منتخبہ - ھو گئی مضمون میں دقت - ویران -
(۸) یہ ادھر صدقہ دیا تو نے - نازنیناں ، عوض -
(۹) ھاتھ تو اوچھا - شیفتہ ، فخر -
(۱۲) نامہ بر جاتا ھے جلدی تو بھی چل جان حزیں - بے نظیر -
(۱۵) ذوق کے مرنے کی سن کر پہلے وہ کچھ - نازنیناں ، عوض ، نگارستان -

غ ۳۲ - ۱۱ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ، نگارستان ، ھاجر -
ش ۹ ، طبقات -

(۱) بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے - ویران -
(۲) اگر ھو عید کا اک دن - ویران -
اگر ھے عید کا اک دن تو عشرہ ھے محرم کا - نگارستان ، ھاجر -
(۴) کمندِ گردنِ دل ھے جو حلقہ ھے جہنم کا (کذا) - نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، ھاجر -
(نازنیناں کے صحت نامے میں اسے درست کر دیا گیا ھے) -
(۷) پس مردن لحد میں بھی ھے عالم چاہِ رستم کا - ویران -
(۹) حسد ھو خاک ساروں پر - ویران -
(۱۱) گویا ھے وہ - ویران -

غ ۳۳ - ۱۳ ، بیاض - ویران ۱۱ - (۹ ، ۱۰ ویران نہیں) -
ش ۱ ، ۲ ، ۸ ، ۱۱ ، ۱۳ - نگارستان -
۱ ، ۲ ، ۸ ، ۱۳ بے خزاں -

(۱) نیمچہ جب مرے قاتل نے - بے خزاں ، ویران ، نگارستان -
(۲) اس نے جب مال بہت - ویران -
مال اس نے جو بہت - نگارستان -
(۴) کھینچ کر عشقِ جفا پیشہ نے - ویران -
(۱۳) یہ زمیں سخت ھے اور اس میں ھوں ایسے اشعار -
تو نے اے ذوق بڑا زور غزل میں مارا - ابتدائی -

مر گئے پر نہ ھوا میر کا انداز نصیب - بے خزاں -
زور یاروں نے بہت ذوق غزل میں مارا - بے خزاں -
غ ۳۴ - ۱۴ ، بیاض - ویران ۱۱ - (۶ ، ۱۲ ، ۱۳ ویران نہیں) ،
(۵) مری منزل میں ھے ماہ سریع السیر وہ مہوش - ویران -
(۷) خواص اس کا ھے گھر میں دشمنوں کے - ویران -
طریقہ جان کے جانے میں بھی ھے استخارے کا - بیاض -
(۱۲) سمجھنے والا لیکن چاھیے - ابتدائی -
غ ۳۵ - ۲۵ ، ویران - نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، ھاجر ۲۴ -
ش (۲۴ نازنیناں ، عوض ، نگارستان و ھاجر نہیں) -
۱ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۲ - بے خار - ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۸ ، ۲۰ ،
۲۱ ، ۲۲ ، ۲۴ ، ۲۵ - بے خار ، فخر ، بے نظیر -
۱ - ۲ - بیاض ، محتشم -
۱۳ گلستان - ۱۴ فخر ، بلاغت -
(۳) . . . کیا پوچھتا ھے حال اس رنجور کا - ویران -
(۴) اس کے کوچہ میں - ھاجر -
(۹) باندھ دوں مضمون گر اپنی - نگارستان -
(۱۰) تیرے قامت سے جوھو برپا قیامت باغ میں - ھاجر -
جو ھے برپا قیامت - نازنیناں ، عوض -
(۱۲) دل کا یہ عالم ھے فرقت میں تری -
خوشہ کوئی انگور کا - نگارستان -
(۱۴) گر ترے فریادیوں کے نالۂ پیچیدہ کو - بلاغت -
منہ پہ رکھ کر پھونکیے - نازنیناں ، نگارستان -
رکھ کے منہ پر پھونکیے - ھاجر ، گلستان -
(۱۹) دفن ھے کشتہ تمھاری سرد مہری کا جہاں - ھاجر -
(۲۱) لکھ دیا تھا کوہ کن بھی - ھاجر -
(۲۳) چشم افعی بن گیا روزن - نازنیناں ، ھاجر -
(۲۵) عشق ھے اے ذوق وہ کوچہ کہ جس کی خاک میں - ھاجر -
غ ۳۶ - ۱۲ ، مسودہ -
(۵) دیکھ کر شعلۂ رخسار پہ خط حیران ھوں -
یعنی یہ سبزہ ھوا آگ پہ کیوں کر پیدا - ابتدائی ، قلمزد -

(۱۱ ، ۱۲) دونوں شعروں کے آخری مصرعے مولانا نے اپنے قلم سے لکھے
هیں ، روشنائی اودی ہے ۔

غ ۳۷ - ۱۳ ، بیاض ۔ ویران ۔ ۱۱ ۔ (۶ ، ۷ ویران نہیں) ۔
(۳) ذکر دنیا نفس مردہ کو ھوا ماءالحیات ۔ ویران ۔
(۱۲) خوں رھا اپنا نہ پنہاں ۔ ویران ۔

غ ۳۸ - ۱۵ ، بیاض - ویران ۱۴ (۱۲ ویران نہیں) ۔
(۲) واہ کیا مرھم ۔ ویران ۔
(۳) نہ بجھے اشک کے دریا سے مری سوزش دل ۔ ویران ۔
گرچہ دے شعلۂ جوّالہ کو گرداب بنا ۔ ویران ۔
(۹) پوچھیں گر مجھ سے مئے عیش ھوئی کب سے تلخ ۔ ویران ۔
کہوں جس دن سے فلک کاسۂ زھراب بنا ۔

غ ۳۹ - ۱۲ ، بیاض ۔ ویران ۹ (۴ ، ۶ ، ۸ ویران نہیں) ۔
(۷) کہ جو صدمہ تبسم سے بھی ھو ھوتا (کذا) ۔ بیاض ۔

غ ۴۰ - ۱۲ ، بیاض ، ویران ۔

ش ۱ ، ۳ ، ۱۰ ۔ نگارستان ۔
کسی مرتے کو اے بیداد گر ۔ نگارستان ۔

غ ۴۱ - ۱۵ بیاض ، ویران ، ھاجر ۔ نگارستان ۹ ۔ (۵ ، ۶ ، ۸ ، ۱۰ ، ۱۲ ،
۱۳ نگارستان نہیں) ۔
لیکن یہ سنبھالے سے ۔ نگارستان ۔
(۵) نہ پر زلف سیہ فام ۔ ھاجر ۔
اژدر اگر انساں کو ۔ نگارستان ۔
(۷) یہ گرنے سے پہلے جو ۔ نگارستان ۔
(۹) اے چشم نہ رکھ ۔ نگارستان ۔
(۱۰) حاصل ھو محبت کا ثمر کچھ تو مجھے بھی ۔ ھاجر ۔
(۱۱) وہ صبح کو جائے ۔ ھاجر ، نگارستان ۔
اور پھر کہوں دن تھوڑا سا ۔ ھاجر ۔
پھر یہ کہوں ۔ نگارستان ۔
(۱۳) . . . . پھر یوں ھی کہوں ۔ ھاجر ۔
(۱۴) القصہ نہیں چاھتا دل ۔ ھاجر ، نگارستان ۔
(۱۵) جوں شمع جو تو ۔ ھاجر ، نگارستان ۔

غ ۴۲ - ۱۱ ، بیاض - ویران -
غ ۴۳ - ۱۱ - نازنیناں ، ویران ، نگارستان ، هاجر - عوض ۱۰ (۲ عوض نہیں) -
ش ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ - فخر -
۲ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ - بے خار -
۱ ، ۵ - منتخبه -
۵ - شیفته ، طبقات ، صنادید -
(۱) نیمچه جب مول وہ بانکا جواں - عوض ، ویران -
نیمچه مول اور وہ بانکا جواں - نازنیناں ، هاجر -
موت کے دل میں مزے - منتخبه ، نگارستان -
(۴) نام میرا لے کے مجنوں کو - بیاض -
''نام میرا لے کے'' - عوض میں یه مصرع اتنا هی لکھا هے -
نام میرا لے کے غنچه کو جھوائی آ گئی - نگارستان ، هاجر -
(۸) . . . . عشاق پر تیر نگاہ - نازنیناں ، نگارستان ، هاجر -
. . . . اپنی نگاہ (کذا) - عوض -
. . . . کار سناں لینے لگا - نازنیناں ، نگارستان ، هاجر -
(۹) شمع کی گل گیر جب منه میں زباں - هاجر -
غ ۴۴ - ٦ - ویران ۵ (۵ ویران نہیں) -
ش ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۵ - بیاض -
۱ - نگارستان -
(۱) قتل کرتی هے نگه شهرہ هے چشم یار کا
وہ مثل هے باڑھ کاٹے نام هو تلوار کا - ابتدائی -
غ ۴۵ - ۷ ، آزاد
یه غزل مسودہ آزاد میں بغیر کسی اصلاح اور اضافه کے درج هے - ویران نے مولانا آزاد کے نام اپنے ایک خط میں اس غزل کو دیکھنے کی خواهش کی هے اور ذوق سے اس کے تعلق کو صحیح سمجھا هے -
غ ۴٦ - ۷ ، بیاض -
غ ۴۷ - ۱۰ ، نگارستان -
غ ۴۸ - ۷ ، نگارستان -

غ ۴۹ - ۹ ، نگارستان -

غ ۵۰ - ۹ ، بیاض -

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ - ویران -

غ ۵۱ - ۴ ، بیاض -

غ ۵۲ - ۸ ، نگارستان -

غ ۵۳ - ۴ ، نگارستان -

غ ۵۴ - ۹ ، نگارستان -

غ ۵۵ - ۹ ، نگارستان -

غ ۵۶ - ۸ ، نگارستان -

غ ۵۷ - ۹ ، بیاض -

ش ۱ ، منتخبه -

(۸) گھسے ناخن ھزاروں (لکھ کر قلم زد کر دیا گیا) -

غ ۵۸ - ۸ ، بیاض -

ش ۱ ، ویران -

غ ۵۹ - ٦ ، نگارستان -

غ ٦۰ - ۹ ، بیاض ، ویران - نگارستان ۸ - (۴ نگارستان نہیں) -

غ ٦۱ - ۴ ، مسوده -

غ ٦۲ - ۷ ، نگارستان -

غ ٦۳ - ۴ ، ابن طوفان -

غ ٦۴ - ۲ شعر ایک مصرع بیاض -

ش ۲ ، ویران -

غ ٦۵ - ۲ ، بیاض -

ش ۱ ، ویران -

غ ٦٦ - ۹ ، بیاض -

اشعار و ابیات

۱ - ویران - ۲ - ویران - ۳ - ویران - (ش ۲ نازنینان ، عوض) بے خزاں -

۳ - ب - ۲ مسوده (۱) مت راه عشق راه کشاده - دوسری صورت

(۲) عیاریوں کا اُس کی دلا شکوہ کس لیے ۔ دوسری صورت
۴ ۔ منتخبہ ، عیار ، شیفتہ ، طبقات ، فخر ، ویران ، نگارستان ۔
۵ ۔ ویران ۔ ۶ ۔ بیاض ۔ ۷ ۔ نازنیناں ۔ عوض ۔ ویران ۔ ۸ ۔ منتخبہ ۔
ویران ۔ ۹ ۔ ویران ۔ ۱۰ ۔ نگارستان ۔ ۱۱ ۔ منتخبہ ۔ ۱۲ ۔ ویران ۔
۱۳ ۔ منتخبہ ۔ ۱۴ ۔ ویران ۔ ۱۵ ۔ ویران ۔ ۱۶ ۔ ویران ، نگارستان ۔
۱۷ ۔ ویران ۔ ۱۸ ۔ بیاض ۔ ۱۹ ۔ ویران ۔ ۲۰ ۔ ویران ۔ ۲۱ ۔
ویران ۔ ۲۲ ۔ منتخبہ ۔ ۲۳ ۔ ہاجر ۔ ۲۴ ۔ بیاض ۔ ۲۵ ۔ بیاض ۔
۲۶ ۔ ویران ۔ ۲۷ ۔ ویران ۔

غ ۶۷ ۔ ۲۲ ۔ نازنیناں ۲۱ ۔ بے نظیر ۲۱ ویران ۲۱ عوض ۲۰ ۔
نگارستان ۱۸ ۔

(۲۱ نازنیناں ، بے نظیر ۔ ۱۲ ویران ۔ ۵ ، ۲۱ عوض ۔ ۷ ، ۱۲ ، ۱۶ ،
۲۱ نگارستان نہیں) ۔

ش ، ۲۰ بے خار ، فخر ۔

(۱۱) ٹوٹ کے ہو سو ٹکڑے ۔ نگارستان ۔
نام میرا جو کوئی لکھ دے ۔ نگارستان ۔

(۱۳) آنکھ اس بزم میں ہے جرم چورانی ساق ۔
رات بھر کرتا ہے دورے عسس جام شراب ۔ نگارستان ۔

(۱۶) ورنہ اب تک نہ سنا تھا ۔ ویران ۔

(۱۷) سمجھے میخانہ کی مستی تو ۔ نازنیناں ، عوض ، نگارستان ،
بے نظیر ۔

(۱۸) پہلے پہنچے ثمر پیش رس ۔ ویران ۔
پہلے دیوے . . . . ۔ نگارستان ۔

(۲۰) نمکین نقل دیے چند ۔ نگارستان ۔

غ ۶۸ ۔ ۳ ، ویران ۔

ش ۱ ۔ بیاض ۔
۱ ۔ ۲ ۔ بے خار ، فخر ، نگارستان ۔

غ ۶۹ ۔ ۱۱ ، بیاض ، ویران ۔
(۱) ہو برسوں ہجر ۔ ویران ۔

(۲) ہوں میری خاک کو ۔ ویران ۔

غ ۷۰ - ۱۱ ، بیاض ، ویران ۔

(۵) جو فلک سے چاہتا ہے زندگانی کا مزا ۔ (بیاض میں یہ نسخہ بھی ملتا ہے) ۔

ت

مطلع ویران ۔

غ ۷۱ - ۱۲ ، بیاض - ویران ۱۱ - (۸ ویران نہیں) ۔

(۵) کاسہ میں فلک کے نہ رہے نام کو زہراب ۔ ویران ۔

(۹) کی جس سے ذرا رسم محبت اسے مارا ۔ ویران ۔

غ ۷۲ - ۹ ، بیاض ، ویران ۔

(۴) . . . . پشت پہ لے کر بشر کی طرح ۔ ویران ۔

. . . . کبھی زینہار پشت ۔ بیاض ۔

ج

غ ۷۳ - ۷ ، بیاض ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۷ - ویران ۔

مطلع (۱) بے خار ، فخر ، ویران ، نگارستان ۔

" (۲) بیاض ، فخر (بیاض میں اسے قلم زد کر دیا گیا) ۔

چ

غ ۷۴ - ۴ ، بیاض ۔

ش ۴ - ویران ۔

۲ - مسودہ ۔

مصرع ۔ بلاغت ۔

(اس زمین میں ظفر کی مکمل غزل ملتی ہے) ۔

ح

غ ۷۵ - ۹ ، بیاض ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ - بے خار ، فخر ، ویران ، نگارستان ۔

غ ۷۶ - ۱۴ - بیاض - ویران ۱۳ - (۴ ویران نہیں) ۔

ش ۱ - شیفتہ ، صنادید ، فخر ، گلستان ، نگارستان -

(۱) . . . . تیری ہے کیا صلاح - ویران -

خ

غ ۷۷ - ویران ۱۲ -

مطلع ویران ، بیت ویران ، ھاجر -

دیکھا نہ کبھی ہم نے در اھل صفا چاند (کذا) ھاجر -

ذ

غ ۷۸ - ۵ ، بیاض -

غ ۷۹ - ۱۳ ، ویران -

ش ۲ ، ۷ ، ۱۰ - نگارستان -

(۲) پیش ھو گور میں - نگارستان -

(۷) مہر خط پر جو وہ کرتے ھیں - نگارستان -

(۱۰) یوں قفس تک کوئی گل برگ - نگارستان -

غ ۸۰ - ۹ مسودہ -

یہ غزل ذوق نے معروف کے نام سے لکھی ہے -

دیوان معروف میں شامل نہیں ہے -

(۴) اے مست ناز جل کے ترے شوق زلف میں - ابتدائی (قلم زد) -

(۵) پوچھو دہانِ زخم سے وہ لذت خدنگ

کھاوے اسے نہ کیوں کہ ہے جوں نیشکر لذیذ - ابتدائی -

اسی شعر کے ضمن میں ''اے ناوک فگن'' کا لفظ بھی لکھا ھوا ملتا ہے -

(۶) جو ہے ترے لب عرق آلودہ میں مزا - دوسری صورت - (قلم زد) -

اس کے علاوہ اس مصرع اولیٰ کے ضمن میں یہ لفظ بھی ملتے ھیں ''لذت نہیں کباب'' - اور ''لذت نہیں نمک'' -

ر

غ ۸۱ - ۹ ، ویران ، نگارستان -

نکل کے رستہ سے چشم فتاں کے دل میں بیٹھا خدنگ ہوکر ۔ ابتدائی ۔
(۱) نکل کے آنکھوں کے راہ آیا جگر میں بیٹھا حذنگ ہو کر ۔
نگارستان ۔
(۷) ہوئے جویک رنگ اُن کو زیبا نہیں قباے رعونت اصلا ۔ نگارستان ۔
کہ پایا گل نے تو نام رعنا ہے اس چمن میں دو رنگ ہو کر ۔
نگارستان ۔

غ ۸۲ - ۹ ، بیاض - ویران ۸ - (۳ ویران میں نہیں) -
(۵) دیکھ کر غیروں میں مہتابی پہ اس مہوش کو رات ۔ ویران ۔
(۷) آ گئیں اُن کو لگائی ۔ ویران ۔

غ ۸۳ - ۱۰ ، بیاض ، ویران ۔
ش ۱ ، ۳ ۔ نگارستان ۔
(۳) نہ آؤ جوش میں بس . . . . چڑھ کر ۔ نگارستان ۔

غ ۸۴ - ۱۱ ، بیاض ۔ ویران ، نگارستان ۹ (۴ ، ۸ ویران ، نگارستان
نہیں) ۔
ش ۷ ۔ گلستان ۔
(۶) جب وہ آیا نہ ملا مجھ کو کہیں میرا پتا ۔ بیاض ۔
(۷) پوچھتا کیا ہے دم ذبح ہمارے تکبیر ۔ نگارستان ۔
. . . . تو چھری پھیر بھی دے ۔ نگارستان ۔

غ ۸۵ - ۱۵ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ۔ نگارستان ۱۳ - (۱ ، ۱۵
نگارستان نہیں) ۔
ش ۱ ، ۴ ۔ معدن ۔
(۱) اٹھ گیا وہ آج سب ہستی کا ساماں ۔ نازنیناں -
(۲) پھر نہ اٹھا کوچۂ چاکِ گریباں ۔ نگارستان ۔
(۴) جس کو ہو لذت اٹھانی ۔ نازنیناں ، عوض ، نگارستان ۔
(۵) . . . . جب کہ دکھلائے ہے تو ۔ ویران ۔
(۷) دیکھیے کیا ہو کہ اب کے ۔ ویران ۔
(۱۱) . . . . گرد بادِ دودِ آہ ۔ ویران ۔

غ ۸۶ - ۱۲ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ۔ نگارستان ۱۱ ۔ (۵ نگارستان نہیں) ۔
ش ۷ ۔ معدن ۔ ۸ بے نظیر ۔ ۹ شیفتہ ، صنادید ، سفینہ ۔

(۴) جب دفتر میں آیا میرا نام - نگارستان -
رہ گیا منشی قدرت بس - نگارستان -
رہ گیا چپ منشی قدرت - عوض -
غ ۸۷ - ۷ ، بیاض ، ویران -
ش ۱ بے خزاں ، نگارستان -
اشعار ۲ عوض -
ش ۲ بلاغت -
ابیات ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ - ویران ، بر مطلع - ۱ ویران ، کشکول - ۲ منتخبہ ، ویران ۳ - ویران -
۴ مسودہ ، منتخبہ - ۵ نغز ، ذکا ، عیار -
(۴) کان پر رکھ دے جو تو گلشن سے گل کو توڑ کر - دوسری صورت -

س

غ ۸۸ - ۱۱ ، بیاض -
غ ۸۹ - ۱۰ ، بیاض -
مطلع ۱ منتخبہ ، شیفتہ ، نازنیناں ، عوض ، گلستان ، ویران ، نگارستان -
۲ بے خار ، فخر ، ویران ، نگارستان -
جیسے فائے ناف قفس - نگارستان -
غ ۹۰ - ۷ ، بیاض ، ویران -
(۷) اس کے ہر نام میں عزت - ویران -
غ ۹۱ - ۸ - بیاض ۹ - ویران ۷ - (۲ ویران نہیں) بیاض میں قلم زد -
ش ۱ ، ۲ نگارستان - ۱ ، ۲ ، ۳ بے خار ، فخر - ۱ منتخبہ -
(۳) بحر و بر میں ہے ہر اک کو - بے خار -
(۴) منہ میں ان کے یہ زباں ہے - ویران -
(۶) محضر خون مرا سارا کتر کے - ویران -
غ ۹۲ - ۹ ، مسودہ -
(۳) ہمیشہ خال سویدائے دل جلاتا ہوں - قلمزد -
(۴) فکرِ چارۂ غم دل - دوسری صورت -

(۵) اس موقع پر ''گہر صدف میں ہے قیمت'' ''گہر صدف'' کے
لفظ بھی ذوق کے ذہن میں آئے۔

(۶) در سخن مرا اس کے سبب رہا محفوظ ۔ دوسری صورت ۔

(۷) نسیم صبح ہے اے عندلیب بادی چور ۔
چمن میں مشت زر غنچہ رہ چکا محفوظ ۔ دوسری صورت ۔

مطلع ، ویران ۔

غ ۹۳ - ۷ ، نگارستان ۔

غ ۹۴ - ۷ ، نگارستان ۔

غ ۹۵ - ۶ ، نگارستان -
مطلع ، منتخبہ ۔

غ ۹۶ - ۶ شعر ایک مصرع ، نگارستان ۔

غ ۹۷ - ۹ ، نگارستان ۔

غ ۹۸ - ۷ ، نگارستان ۔
مطلع بے خار ، فخر ، ویران ، نگارستان ۔

غ ۹۹ - ۹ ، بیاض ، ویران ۔
مطلع (۱) فخر ، ویران ۔
مطلع (۲) بیاض ۔

غ ۱۰۰ - ۱۶ - بیاض ۱۵ ، ویران ۱۳ - (۱۵ بیاض - ۳ ، ۴ ، ۱۲
ویران نہیں) ۔

ش ۱ پھنسے نہ حلقۂ گیسوے تابدار ۔ ویران ۔
(۲) آڑے گا مثل شرر ٹکڑے ہو کے ۔ ویران ۔
(۴) بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے ۔ ویران ۔
نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی ۔ ویران ۔
(۵) نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے ۔ ویران ۔
برنگِ شعلہ کہیں آہِ شعلہ بار میں دل ۔
(۸) برنگ غنچہ و پیکان و غنچۂ تصویر ۔ ویران ۔

غ ۱۰۱ - ۱۲ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ، بے نظیر ، نگارستان ۔
(۴) جہاں ہو خانۂ عشرت ، نانیناں ، عوض ، نگارستان ۔
(۷) . . . . میں خورشید ۔ ویران ۔
(۹) ہوے ہوا میں یہ صورت ۔ نازنیناں ، عوض ، نگارستان ۔

غ ۱۰۲ - ۵ ، بیاض ، ویران -
غ ۱۰۳ - ۱۹ - نازنیناں ، عوض ، ہاجر - نگارستان ۱۸ ، ویران ۱۷ -
(۸ نگارستان - ۶ ، ۸ ویران نہیں) -
(۲) ہوتی نہ یاد زلف تو خطِ شکستہ میں - ویران -
لکھتے الف خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم - ویران -
(۵) دوزخ بھی جائے نالۂ ھل من مزید بھول - نازنیناں ، عوض ، ہاجر ، نگارستان -
(۱۸) ذوق اس سیاہ نامہ کی - نازنیناں ، عوض ، ہاجر ، نگارستان -
(۱۹) . . . . کوچہ میں یار کے - نازنیناں ، عوض ، ہاجر ، نگارستان -
غ ۱۰۴ - ۱۴ - مسودہ ۱۳ (اس زمین سخن میں ذوق نے دو غزلہ لکھا ہے - نازنیناں ، ہاجر ، ویران ، نگارستان میں ایک ہی غزل ہے) -
(۱۳ مسودہ نہیں) -
ش ۱ ، ۳ ، ۵ ، ۷ ، ۸ ، ۱۳ نازنیناں ، بے نظیر ، ویران ، نگارستان ، ہاجر -
(ہاجر میں ش ۳۴ کا پہلا مصرع غزل ۱۰۵ کے مطلع کا پہلا مصرع ہے) -
۱ ، ۵ ، ۱۳ - بے خار ، فخر -
۱ ، ۳ ، ۵ ، ۷ ، ۱۳ - عوض -
(۱) برسوں یاں آنکھ سے ٹپکا ہے - نازنیناں ، ویران ، نگارستان ، ہاجر -
دلِ عاشق کے جلانے کو ہے - نازنیناں -
(۵) بینی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا - نازنیناں -
غ ۱۰۵ - ۱۳ - مسودہ ۱۲ - (۱۲ مسودہ نہیں) -
ش ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۳ - نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، ویران ، ہاجر (ہاجر میں مطلع کا مصرع اولٰی غزل ۱۰۴ کے شعر ۳ کا مصرع اولٰی بنایا گیا ہے) -
ش ۴ ، ۹ ، ۱۳ - بے خار ، فخر -
(۷) زخم سر کو مرے ٹھکرا کے - مسودہ -
غ ۱۰۶ - ۷ ، بیاض -
غ ۱۰۷ - ۶ بیاض - ویران ۵ - (۶ ویران نہیں) -

ش ۱ ، ۲ ، ۳ - بے خار ، نگارستان ، فخر -
۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ - ھاجر -
۵ عیار -
(۵) تارا سا ھوں میں تہہ پہ کنوئیں کی برنگِ آب - بیاض ، ھاجر -
تارا سا تہہ پہ ھوں میں کنوئیں کی برنگِ آب - ویران -
غ ۱۰۸ - ۱۲ ، بیاض -
(۱) ۲ ویران - (۱۲) - مولٰینا آزاد نے اسے مقطع کی صورت میں پیش کیا ھے - کیا بگولے کی طرح خاک کا پتلا اے ذوق - (یہ غزل بیاض میں بہت باریک قلم سے ایک گوشے میں لکھی ھوئی ملتی ھے) -
غ ۱۰۹ - ۱۱ ، بیاض ، ویران -
(۲) لے چلا کے اس گھر مجھے دیکھو - ابتدائی -
(۸) تجھ کو رسوا کریں گی - ویران -
غ ۱۱۰ - ۱۴ ، بیاض ، ویران - نگارستان ۱۰ - (۲ ، ۴ ، ۹ ، ۱۱ نگارستان نہیں) -
ش ۱ - منتخبہ -
(۱) اپنا ھے وہ طریق - نگارستان -
(۱۳) ھر چند ھیں ضعیف - نگارستان -
غ ۱۱۱ - ۱۵ ، بیاض - ویران ۱۲ (۴ ، ۷ ، ۹ ویران نہیں) -
(۲) جس کا کچھ علم و عمل جز عشق و جز وحشت نہیں - ابتدائی -
(۳) آہ کرتا شور واویلا - ابتدائی -
(۵) نزع میں پانی چوائے تو جو اپنے ھاتھ سے - ابتدائی -
منہ میں گر پانی چوائے یار اپنے - ویران -
(۸) ھم کو کیا گردش فلک کو ھے - ابتدائی -
جانتے ھیں ھم یہ عالم - ابتدائی -
غ ۱۱۲ - ۱۰ ، بیاض - ویران ۹ - (۲ ویران نہیں) -
(۱) 'ھم اپنے ھاتھوں کا' - اتنا فقرہ لکھ کر قلم زد کر دیا گیا اور پھر مصرع یوں پورا ھوا - ھم اپنی آنکھوں کا مژگان سے - ابتدائی -
(۴) فقط قمر ھی نہ داغی غلام ھے ان کا - ویران -

(۶) ترے قتیل بتاتے نہیں - ویران -

غ ۱۱۳ - ۱۴ ، بیاض - ویران ۶ (۶ ، ۸ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ - ویران نہیں) -

ش ۵ ، نگارستان -

(۳) نہیں خضاب سے مطلب ہمیں یہ موئے سفید - ویران -

(۴) بقا کا کام ہی کیا - بیاض -

(۵) وفور اشک اگر سر بہ اوج ہو اپنا - ویران ، نگارستان -

(۸) . . . . تو وہ ہے کہ اب - بیاض -

(۹) مبصروں سے کہو دیکھیں چین ابروے یار - ویران -

(۱۰) ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ بقا میں فنا - ویران -

غ ۱۱۴ - ۱۱ ، بیاض (۶ بیاض ۵ مسودہ) -

۱ ، ۳ ، ۹ ، ۱۱ - ویران -

ش ۱ ، ۳ ، ۹ - نازنیناں ، عوض ، نگارستان -

۱ - بے خزاں -

۳ - گلستان -

(۱) بشر کے دیکھنے والے - ویران ، نگارستان -

(۳) ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہیں - ویران -

وہ پہلے بزم میں دیکھیں کدھر کو دیکھتے ہیں - ویران ، گلستان -

(۴) ہم اپنے دل کو اور اپنے جگر کو - بیاض -

غ ۱۱۵ - ۱۰ بیاض - ویران ۸ (۸ ، ۹ ویران نہیں) -

(۱) . . . . برسوں رہا ہے خانے میں - بیاض -

(۳) . . . . ہو جائے شراب - بیاض -

(۶) مستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی - ویران -

غ ۱۱۶ - ۹ ، بیاض - ویران ۶ (۵ ، ۶ ، ۹ ویران نہیں) -

۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۷ ، ۸ - (دہلی اردو اخبار مؤرخہ ۳۱ اگست ۱۸۵۱ع مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۲۶۷ھ جلد ۱۳ -

غ ۱۱۷ - ۱۲ - بیاض ۱۰ - ویران ۱۰ - (۱۱ ، ۱۲ بیاض - ۲ ، ۷ ، ویران نہیں) -

ش ۵ ، نگارستان ۔

(۱) گر میں غرور دانش و جوہر کو توڑ دوں ۔ بیاض ۔
سارے خیال وہم مکدر کو ۔ بیاض . . . . ۔ قلم زد ۔

(۴) گر چاک پر چڑھے ۔ بیاض ، قلم زد ۔

(۹) راہ جنوں میں جلد آٹھاؤں جو میں قدم ۔ ویران ۔

غ ۱۱۸ - ۷ - ویران ۵ - ہاجر ۶ (۴ ، ۵ ویران - ۶ ہاجر نہیں) -
۱ - بے خزاں ۔

ش ۱ ، ۲ ۔ بیاض ، منتخبہ ۔
۷ شیفتہ ، صنادید ، سفینہ ، نگارستان ۔

(۱) لب جو ہیں غنچوں کے وا ۔ منتخبہ ، بے خزاں ۔
دیکھ کر اس کو مگر ۔ منتخبہ ۔

غ ۱۱۹ - ۱۱ ، بیاض ، ویران ، نگارستان ۔

ش ۱ ، شیفتہ ، نازنیناں ، عوض ۔

(۳) گل پریشاں ہو ہنس ہنس کے چمن میں آخر ۔ بیاض ۔

(۴) اک مجھی سے یہ فقط کم سخنی خوب نہیں ۔ بیاض ۔

(۵) . . . . آہ کے ساتھ ۔ ویران ، نگارستان ۔

(۶) . . . . تری جنبش مژگاں کو کہ دیکھ ۔ نگارستان ۔

(۷) تھی جو بگڑی ہوئی قسمت ۔ ویران ۔

(۸) کوئی کہا جائے نہ ۔ نگارستان ۔

غ ۱۲۰ - ۱۳ ، بیاض - نازنیناں ۱۲ - عوض ۱۲ - ویران ۱۲ -
نگارستان ۱۲ - ہاجر ۱۲ - (۱۲ نازنیناں ، عوض ، ویران ،
نگارستان - ۱۰ ہاجر نہیں) -

ش ۱ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۳ منتخبہ ۔
۹ ۔ شیفتہ ، صنادید ۔
۱ ، ۲ ، ۹ ۔ فخر ۔
۱ ، ۲ ۔ بے خار ۔

(۸) ساقی ملے ہزاروں فلاطوں ہیں ۔ نازنیناں ، نگارستان ۔
جو خم بنے ہے . . . . نازنیناں ، نگارستان ۔

غ ۱۲۱ - ۹ بیاض -
(اس غزل کا پہلا مصرع بیاض قلمی میں ایک دو جگہوں پر لکھا ہوا ملتا ہے - آخر ایک صفحہ پر پوری غزل سامنے آتی ہے) -
غ ۱۲۲ - ۱۴ - نازنیناں ۱۳ - عوض ۱۳ - فخر ۱۳ - ویران ۱۳ - نگارستان ۱۳ - ہاجر ۱۳ - بے خار ۱۲ -
(۱۴ نازنیناں ، فخر ، عوض ، ویران ، نگارستان ، ہاجر - ۲ ، ۱۴ بے خار نہیں) -
۱ ، ۲ ، ۱۴ معدن -
۵ گلستان -
(۲) ہوں بجائے آب پیدا - ویران -
(۴) . . . . کوئی شیروں کا منہ - نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، ہاجر -
(۵) . . . . صافی دلوں سے ہوں - (کذا) ، نازنیناں ، عوض ، گلستان ، ہاجر -
(۶) . . . . مجھے فرصت نہیں فوارہ وار - نازنیناں ، عوض ، ویران -
(۱۲) ڈالتا ہوں ہر گھڑی - نگارستان -
غ ۱۲۳ - ۵ بیاض -
غ ۱۲۴ - ۲۷ مسودہ -
ش ۱ ، ۲ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ویران - ۸ ، ۹ بے خار -
(۵) یہ شعر مولانا آزاد نے اپنے قلم سے کاٹ دیا ہے -
(۷) ہے لوث ِ حب زر سے یہ دامن ہمارا پاک - ویران -
(۱۳) مشق کاو کاو . . . . خط کشیدہ حصہ مولانا نے اپنے قلم سے کاٹ دیا -
(۱۹) ''خدا کی قسم نہیں'' مولینا نے اپنے قلم سے اصلاح دی ہے -
(۲۲)
(۲۶) | یہ دونوں شعر بھی مولٰینا نے قلم زد کر دیے ہیں -
غ ۱۲۵ - ۵ ، بیاض ، ویران -
ش ۱ ، ۲ ، ۴ نگارستان - ۲ ، ۴ بے خار ، فخر -
(۱) رکھتا ز بسکہ جیفۂ دنیا سے تنگ ہوں - ابتدائی ، ویران ، نگارستان -

(۲) میں وہ شکستہ دل ۔ نگارستان ۔
ہوں وہ شگفتہ دل ۔ ویران ۔

غ ۱۲۶ - ۳ ، بیاض ، ویران ۔
ش ۱ ، ۲ ۔ نگارستان ۔
۲ - شیفتہ ، صنادید ، متفرقات ۔
۱ - گلستان ۔
خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوئے ۔ ویران ، متفرقات ۔
(۲) کیا جانے لکھ دیا اسے کیا اضطراب میں ۔ ویران ۔

غ ۱۲۷ - ۳ بیاض - (مطلع کا مصرع اولی مولٰینا کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے) - ویران ۲ - (۱ ویران نہیں) ۔
ش ۲ - بے خار ۔

غ ۱۲۸ - ۵ ویران ۔
غ ۱۲۹ - ۴ ویران (ناتمام) ۔
غ ۱۳۰ - ۵ ویران ۔
غ ۱۳۱ - ۴ بیاض ۔

(یہ چار شعر جو ذوق کے قلم کے مرہون منت ہیں ، بیاض میں ظفر کے نام سے لکھے گئے ہیں ۔ ان پر ۱۵۲ عدد بھی ملتا ہے جو بیاض قلمی میں بہت سی غزلوں کا تمغۂ عنوان ہے) ۔

غ ۱۳۲ - ۸ مسودہ (۳ مسودہ نہیں) ۔
ش ۳ ، ۴ - ویران ۔
(۲) (قوسین میں دیا گیا حصۂ عبارت مسودے میں موجود نہیں) ۔
میں وہ ہوں جگر سوختہ ۔ ویران ۔

اشعار

(۱) بیاض ۲ - ویران ۳ - (۳ بیاض نہیں) ۔
(۲) مسودہ ۳ ۔
بیاض ۲ ۔
(۳) تلے دیوار گلشن کے پڑے ہیں ناتوانی سے ۔ دوسری صورت ۔
(۱) - صدرالدین - صنادید ۔
(۴) بیاض - ۲ ویران ، نگارستان ۔

(۵) ویران ۲ -
(۶) بیاض ، ویران ۲ -
(۷) بیاض ، ویران ۲ -
(بقیه غ ۱۳۲) -

قطعه

ویران -

ابیات

(۱) بیاض -
(۲) نغز ، ذکا ، عیار - ہر سمت جلوہ گر ہے - عیار -
(۳) بیاض ، بلاغت -
(۴) بیاض -

مطلع

(۱) صدرالدین ، منتخبه ، شیفته ، نازنیناں ، عوض ، ویران ، نگارستان -
(۲) بیاض ، ویران -
(۳) نازنیناں ، عوض ، ویران -
(۴) ویران -
(۵) شیفته ، فخر ، نازنیناں ، گلستان ، ویران ، نگارستان -
(۶) بیاض -
(۷) بیاض -
(۸) نازنیناں ، عوض ، ویران -
(۹) ویران -
(۱۰) منتخبه ، ویران -
(۱۱) ویران -
(۱۲) ویران -
(۱۳) ویران -
(۱۴) ویران -
(۱۵) منتخبه -
(۱۶) بیاض -

غ ۱۳۳ - ۳۵ نازنیناں ، عوض - هاجر ، ۳۴ - ویران ۳۴ (۱۷ هاجر ، ویران نہیں) -

ش ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۲۴ ، ۲۵ ، ۳۰ ، بے خار -
۲ ، ۴ ، ۶ ، ۷ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵ ، ۲۸ ، بے نظیر -
۴ ، ۶ ، ۱۱ ، ۱۸ طبقات -
۱۵ ، ۲۱ ، ۲۳ ، ۲۶ ، ۳۱ - گلستاں -
۱ ، ۲ ، ۴ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۴ ، ۲۴ ، ۲۹ فخر - ۵ - متفرقات -
۱۹ بے خزاں -

(نگارستان میں یہ غزل ۳۹ اشعار پر مشتمل ہے - زائد شعر غزل دوم سے لیے گئے ہیں) -

(۶) رکھ مکدّر بس اب اے چرخ نہ اتنا - نازنیناں -
رکھ مکدّر نہ اب اے چرخ بس اتنا - نگارستان -
(۷) ہوئیگا . . . . نازنیناں - عوض -
(۸) بستگی دل کو ہے اس زلف گرہ گیر کے ساتھ - نگارستان -
(۱۱) جا بہ جا نام تو جوں نقش قدم - نگارستان -
(۱۸) تن سے کیا جان کے دل اپنا - نازنیناں ، طبقات ، هاجر -
(۱۹) آ چکی ہے سرگرداب فنا - نازنیناں ، نگارستان - هاجر -
(۲۲) اے جنوں تو نے تو کانٹوں پہ - نگارستان ، هاجر -
(۲۴) . . . . تو کہے گا ہم کو - نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، هاجر -
(۲۸) . . . . گل کی دو رنگی نے (ہے) مارا ہم کو - هاجر -
(۳۱) ارہ ساں دیوے ہے دنداں . . . . نگارستان - هاجر -
(۳۲) . . . . سو مانند انار - نگارستان ، هاجر (هاجر میں پہلے حباب لکھا گیا ، پھر اسے کاٹ کر انار بنایا گیا) -
(۳۳) . . . . ہیولا ہم کو - نگارستان -
(۳۴) . . . . کہ چھپا لیوے ہے - نازنیناں ، عوض . . . . چھپا سکتی ہے - نگارستان -
زیر دامن نگہ آہوے صحرا ہم کو - هاجر -
(۳۵) ہم تو کہتے تھے - نگارستان -

غ ۱۳۴ - ۳۳ ویران - نازنیناں ۳۲ ، عوض ۳۲ ، ہاجر ۳۲ ، (۲۲ نازنیناں ، عوض ، ہاجر نہیں) -

ش ۶ ، ۱۵ ، ۲۵ ، ۲۹ طبقات -

۲۵ ، شیفتہ ، صنادید -

۱۴ ، ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۹ ، ۲۴ ، گلستاں - ۱۴ بلاغت - ۱۵ ، ۳۳ ،
بے خار - ۱۵ ، ۲۵ ، ۳۳ ، فخر - ۳۴ ، سفینہ -

اس غزل کے اشعار ۲ سے لے کر (۳ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے) ۱۴ تک نگارستان میں بھی ملتے ہیں -

(۱) تھا مگر خاک میں اس ڈھب سے - نگارستان -

(۲) چھوڑ ہونے دے ابھی خاک پہ ٹھنڈا - نگارستان -

(۴) اپنے اس عشق پہ بھی رشک کی جا - نازنیناں ، عوض -

(۶) . . . . جو تھی تمنّا ہم کو - نازنیناں ، طبقات ، عوض ، نگارستان ، ہاجر -

(۹) ٹپکا مژگاں سے جگر ہو کے لہو - نازنیناں ، عوض -

(۱۱) یہ تو یوں مضطرب اور سینہ پہ - نازنیناں ، عوض -

(۱۲) خطِ طغرا سے لکھو - ہاجر -

(۱۴) جس کی آواز سے ہیں رونگٹے - نازنیناں ، عوض ، گلستاں ، ہاجر -

(۱۵) کہ دیا زہر بھی جو آس نے - نازنیناں ، طبقات -

(۲۰) سنگ دل گور میں بھی تین دن - گلستاں ، نگارستان ، ہاجر -

ہے سیوم میں جو ترے آنے کا - نازنیناں ، عوض -

ہے جو سویم میں ترے آنے کا - ہاجر -

(۲۴) کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے - سفینہ -

(۲۵) ہم تبرک ہیں فقط - نازنیناں ، عوض -

(۳۰) . . . . اب ہے کھٹکا - نازنیناں ، عوض -

(۳۲) . . . . کچھ دھیان رہا - نگارستان -

غ ۱۳۵ - ۱۰ بیاض - ویران (۷ ویران نہیں) -

(۴) مر جائے گا جو تیرا گرفتارِ دامِ زلف - ویران -

غ ۱۳۶ - ۱۰ بیاض (۵ کا دوسرا مصرع) -

ویران ۸ (۲ ، ۸ ویران نہیں) -

ش ۱ ، ۹ نازنیناں ، عوض ، محتشم ، ھاجر - ۱۰ بلاغت -

(۴) آدمیت سے ھے بالا آدمی کا مرتبہ - ویران -

(۱۰) میکدہ میں ایک پگڑی کل ھوئی تھی - بلاغت -

غ ۱۳۷ - ۹ بیاض - ویران ۸ (۳ ویران نہیں) -

(۴) . . . . تو رکھتے ھی بس درمیان سے وہ شق ھو - ویران

(۵) اگر آبلہ سے میں پھاھا اٹھاؤں - بیاض -

. . . . تو خورشید محشر کو تپ سی چڑھاؤں - ویران -

(۸) . . . . کچھ جو سدِّ رمق ھو - ویران -

(۹) کرے کون بحر تقارب مضاعف تری طرح اے ذوق بحر غزل میں

(ابتدائی قلم زد) -

غ ۱۳۸ - ۱۴ بیاض - ویران ۱۳ (۸ ویران نہیں) -

ش ۱ - بے خار ، فخر -

(''یہ غزل زمانۂ ابتدائے سخن گوئی لکھی ھے -'' حاشیہ ویران)

تو روشن حلقۂ جیب سے اپنی کیوں نہ تنور آتش ھو - ابتدائی

دیکھ تنور - ویران

(۵) . . . . یاقلقل مئے یا نالہ نے - ابتدائی

دل کھینچنے میں ھاں کوئی ھو - ویران

(۷) . . . . تو سرمۂ دود دل سے مرے - ویران

طاؤس فلک کا سینہ مثلِ سینۂ باز منقش ھے - ابتدائی

(۱۰) اب ارّہ جنبش ابرو سے - ویران

(۱۴) کیا رجز کو کر مقطوع مرفل تم نے غزل یہ لکھی ھے

ذوق اس کے وزن کو سن کر شادان - ابتدائی

غ ۱۳۹ - ۷ بیاض -

غ ۱۴۰ - ۱۴ بیاض -

ش ۲ ، ۳ ، ۶ ، ۱۱ ، ۱۲ - ویران

(۲) اثر ھے وہ مری وحشت کا - ویران

(۳) ترا مجنوں تفتہ دشت میں - ویران
(٦) ڈبوویں گر سبکدوش آشنا کو . . . ویران
(۱۱) بجائے حق تعالٰی اوس یزیدی رند مشرب سے - ویران -

غ ۱۴۱ - ۹ - بیاض ۸ -
(مقطع بیاض میں موجود نہیں ، آزاد میں شامل ہے) -
ش ۱ - ویران -

غ ۱۴۲ - ۴ - نگارستان ۳ - (۲ نگارستان نہیں) -
ش ۱ - شیفتہ ، نازنیناں ، عوض ، فخر ، صنادید ، سفینہ ، بے خزاں ، گلستان ، ویران - ۲ - منتخبہ -

غ ۱۴۳ - ۳ ویران -

غ ۱۴۴ - ۱۴ بیاض -
ش ۱ ، ۲ ویران -
(۱) تو اس کشتے کی تربت سے بھی - بیاض -

غ ۱۴۵ - ٦ بیاض -
ش ۱ ، ۲ ، ۴ - ویران -
(۱) جب سے وہ گھر میں نہیں ، بیاض -
(۳) اس شعر کو آزاد میں مقطع بنا کر پیش کیا گیا ہے :
شام ہی سے دل بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

غ ۱۴٦ - ۸ بیاض -
ش ۱ منتخبہ ، ویران -

غ ۱۴۷ - ۱۴ بیاض -
ش ۲ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ویران -
(۳) گلی کو یار کی تم خانۂ شفا سمجھو - ابتدائی -
(٦) وہ دیکھ دیکھ کے ھنستے ھیں جسم بے جان کو
نہ سمجھو جسم یہ دیوارِ قہقہا سمجھو - ابتدائی -

غ ۱۴۸ - ۳ بیاض ، نازنیناں ، عوض -
ش ۱ ، ۲ ، بے خار ، فخر ، ویران ، نگارستان -

غ ۱۴۹ - ۳ ویران -

اشعار - ۲ بیاض (یہ دونوں شعر آزاد میں ردیف ''سے'' کے ساتھ آئے ہیں) -

مطلع (۱) شیفتہ ، نازنیناں ، عوض ، فخر ، صنادید ، ویران -

(۲) بیاض ، ویران -

(۳) منتخبہ ، بے خار ، فخر ، بیاض ، ویران -

پوشاک آبی آپ کی گر دل پسند ہو ، فخر -

(۴) بیاض ، ویران -

(۵) ویران -

(۶) ویران -

(۷) بیاض ، ویران -

(۸) ویران -

(۹) ویران -

(۱۰) بیاض -

غ ۱۵۰ - ۳۹ نازنیناں ، ویران ، ھاجر ، بیاض - عوض ، ۳۷ - نگارستان ۳۶ - (عوض میں ۶ کا مصرع اولی اور ۷ کا مصرع ثانی ملا کر ایک شعر بنایا گیا ہے ، ۱۱ شامل نہیں ہے) -

(۹ ، ۱۶ ، ۲۶ ، نگارستان نہیں) -

ش ۱ ، ۸ ، ۱۶ ، بے خار ، فخر -

(۱۱) کرتا ہے سیہ نہ ورق چرخ تو - نازنیناں -

کرتے ہیں سیہ - نگارستان ، ھاجر -

(۱۲) کیا ہوئے گا - نازنیناں ، نگارستان -

(۱۴) کہ جوں تیغ - نازنیناں ، نگارستان -

بے خم ہے تو اک اس میں ہے خم - نازنیناں ، نگارستان ، ھاجر -

(۱۶) پیدا دم افعی سے ہو سم - نازنیناں -

(۲۰) . . . . ہو جن کو پس از مرگ بھی - نازنیناں ، ھاجر -

تنگ اُن کو کرے کنجِ عدم . . . . نازنیناں ، ھاجر -

(۲۰) . . . . کچھ پھونکا ہے ایسا - ھاجر -

ابھرے ہے حبابِ لب یم - ھاجر ، نازنیناں ، ویران -

آیا ہے مرا ناک میں دم - نگارستان -

(۲۶) روکے تو ابھر جائے - ھاجر -

(۳۲) اے تیغ ستم گار - نازنینان ، عوض ، هاجر -
اے خنجرِ سفّاک - نگارستان -
(۳۸) تو اس کا بھرے عشق میں دم - نازنینان ، عوض ، نگارستان ،
هاجر -
غ ۱۵۱ - ۹ بیاض - ویران ، نگارستان ۷ (۳ ، ۷ نہیں) -
ش (۱) تو مار سر په هاتھ - نگارستان -
(۳) کھاتا ھے اس مزے سے - ویران ، نگارستان -
(۴) خط دے کے دل میں تھا - ویران ، نگارستان -
پر اس نے رکھ دیا دہنِ نامه بر په هاتھ - ویران -
(۶) قاتل کبھی نه تو نے اٹھائے هزار حیف - ویران -
(۸) اے شمع ایک چور ھے بادی نسیم صبح - ویران -
باوی - نگارستان -
(۹) جو دیکھے اوس کو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق
جب ناز سے کھڑا هو - ویران -
غ ۱۵۲ - ۷ بیاض ، ویران -
ش ۱ ، ۲ نگارستان -
(۲) ملا جو غیر نے عطر اس کو واں - ویران ، نگارستان -
(۳) مریض سوز محبت کی دیکھتا گر نبض -
تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے پھلتے هاتھ - ویران -
(۴) فقیر وجد میں گر هاتھ اٹھائے - ویران -
(۶) جو چھیڑے برق کے شعلے کو تیرا سوختہ جان
تو وہ کہے کہ لگا تو نه جلتے جلتے هاتھ - ویران -
غ ۱۵۳ - ۲۱ - بیاض ۲۰ - فخر ۲۰ - ویران ۱۵ ، نگارستان ۱۵ (۱۰ بیاض -
۱۹ ، عوض ، فخر - ۵ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ویران ،
نگارستان نہیں) -
(۱) روز آفتیں نئی هیں - ویران ، نگارستان -
جب دیکھو زخم تازہ ھے - ویران -
(۲) ھے اس کی سادگی بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ - نگارستان -
سیدھی سی بات بھی ھے تو اک بانکپن کے ساتھ - ویران -
(۳) اب جو ھے اپنا کام - بیاض -

(۴) یاد آ گیا ترا قدِ رعنا جو باغ میں - ویران ، نگارستان -

(۵) ہے ان کا تار بخیہ بھی - ابتدائی -

(۷) پایا ذرا اثر نہ کہیں - عوض -

(۱۰) تعویذ سے ہو زلف کے سودا زدوں کو سود -
لکھیں اگر سیاھی . . . . ابتدائی -

(۱۱) ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
ٹکڑے اڑا دے جسم کے تو - ویران -

(۱۲) گل کیا کہ بھاگتی ہے چمن سے بھی بوئے گل - ابتدائی .

(۱۴) وحشت تو دیکھو - بیاض -

(۱۵) عشق اژدر بلا کو بھی لیتا ہے دل میں کھینچ -
مارے ہے گر کمند - ابتدائی -
ترے بلا کش اژدر دوزخ کو کھینچ لیں -
اک آتشیں کمند - ویران -

(۱۸) کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے - ابتدائی -

(۱۹) تجھ بن بہ‌تنگ ہو کے کوئی خانماں خراب -
ٹکرا رہا ہے سر - ابتدائی -

(۲۱) ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا -
جب تک کہ روح کو ہے - ویران -

غ ۱۵۴ - ۵ (ظفر کی ایک غزل بہ قلم ذوق) :

جائے اے قاصد اگر واں تو قدم برداشتہ
ایک خط کیا لکھیں ہم سو خط قلم برداشتہ
آفریں ہمت کو انساں کی یہ پُتلا خاک کا
کس قدر ہے سر پر اپنے بارِ غم برداشتہ
کفر اور اسلام سے کیا کام عاشق کو ترے
ہے یہ دیوانہ تو از دیر و حرم برداشتہ
جب رواں ہوتی ہے عاشق کی تمھارے فوج اشک
نالۂ دل ساتھ چلتا ہے علم برداشتہ
ہاتھ میں ہے جن کے زروہ پنجۂ خورشید وار
دیتے ہیں دنیا میں وہ دست کرم برداشتہ (کذا)

مطلع - ۱ - بیاض - ۲ - بیاض ، ویران - ۳ - ویران - ۴ - منتخبہ ؛ ویران - ۵ - منتخبہ ، شیفتہ ، فخر ، گلستان ، ویران ، نگارستان - ۶ - نازنیناں ، عوض -

غ ۱۵۵ - ۳۱ - نازنیناں ، ویران ، نگارستان - عوض ۳۰ -
هاجر ۳۰ - (عوض ۱۱ ، پہلا مصرع - ۱۲ ، دوسرا مصرع
مل کر ایک شعر بنتا ھے - ۱۲ ھاجر نہیں) -
ش ۱ ، ۲ بے خار ، فخر - ۶ ، ۷ - ۱۵ - گلستان -
(۳) کھائے داغ آتشیں رخسار سے - نازنیناں ، عوض ، ویران -
نگارستان ، ھاجر -
(۱۶) یہ بھی اس نازک بدن کو ھو گراں - نازنیناں ، نگارستان ، ھاجر -
(۱۶) . . . . نظر کے تار سے - نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، ھاجر -
(۲۳) . . . . دیوار سے (سہو کاتب) - نازنیناں -
(۲۶) اس دہن کا مصرع موزوں عجب - نازنیناں عوض، نگارستان ، ھاجر-
(۳۰) نا کسوں سے کیوں رکیں - نگارستان -
(۳۱) . . . . کو ھو نقصان لطف عام - نازنیناں ، عوض -

غ ۱۵۶ - ۸ بیاض -
ش ۱ ، ۲ - ویران -
(۵) پر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نہ کرے - دوسری صورت -
(۸) مولانا آزاد کے یہاں یہ شعر مقطع کی صورت میں درج ھے -
پھر چلا مقتل عشاق کو قاتل اے ذوق -

غ ۱۵۷ - ۹ بیاض -
ش ۱ - ویران -
غ ۱۵۸ - ۲۳ - بیاض ۲۱ شعر (شعر ۵ کا دوسرا مصرع اور پہلے
مصرع کا " تم مثل نقش پا " ھی بیاض میں ملتا ھے - اس طرح شعر
۲۲ کا بھی صرف دوسرا مصرع ھی موجود ھے) - مصرع ھائے اولی
جن کو قوسین میں دیا گیا ھے ، آزاد میں ملتے ھیں -
ش ۱ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۲۳ - نازنیناں ، عوض
ویران ، نگارستان -
۷ بے خار - ۹ - ۱۵ گلستان - ۶ ، ۷ فخر -
(۲) مجھ کو ملا چلے . . . . بیاض -
(۸) . . . . رکھے نہ پاؤں ، نازنیناں ، عوض -
(۱۱) کیا دیکھتا ھے حال مرا - عوض -
(۱۳) آلودہ سرمہ سے نہ ھوئی - نازنیناں ، عوض ، ویران -

غ ۱۵۹ - ۴ - معدن ، بیاض ، ویران ۔

ش ۱ - ۴ صدرالدین ، شیفته ، صنادید ، نگارستان - ۱ سفینه - ۴ فخر ۔
(۱) موت پڑتی ہے اجل کو - صدرالدین ، شیفته ، نگارستان ۔
(۲) وہ نه جاگے رات ہم کو ضد سے - ویران ۔

غ ۱۶۰ - ۳۲ - بیاض ۳۰ - فخر ۳۰ - ویران ۲۸ - (۳۰ ، ۳۱ بیاض -
۱۵ ، ۱۸ فخر - ۱۴ ، ۲۲ ، ۲۵ ، ۳۱ ویران نہیں) ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۸ - طبقات ۔
۳ ، ۴ بے خار - ۳ ، ۴ ، ۱۳ ، ۲۴ ، ۲۶ - نگارستان ۔
(۴) الجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے - بے خار ، ویران ۔
(۸) بہتر ہو - ویران ۔
(۹) اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے - بیاض ، ویران ۔
(۱۰) . . . . گھر اکثر - فخر ۔
(۱۴) . . . دامن گلزار دامن سے - بیاض ۔
(۱۹) مربی بھی نہیں دیتے ہیں خوں ریزی کو آرائش - فخر ۔
(۱۵) ہوا بے پردہ بھی ہم سے تو اس نے یوں کیا پردہ - ویران ۔
(۲۷) که جس کو آستیں سے ننگ ہے اور عار دامن سے - ویران ۔

غ ۱۶۱ - ۲۸ بیاض - ویران ۲۶ (۶ ، ۲۶ ویران نہیں) ۔

ش ۸ گلستان ۔
(۳) بیاض میں 'سو ہم نے دل میں مزے' اتنا ہی مصرع لکھا ہوا ہے - یه بھی اس امر کا ایک ثبوت ہے که یه غزل ذوق کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے ۔
(۱۵) تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے - ویران ۔
(۱۹) که ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ - ویران ۔
(۲۵) اگرچه چشم سخن گو - ابتدائی ۔
(۲۸) بنایا ذوق اگرچه ضعیف انسان کو
پر اس ضعیف سے یه کام دو جہاں کے لیے - ابتدائی ۔

غ ۱۶۲ - ۸ بیاض اخبار - بے خار ۶ - ویران ۷ - نگارستان ۶ (شعر ۳ ،
۸ بے خار - ۷ ویران - ۳ ، ۵ نگارستان نہیں) ۔

(۴) توکل کبھی . . . . - ویران -
جو ہم مقابلہ میں تجھ کو . . . . - دھلی اردو اخبار -
مقابلہ میں جو ہم تم سے روبرو - نگارستان -
ڈھونڈیے . . . . - ویران -
غ ۱۶۳ - ۷ بیاض - ویران ۶ - (۴ ویران نہیں)
ش ۱ ، ۲ ، ۶ نگارستان - ۱ گلستان -
(۳) نہیں پروین کہ یہ ھیں حلقۂ پرویں میں ملک
لائے اس عارضِ روشن سے پسینا بھر کے - ویران -
(۴) زنگ سے دیکھ نہ بھر اس میں تو کینا بھر کے - ویران -
غ ۱۶۴ - ۱۱ بیاض - نازنیناں ۷ - عوض ۷ - ویران ۷ - نگارستان ۷ - ھاجر ۷ -
(۴ ، ۵ ، ۷ ، ۹ نازنیناں ، عوض ، نگارستان ، ھاجر -
۴ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ویران نہیں) -
ش ۲ ، ۶ ، ۸ بے خار ، فخر -
(۱) جوں کبادہ ھلتا ھے - نازنیناں ، عوض ، ھاجر ، نگارستان -
(۲) بوجھ کم ھے اس کا - نازنیناں - عوض ، ھاجر -
بوجھ اس کا کم ھے اے لیلیٰ - ویران -
(۸) . . . . اٹھا کر بار عشق (کذا) - بیاض -
(یہ غزل بیاض میں اس طرح لکھی ھوئی ھے کہ پہلے شعر کے بعد کی شعر کے آخر میں ردیف نہیں آئی) -
غ ۱۶۵ - ۱۲ - بیاض ۱۰ - ویران ۱۱ - (شعر ۱۱ ، ۱۲ بیاض - ۵ ویران نہیں -)
ش ۱ نگارستان -
(۵) بہا جاتا ھے دل خون ھو کے یہاں اب - ابتدائی -
(۹) کبھی جو سر اٹھایا بھی . . . . - ویران -
سر اپنا جا لگا جھک کر . . . . - ابتدائی -
غ ۱۶۶ - ۱۰ بیاض -
(یار ھنسنے حال پر ھم خستہ جانوں کے لگے)
پہلے یہ غزل اس زمین میں لکھی جانے والی تھی ، پھر یہ مصرع کاٹ دیا گیا اور دوسرے قافیے کے ساتھ غزل کہی گئی -

غ ۱٦۷ - ۲۰ - بیاض ۱۸ - نازنیناں ۱۲ - عوض ۱۲ - ھاجر ۱۲ - ویران ۱۳ - نگارستان ۱۰ -
(۳ ، ۴ ، ۵ ، ٦ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۷ ، ۱۹ نازنیناں ، عوض ، ھاجر - ۴ ، ۵ ، ٦ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۷ ، ۱۹ ویران - ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ٦ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۷ ، ۱۹ نگارستان نہیں) -

ش ۱ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱٦ ، ۱۸ ، ۲۰ بے خار -
۱ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱٦ ، ۱۸ ، ۲۰ فخر -
۱ ، ۴ منتخبه -

(۱) نه دے تو جام ڈبو کر - بے خار ، نازنیناں ، عوض ، نگارستان -
(۹) صبا بگوله بنے اس اسیرِ زلف کی خاک - بے خار ، فخر ، ویران -
(۰) صبا بگولے میں ھو . . . . - نازنیناں ، عوض ، نگارستان -

غ ۱٦۸ - ۹ بیاض - ویران ٦ - نگارستان ۸ -
(٦ ، ۸ ، ۹ ویران - ۹ نگارستان نہیں) -
ش ۱ منتخبه ، نازنیناں ، عوض -

(۱) جو اک دن . . . . - ویران -
(۲) رواں ھوں اور بھی آنسو خیالِ خالِ شبگوں سے -
نہیں یه وه رطوبت جس کو روکیں حبّ افیوں سے - نگارستان -
(۳) ھوا ھوتا ھے دم اپنا (تو) تری چشم پر افسوں سے (کذا) - ابتدائی -
(۴) یه گیتی ھے وه خم خانه - ابتدائی -

غ ۱٦۹ - ۱۰ بیاض -
ش ۱ منتخبه ، شیفته ، صنادید ، ویران -
(۸) بلا سے ٹوٹ کے بارے کنارے آن لگی - اصلاح -
بیاض میں مقطع شعر ۸ کے بعد لکھا ھے -

غ ۱۷۰ - ۱۰ بیاض -

غ ۱۷۱ - ۱۰ بیاض - ویران ۹ - نگارستان ۸ (۹ ویران - ۹ ، ۱۰ نگارستان نہیں) -
(۵) مضمون خال لب په اگر بخش دے خدا
اس سے عجب نہیں که وه نکته نواز ھے - نگارستان -

غ ۱۷۲ - ۱۶ ، بیاض -
ش ۱ ، ۵ - ویران -
غ ۱۷۳ - ۱۲ ، بیاض -
ش ۳ منتخبه ، شیفته ، صنادید ، ویران ، نگارستان -
(۳) کہتے هیں لوگ موت کو - شیفته ، صنادید ، ویران ، نگارستان -
غ ۱۷۴ - ۹ بیاض -
(۲) دے هنس کے لفظ میں دکھا - ابتدائی -
غ ۱۷۵ - ۳ بیاض -
غ ۱۷۶ - ۱۳ بیاض - ویران ۱۱ (۷ ، ۱۰ ویران نہیں) -
(۱) رغبت بشر کو هے جو طریق خلاف سے -
پہنچی غذا شکم میں اسے راہِ ناف سے - اصلاح -
(۹) هر روز سخت گذرے هے روز مصاف سے - ابتدائی -
مقطع درمیان غزل میں لکھا هے -

غ ۱۷۷ - ۱۱ بیاض ، ویران ، نگارستان -
(۲) مرے تعلق نے اک جہان سے کیا هے ناساز ساز مجھ کو - ابتدائی -
(۴) جگر گدازی هے دل خراشی هے - نگارستان -
(۹) جو ٹوٹنا هے تو ٹوٹ کر مل - ابتدائی ، ویران ، نگارستان -

غ ۱۷۸ - ۱۹ - بیاض ۱۷ - ویران ۱۷ - فخر ۱۷ - (۵ ، ۱۸ نہیں) -
ش ۱۸ گلستان - یه شعر ظفر کے دیوان میں بھی ملتا هے -
۱ ، ۳ ، ۵ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۹ - نگارستان -
(۴) نه اٹھیں صبح قیامت کو بھی یه متوالے - ابتدائی -
(۱۰) نه ستم کا کبھی شکوہ نه کرم کی خواهش - ویران ، نگارستان -

غ ۱۷۹ - ۷ - ویران ، نگارستان ، بے نظیر - محتشم ۶ (۳ نہیں) -
ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ معدن - ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۷ نازنیناں ، عوض - ۱ ، ۳ ،
۴ ، ۵ ، ۶ بے خزاں - ۳ ، ۵ صدرالدین - ۱ شیفته ، صنادید ،
سفینه - ۲ منتخبه ، عیار -
(۲) سر همارا اس کے وقت ذبح زیر پائے هے - منتخبه ، عیار -
(۳) که وه یہاں آتے آتے تھم گئے - صدرالدین -
(۴) . . . . پھر گئے - نگارستان -

آف ری بیتابی کہ دم یہاں دم بہ دم گھبرائے ہے ۔ صدرالدین ۔
آف ری بیتابی یہاں تو جی ہی نکلا جائے ہے ۔ نگارستان ۔
(۵) واہ رے . . . . معدن ، بے خزاں ۔
(۶) کہ پھر چھاتی ابھی بھر آئے ہے ۔ بے خزاں ۔
(۷) نزع میں بھی ذوق کو ۔ ویران ، محتشم ، نگارستان ۔

غ ۱۸۰ - ۱۶ بیاض ۔ فخر ۱۴ ۔ ویران ۱۳ ۔ نگارستان ۱۳ - (۷ ، ۱۵ فخر - ۷ ، ۱۰ ، ۱۵ ویران ، نگارستان ۔ نہیں) ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۶ - بیاض آردو ۶ - ۶۷ -

(۲) لینا ہے مول گر دل و جاں لے نہ پوچھ مول ۔ ابتدائی ۔
کیا مجھ سے قیمت دل و جان پوچھتا ہے تو ۔ فخر ، نگارستان ۔
(۳) یاد آیا یہاں کے آنے کا وعدہ تو کب انھیں ۔ ابتدائی ۔
(۴) کیا مدّعا میں خط میں لکھوں اس کو نامہ بر ۔ ابتدائی ۔
پہلے ہی مدّعی مرے ان کو پڑھا چکے ۔ ابتدائی ۔
(۵) آنا قیامت اس کا ہے ہم انتظار میں ۔ ابتدائی ۔
کب تک رہیں کبھو کہیں اک روز آ چکے ۔ ابتدائی ۔
جو ہو سو ہو بلا سے یہ اب سر کے ساتھ ہے ۔ ابتدائی ۔
ہم سر پہ اپنے . . . . ۔ ابتدائی ۔
(۸) اک بار ایسی کوئی لگا تیغ کار گر ۔ ابتدائی ۔
(۹) زہراب ہے کہ آبِ بقا سب ہے نوش جاں ۔ ابتدائی ۔
(۹) زہراب بھی ہے بادہ تو کر لیں گے نوش جاں ۔ ویران ، نگارستان ۔
(۱۰) تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو ہمیں ۔ ابتدائی ۔
(۱۳) قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خوں میں نہا چکے ۔ ویران ۔
(اس غزل پر زعفرانی رنگ کی روشنائی سے اصلاح دی گئی ہے اور اشعار بڑھائے گئے ہیں) ۔

غ ۱۸۱ - ۱۰ بیاض ۔
۱ ، ۲ ، ۵ ، ۱۰ ۔ ویران ۔

(۱۰) چلا پہلو سے اٹھ کر جب کہ وہ آرام جان و دل ۔ ابتدائی ۔
ویران ۔

غ ۱۸۲ - ۱۴ بیاض ۔

ش ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۹ ویران ۔

(۷) اک غمزہ ترا چشم فسوں کار فسوں ہے ۔ ابتدائی ۔
(مقطع شعر ۹ کے بعد لکھا ہے) ۔

غ ۱۸۳ - ۱۴ بیاض ۔

غ ۱۸۴ - ۶ بیاض ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ۔ ویران ، نگارستان ۔

(۳) ہم سا بھی اس بساط پہ کم ہوگا بدقمار ۔ نگارستان ۔

(۵) سن کر صدائے قیس . . . . ۔ ابتدائی ۔

غ ۱۸۵ - ۱۰ بیاض ۔ ویران ۷ (۴ ، ۸ ، ۹ ویران نہیں) ۔
سمجھے ہے واجب الرعایت دوست ۔ ویران ۔

(۶) کر نہ گریہ میں تو کمی اے چشم ۔ ویران ۔

(۸) پہلے یہ شعر قلم زد کر دیا گیا پھر تین صاد بنا دیے گئے ۔

(۱۰) ذوق پہنچا دیا محبت نے
دور ساری نہایتوں سے مجھے
یہ مقطع درمیان غزل میں لکھ کر قلم زد کر دیا گیا ۔

غ ۱۸۶ - ۶ بیاض ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۴ ۔ ویران ۔

(۱) اگرچہ لے چکا ہے تو دل و دیں اک زمانے سے ۔ ویران ۔
نہیں اس پر بھی اے ظالم ترا ۔ ویران ۔

غ ۱۸۷ - ۲۵ بیاض ۔

ش ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۶ ، ۸ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۸ ، ۲۰ ، ۲۵
ویران ۔

(۱) یاں وہ نشے نہیں جنھیں ترشی آتار دے ۔ ویران ۔

(۳) چھلا نہیں تو چھلے کا گل اے نگار دے ۔ ویران ۔
کچھ تو نشانی اپنی . . . . ۔ ویران ۔

(۴) تو آنکھ میں نہ سرمۂ دنبالہ‌دار ۔ ویران ۔

(۶) کیا خاک تجھ پہ جان کوئی جاں نثار دے - ویران -
(۱۱) جب قصد خون کو آئے تو پہلے پکار دے - ویران -
(۱۴) بے فیض گر ہے چشمۂ آب بقا تو کیا - ویران -
(۱۹) ھارے بلا سے اپنے دل و جاں گو عشق باز - ابتدائی -
(اس غزل کے مطلعے جن کے ساتھ اولیٰ ثانی ، ثالث ، رابع ، خامس ، سادس لکھا ھوا ھے ، درمیان غزل میں آئے ھیں جو اس مسودے کے اصل ھونے کا ثبوت ھیں) -

غ ۱۸۸ - ۱۹ بیاض - ویران ۱۸ (۱ ویران نہیں) -
(۱) کیا کہوں پوچھ نہ خوں نابۂ حسرت کے مزے - ابتدائی -
خنجر ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو - ویران -

غ ۱۸۹ - ۵ بیاض -

غ ۱۹۰ - ۹ بیاض ، ویران -
(۲) . . . . کہا جائے جو ہم سے - ویران -
(۷) کیا کہتے ہو آنے کو سرِ خاکِ شہیداں - ویران -

غ ۱۹۱ - ۱۳ بیاض - ویران ۸ - نگارستان ۷ (۴ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ، ۱۱ - ویران - ۴ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۲ نگارستان نہیں) -
(۵) تپ دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار - ویران - نگارستان -
اس کو کافور . . . . - ویران ، نگارستان -
(۶) کیا ھنسے غنچہ ترے آگے کہ اس کے منہ پر
چٹخنا ایک ابھی باد سحر دیتی ھے - ابتدائی -
(اس غزل کا مقطع درمیان غزل میں آیا ھے جو اس کے اصل ھونے کا ثبوت ھے) -

غ ۱۹۲ - ۴ بیاض - ویران ۳ - (۴ ویران نہیں) -
(۴) بت خانہ میں نالہ جو بھروں (کذا) - بیاض -

غ ۱۹۳ - ۹ بیاض -

ش ۱ ، ۴ ، ۵ ، ۹ - ویران -
(۱) دل بچے کیوں کر نگاہِ چشمِ شوخ و شنگ سے - ویران -

غ ۱۹۴ - ۱۳ بیاض -
ش ۱ - ویران -
غ ۱۹۵ - ۷ بیاض -
غ ۱۹۶ - ۹ بیاض -
ش ۱ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۹ - ویران -

---

(۱) اب تو (یہ) کہتے ھیں جھنجلا کے کہ مر جائیں گے - ابتدائی -
اب تو جھنجلا کے یہ کہتے ھیں - اصلاح اول -
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائیں گے - بیاض -
(۶) . . . . خون کا دعوی تجھ - ویران -
غ ۱۹۷ - ۹ بیاض - ویران ۷ - (۵ ، ۷ ویران نہیں) -
(۳) کیوں ھم نے دیا دل تجھے او سنگ دل اپنا - ویران -
(۶) لیتے ھیں شب وصل میں ھم ان کے جو بوسے - ویران ، نگارستان -
وہ لب پہ سحر رنگ مس کو نہیں پاتے - ویران ، نگارستان -
غ ۱۹۸ - ۱۳ بیاض - ویران ۱۱ (۸ ، ۱۲ ویران نہیں) -
(۱) ھوئے وہ کب قائل قیامت - ویران -

*

ھوئے (وہ) قیامت کے کب وہ قائل - پہلے صرف اتنا ھی لکھا تھا -
جو تیرا قامت نہ دیکھ لیں گے - ابتدائی -
(۱۲) ابتدائی نسخے کی قرأت ممکن نہیں -
غ ۱۹۹ - ۱۷ بیاض -
ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۵ ، ۸ ، ۱۱ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۷ ویران - ۱ منتخبہ -
(۲) . . . . کب وہ مہ جبیں - بیاض -
(۳) تصوّور اس لب شیریں کا آ جاوے اگر دل میں - ویران -
(۸) ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز پیدا ھوں
ترے ھر ناز پر سو سو کا دم اے نازنیں نکلے - ویران -
(۹) مرے دل میں جو حسرت ھے نکالوں میں کہاں اس کو - ویران -
غ ۲۰۰ - ۷ بیاض -
ش ۱ ، ۲ ، ویران - ۱ منتخبہ -

(۷) مانگا جو اس سے بوسہ ۔ بیاض ۔ (آزاد میں یہ شعر مقطع کی صورت میں ہے) ۔

غ ۲۰۱ - ۱۲ بیاض ۔ ویران ۱۱ ۔ نگارستان ۱۱ (۱۰ ویران ، نگارستان نہیں) ۔

(۳) کیا شاد کو ضعیف کرے ہے زبان خلق ۔ ویران ، نگارستان ۔

(۴) لبریز صد نشاط برنگ ھلال عید ۔ ویران ۔

سینے میں میرے ناخن غم کی خراش ہے ۔ ویران ۔

(۵) آٹھے جہاں سے ھی جو بسترے سے وہ آٹھے ۔ ویران ، نگارستان ۔

(٦) ھوتے وبال دوش نہیں کشتگانِ عشق ، ویران ۔

آڑ جاتی ٹھوکروں ھی میں عاشق کی لاش ۔ ویران ۔

(بیاض میں اس شعر کی ابتدائی صورت کی تلاوت ممکن نہیں) ۔

(۷) بڑندہ ایک تیغ محرّف سے بھی سوا ۔

اس کج ادا نے اور نکالی تراش ہے ۔ ویران ، نگارستان ۔

(۹) گویا کہ دست چشم فسوں گر میں ماش ہے ۔ ویران ، نگارستان ۔

(۱۱) کرتے ھیں اشک و آہ یہ تکلیف کیوں ۔ نگارستان ۔

غ ۲۰۲ - ۱۳ بیاض ۔ ویران ۱۱ (۲ ، ۱۰ ویران نہیں) ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۳ ۔ نگارستان ۔

(۱) رکتّھے گی یہ نہ بال برابر ۔ ویران ۔

رکتّھے گی اب نہ بال برابر ۔ نگارستان ۔

(۳) نکلے ہے کب کسی سے کہ اس کی مژہ کی نوک ۔ ویران ۔

نکلے ہے کب کسو سے کہ اس کی پلک کی نوک ۔ نگارستان ۔

ہے پھانس سی کلیجہ کے اندر لگی ھوئی ۔ ویران ۔

اس شعر کی یہ صورت بھی بیاض میں ملتی ہے :

مژگاں سے تیرے لاگ ہے دل پر لگی ھوئی

اک پھانس ہے کلیجے کے اندر لگی ھوئی

(۴) میّت کو غسل دینا نہ اس خاکسار کی

ہے اس کو خاکِ کوچۂ دل بر لگی ھوئی ۔ نگارستان ۔

(۱۱) مانند خم بھرے ھوئے بیٹھے ھیں بزم میں ۔ نگارستان ۔

(۱۳) اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا ۔ ویران ، نگارستان ۔

غ ۲۰۳ - ۱۵ بیاض -

ش ۱ ، ۲ ویران -

(۳) بعد رنجش ملنے سے رکتا ھے جی یوں چاھیے - ابتدائی -

کچھ اُدھر سے میں بڑھوں اورکچھ اِدھر سے تو بڑھے - اصلاح -

(۴) دشت میں وحشت سے ملنے کو - اصلاح -

(۵) وقت گریہ آہ کو دل میں ھے یوں بالیدگی

جیسے پانی سے نہالِ سروِ آبِ جو بڑھے - ابتدائی -

(٦) تجھ کو بھڑکاتے شرارت سے ھیں کیا کیا غیر اب - ابتدائی -

(۱۵) پیشوائی کو غم جاناں کی چشم و دل سے یاں - ابتدائی -

مقطع درمیان غزل میں آیا ھے جو اس کے اصل ھونے کا ثبوت ھے -

دس شعروں تک یہ غزل زعفرانی رنگ کی روشنائی سے لکھی ھوئی ملتی ھے ، اس کے بعد شعر ۵ اصلاح شدہ صورت میں لکھا ملتا ھے ، باقی شعر کالی روشنائی سے لکھے ھیں اور اصلاح بھی کالی روشنائی ھی سے دی گئی ھے -

غ ۲۰۴ - ۱۱ بیاض -

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۷ ویران -

(۱) جو خانۂ ھستی میں ھے انسان کے لیے ھے - ویران -

(۳) کیوں کر نہ سخن سے ھوں گرفتار تفکّر

ھاں قید قفس مرغ خوش الحاں کے لیے - ویران -

(کیوں کر نہ سخن ور ھو گرفتار تفکر اصلاح بقلم آزاد

زیبندہ قفس . . . .)

غ ۲۰۵ - ١٦ - بیاض ۱۴ - ھاجر ۱۳ - ویران ۹ (۲ ، ۱۵ بیاض - ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ - ھاجر - ۳ ، ۴ ، ٦ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۴ ویران نہیں) -

ش ۱ منتخبہ -

(۱) آیا نہ وہ مہ طلعت - منتخبہ -

لا اے کشش الفت - منتخبہ -

(۲) دے پھونک کہیں دل کو - ویران ، ھاجر -

(۷) لو آٹھو کہیں حضرت کیا دیر لگائی ھے - ویران ، ھاجر -

(۹) اس کے دمِ خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ - ہاجر -
تو نے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ (کذا) - بیاض -
(۱۳) گر قتل ہی کرتا ہے قاتل کہیں جلدی ہو - ویران -
.... کہیں ہو جلدی - ہاجر -
(۱٦) اے ذوق شہید اس کو کرتے ہیں کئی عاشق - ویران -
کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے - ویران -
کھینچے ہوئے تیغے کو آتا ہے وہ جان بازو - ہاجر -
(مقطع نویں شعر کے بعد لکھا گیا ہے - اس کے علاوہ غزل کے دوسرے اشعار سے جو بغیر ردیف کے لکھے گئے ہیں ، یہی پتا چلتا ہے کہ مسودہ اصل ہے اور اس پر نظرثانی نہیں ہوئی) -

غ ۲۰٦ - ۱۱ بیاض -
ش ۱ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ - ویران - ۸ ، گلستان -
غ ۲۰۷ - ۱۰ بیاض - ۸ شعر ۱ مصرع -
ش ۱ ، ۹ ، ۱۰ ویران -
(۲) جو کچھ بنا کے نہ کھوئے یہ چشم تر تو کہے - ابتدائی -
غ ۲۰۸ - ۹ بیاض -
ش ۱ ، ۹ - ویران -
(۷) اس شعر کا صرف دوسرا مصرع بیاض میں لکھا ہوا ہے ، مصرع اولٰے مرتّبہ آزاد سے نقل کیا گیا ہے -
(۸) مصرع اولٰے جس کو قوسین میں دیا گیا ہے ، مرتّبہ آزاد سے نقل کیا گیا ہے -

غ ۲۰۹ - ۷ مسودہ -
(۵) واہ کیا تری کار سازی ہے - ابتدائی -
غ ۲۱۰ - ۱۸ بیاض ، طبقات -
ش ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۸ ویران ، ہاجر - ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۸ ، بے نظیر -
(۲) ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے - ویران ، ہاجر -

(٦) هم نے پہلے ہی کہا تھا ۔ ویران ۔
(٧) پہلے اس کا ناز اوٹھانا ۔ طبقات ۔
(١٠) تیر و پیکاں جتنے تھے دل میں دیے هم نے نکال ۔ ویران ، هاجر ۔
تم کو نکال ۔ (کذا) طبقات ۔
(١٢) خط میں لکھوا کر اسے ۔ طبقات ۔
(١٣) جب کہا قربان ہوں ۔ طبقات ۔
(١۴) واں هلے ابرو یہاں گردن پہ پھیری ہم نے تیغ ۔ ویران ، هاجر ۔
بات کا ایما بھی پانا ۔ ویران ۔
(١٥) زخم کو تو سیتے ہیں سب سوزن الماس سے ۔ طبقات ۔

غ ٢١١ - ٧ مسودہ ، ٦ شعر ایک مصرع ۔
ظفر کے تخلص کے ساتھ یہ غزل ذوق نے لکھی ہے جس کا ثبوت وہ مسودۂ قلمی ہے جو سر تا سر ذوق کی خامہ فرسائی کا مرہون منت ہے ۔ ''یا علی مدد'' جو ذوق کی بہت سی غزلوں کا تمغۂ عنوان ہے ، اس مسودے کے ساتھ بھی موجود ہے ۔

غ ٢١٢ - ٢٥ بیاض ، ویران ۔ نگارستان ٢۴ (١٠ نگارستان نہیں) ۔
ش ١٢ ، گلستان ۔
(٥) اے غنچۂ پریشاں نہ هو تو هو کے شگفتہ ۔ ابتدائی ۔
کیوں غنچۂ گل هنس کے نہ هو جائے پریشاں
غنچہ هوا هنستے هی پریشاں روش گل
اے غنچہ نہ خنداں هو کہ تو هوگا پریشاں
جوں غنچہ نہ خنداں هو . . . .
کیوں غنچہ پریشاں نہ هو هوتے هی شگفتہ ۔ ویران ، نگارستان ۔
اس باغ میں هونا هی دلِ شاد غضب ہے ۔ ویران ، نگارستان ۔
(٩) هم چاهتے هی تم کو گرے سب کی نظر سے ۔ ویران ۔
. . . . سب کی نگہ سے ۔ نگارستان ۔
(١۴) . . . . مرے دیدہ و دل کی ۔ بیاض ۔
(١٦) اخوان شیاطیں هیں یہ مست مئے پندار
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے ۔ ویران ۔

(۲۰) وہ کون سا ہے غم . . . . نگارستان ۔

غ ۲۱۳ - ۱۲ بیاض ، ویران ، نگارستان ۔

(۲) شعلہ بھڑکے ہے یہ ۔ ابتدائی ۔

(۳) نظر اس بت سے جا کے لڑتی ہے ۔ ابتدائی ۔

(۴) کیا کسی پارسا سے لڑی ہے ۔ بیاض ۔

(۵) فوج مژگاں ہیں دو صفیں گویا ۔ ابتدائی ۔

(٦) نگہِ ناز اس کی میرے ساتھ ۔ ابتدائی ۔

(۱۰) جب کسی آشنا سے لڑتی ہے ۔ نگارستان ۔

غ ۲۱۴ - ۱۵ بیاض ۔ ویران ۱۴ (۷ ویران نہیں) ۔

ش ۱ بے خار ، فخر ، صنادید ، گلستان ، سفینہ ۔

(۱) زخمی ہوں میں اس ناوک دزدیدہ نظر سے ۔ ویران ۔

زخمی میں ہوا ہوں تری دزدیدہ نظر سے ۔ فخر ۔

(۱۳) کشتہ ہوں میں کس چشم سیہ مست کا یا رب ۔ ویران ۔

غ ۲۱۵ - ۱٦ مسودہ ۔

(۲) نقطے دیا ہوا حصہ مسودہ میں پھٹا ہوا ہے ۔

غ ۲۱٦ - ۷ مسودہ ، ٦ شعر ایک مصرع ۔

(۲) وہ دن بھی . . . . اس ضمن میں لکھا ہوا ملتا ہے ۔

غ ۲۱۷ - ٦ مسودہ ، ۴ شعر دو مصرعے ۔

(۱) دوسرا مصرع مولانا آزاد کے قلم سے لکھا ہوا ہے ۔

(۷) آخری مصرع مولانا آزاد کے قلم سے لکھا ہوا ہے ۔

غ ۲۱۸ - ۱۷ بیاض ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۷ ، ویران ۔

۳ ، ۱۰ ۔ گلستاں ۔

(۱۰) لیے پھرتی مجھ کو کہیں سے کہیں ہے ۔ ویران ۔

(۱۷) نہ کی آہ سو زخم دل پر اٹھائے ۔ ویران (متن)

نہ اک آہ کی زخم سو سو اٹھائے ۔ ویران (صحت نامہ) ۔

غ ۲۱۹ - ۱۱ مسودہ ۔

غ ۲۲۰ - ۱۱ بیاض ، ویران ۔

ش ۲ ، ۵ ، ۱۰ ۔ نگارستان ۔

غ ۲۲۱ - ۲۹ - نازنیناں ۲۷ ، عوض ۲۷ ، فخر ۲۷ ، ویران ۲۷ ،
هاجر ۲۷ ، نگارستان ۲٦ -
(۲۷ ، ۲۸ نازنیناں ، عوض - ۲۰ ، ۲۸ فخر - ۲۷ ، ۲۸ ویران ،
هاجر - ۵ ، ۲۷ ، ۲۸ ، نگارستان نہیں) -

ش ۱ ، ۲ ، ۵ ، ٦ ، ۱۴ ، ۲۹ - بے خار -
۲۸ - بہارستان -
۹ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ - طبقات -
۱ ، ۲ محتشم - ۲ - بے خزاں -
(۵) . . . . چشم فتنہ زا سمجھے - نازنیناں ، عوض -
(۸) تجھے اے سنگ دل آرامِ جان و دل ربا سمجھے - هاجر -
(۱۸) . . . . کیمیا سمجھے - ویران -
(۲۴) کشادِ کار هم نے . . . . ویران -
خرد کے ناخنوں کو . . . . هاجر -

غ ۲۲۲ - ۲۵ مسوده (وه اشعار جن کی قرأت ممکن هو سکی) -
۱۷ ، ویران ، نگارستان ، نازنیناں ، عوض - (۲ ، ۵ ، ٦ ، ۱٦ ،
۲۱ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ ویران ، نگارستان - ۲ ، ۵ ، ٦ ، ۱٦ ، ۲۱ ،
۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ نازنیناں ، عوض نہیں) -

ش ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۱ - منتخبه -
۱ ، ۳ ، ۴ ، ۷ تا ۱۳ ، ۱۵ ، ۱٦ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۵ - بے خار -
۱ ، ۷ - شیفته -
۱ ، ۲ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱٦ ،
۱۷ ، ۱۸ ، ۲۵ - فخر -
۱ - صنادید ، گلستاں ، بے خزاں -
۸ - سفینه -
(۳) تیرا عاشق قبر میں - مسوده -
قبر میں بھی تیرا عاشق - منتخبه -
لوح بالیں پر جو کنده - منتخبه -

(٦) ناتوانی سے ترے بیمار کا یہ حال ہے ۔
میری جان ناتواں کا ھجر میں یہ حال ہے
لب تک آنا دم کو سینہ سے رہ صد سال ۔ دوسری صورتیں ۔
(۷) جوش گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا ۔ بے خار ، ویران ، نگارستان ۔
چشم گریاں کا مری ۔ عوض ۔
(۸) ابر رویا ھی کیا پر میرے سوز عشق سے ۔ دوسری صورت ، مسودہ ۔
(۹) میرے درد دل کے گھٹنے سے عجب احوال ہے ۔ دوسری صورت ، مسودہ ۔
(۱۱) . . . . نوک مژگاں کا خیال ۔ ویران ۔
(۱۳) کھاؤں میں بیڑا جو اس بن کیوں کہ دل ٹکڑے نہ ھو ۔ ویران ، نگارستان ، بے خار ، عوض ۔
(۱٦) قلعی سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے ۔ نگارستان ۔

غ ۲۲۳ ۔ ۷ نازنیناں ، عوض ، ویران ، ھاجر ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ۔ بے خار ، فخر ، نگارستان ۔
۱ ، ۲ ۔ گلستاں ۔
(۴) جز زلف سوجھتا نہیں اے مردہ دل (کذا) ۔ نازنیناں ، عوض ۔

غ ۲۲۴ ۔ ۹ نازنیناں ، عوض ، ویران ، نگارستان ۔ ۸ ۔ فخر ، بے خار (۴ نہیں) ۔
(۷) گاہ ھجوم یاس ہے دل پر گاہ ھجوم حسرت ہے ۔ ویران ۔

غ ۲۲۵ ۔ ۱۰ نازنیناں ، عوض ، ویران ، نگارستان ۔

ش ۹ ، شیفتہ ، بے خزاں ۔

(۱) میری خاکستر اوڑی تھی جس سے گردوں سب بنے
اس میں کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے ۔ ویران ۔
(۲) دل کو رکھ دوں اس دم شمشیر پر گر ڈھب بنے
دل کو رکھ دیں ھم خم شمشیر پر گر ڈھب بنے ۔ نازنیناں ، عوض ۔

(۵) جو نه هوں عقدے کبھی جوں غنچۂ تصویر وا - ویران -
وائے قسمت وہ ہمارے . . . . - ویران ، نازنیناں ، عوض -
(۹) . . . . کہ تا لاویں بلا - ویران -
. . . . کہ محروم البصر عقرب بنے - ویران

غ ۲۲٦ - ۵ بیاض - ویران ۴ (۳ ویران نہیں) -
(۲) پھرتا سرگشتہ زمانے میں بھلا کیوں خورشید - دوسری صورت -
گھر سے اپنے نہ نکلتا کبھی باھر خورشید - ویران -
(۳) مصرع اولی بیاض میں مولانا آزاد کے قلم کا مرھون منت ھے -

غ ۲۲۷ - ۱۰ - بیاض ۹ (۱۰ بیاض نہیں) -
ش ۱ ، ۱۰ - ویران -

غ ۲۲۸ - ۸ بیاض - ویران ۵ (۵ ، ۷ ، ۸ ویران نہیں) -
ش ٦ ، فخر -
(۲) دم کو ہمارے سینے میں هرگز نہیں قرار - ویران -
(۳) پہلے ھی سے عقیق کا دل . . . . - بیاض -
(۴) اگلا جو برگ زرد - ویران -

غ ۲۲۹ - ٦ بیاض (۳ ، ٦ کا مصرع ثانی مولانا آزاد کے قلم سے ھے) -
ش ۱ ، ۲ ، ۵ - ویران -

غ ۲۳۰ - ۷ - ویران ٦ (٦ ویران نہیں) -
ش ۱ ، ۴ ، ۷ بیاض - ۴ ، ۵ ، ۷ نازنیناں ، عوض -
۱ ، ۴ ، ۵ - شیفته ، فخر ، صنادید -
۱ ، ۴ ، ۵ ، ۷ - نگارستان -
۱ - بلاغت ، گلستاں ، ۴ سفینه ، ۲ منتخبه -
(۲) شرارے متصل نکلے یہاں تک - ویران -
(۴) فلک کیا حیله ۔ازی میں - بیاض -

غ ۲۳۱ - ۱۰ - نازنیناں ، عوض ، بیاض ، ویران ۹ -
(۲ بیاض ، نازنیناں ۴ ویران نہیں) -
ش ۵ ، نگارستان -
(۳) . . . . گل عبہر میں گھر کرے - ویران -

(۴) دل نے قرار سینۂ پر سوز میں کیا ۔ بیاض ۔
دل کو قرار سینۂ پر سوز ہوگیا ۔ نازنیناں ، عوض ۔
(۹) . . . . غضب گھر پکڑ گئی ۔ نازنیناں ، عوض ۔

غ ۲۳۲ - ۹ ویران ۔

غ ۲۳۳ - ۷ بیاض ۔
ش ۱ منتخبہ ۔

غ ۲۳۴ - ۸ بیاض ۔

اس غزل میں اپنی یادداشت کی بنیاد پر مولانا نے ایک سے زیادہ مقامات پر اصل نسخے میں تبدیلیاں کی ھیں ۔ یہاں اصل متن کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ھے ۔ نقطے دیے ہوئے حصے کی عبارت کی قرأت ممکن نہیں ۔

غ ۲۳۵ - ۱۰ ویران ۔ نازنیناں ۹ ۔ عوض ۹ (۱۰ نازنیناں ، عوض نہیں) ۔
ش ۱ ، ۳ ، ۵ بے خار ، فخر ، نگارستان ۔
(۱) چاھیے بہر کفن چادر مہتاب مجھے ۔ نازنیناں ، عوض ۔
(۵) قبلہ و کعبہ لکھا کرتا ھے آداب مجھے ۔ ویران ۔

غ ۲۳٦ - ۵ ۔
ش ۱ ، ۲ ، ۵ ویران ۔ ۱ ، ۴ ، ۵ منتخبہ ۔

غ ۲۳۷ - ۱۰ بیاض ۔
ش ۱ ، ۱۰ ویران ۔
(۱) مقابل اس رخ تاباں کے ۔ منتخبہ ، عیار ۔
صبا یہ دھول لگائے کہ پھر ۔ نازنیناں ، عوض ۔
(۲) وہ اپنے سینے میں ھے ۔ منتخبہ ، شیفتہ ، صنادید ، بے خزاں ۔
وہ گرم ھے یہ مری آہ آتشیں ۔ منتخبہ ، عیار ۔
ھمارے سینے میں وہ آہ آتشیں ۔ نازنیناں ، عوض ۔
. . . . کہ جس سے برق بھی ۔ منتخبہ ، عیار ۔
جو دیکھے برق تو ۔ نازنیناں ، عوض ۔

اشعار غزل ۱ بیاض ، ۲ بیاض ، ۳ منتخبہ ، عیار ، بیاض ، نازنیناں ، عوض ، ویران ، (ش ۲ شیفتہ) فخر ، بے خزاں ، ۴ بیاض ۔ (شعر ۱ ویران) ، ۵ ویران ، ٦ ویران ، ۷ بیاض ، ۸ بیاض ، ۹ ویران ، ۱۰ ویران ، ۱۱ ویران ، ۱۲ ویران ۔

اشعار و ابیات : ۱ بیاض ، ۲ منتخبہ ، ویران ، ۳ بیاض ، ۴ ویران ، ۵ ویران ، ۶ ویران ، ۷ ویران ، ۸ ویران ، ۹ ویران ، ۱۰ ویران ، ۱۱ شیفتہ ، بے خزاں ، فخر ، ویران ، ۱۲ ویران ، ۱۳ ویران ، ۱۴ ویران ، ۱۵ بیاض ، ۱۶ ویران ، ۱۷ ویران ، ۱۸ منتخبہ ، شیفتہ ، ویران ، ۱۹ ویران ، ۲۰ مسودہ ، منتخبہ ، ۲۱ ویران ، ۲۲ ویران ، ۲۳ ویران ، ۲۴ ویران ، ۲۵ ویران ، ۲۶ بیاض ، ۲۷ ویران ، ۲۸ بیاض ، ویران ، ۲۹ ویران ، ۳۰ ویران ، ۳۱ ویران ، ۳۲ ویران ، ۳۳ صدرالدین ، منتخبہ ، شیفتہ ، عوض ، ویران ، ۳۴ منتخبہ ، ۳۵ بیاض ، ۳۶ ویران ، ۳۷ شیفتہ ، فخر ، ویران ، ۳۸ منتخبہ ، ویران ، ۳۹ ویران ، ۴۰ ویران ، ۴۱ ویران ، ۴۲ ویران ، ۴۳ ویران ، ۴۴ ویران ، ۴۵ ویران ، ۴۶ مسودہ ، منتخبہ ، ۴۷ ویران ، ۴۸ ویران ، ۴۹ بیاض ، ۵۰ ویران ، ۵۱ ویران ، ۵۲ منتخبہ ، ویران ، ۵۳ نگارستان ، ۵۴ نگارستان ، ۵۵ نگارستان ، ۵۶ بیاض ، ۵۷ مسودہ ، ۵۸ مسودہ ، ۵۹ منتخبہ ، ۶۰ گلستان ، ۶۱ منتخبہ ، ۶۲ منتخبہ ، ۶۳ منتخبہ ، ۶۴ منتخبہ ، ۶۵ منتخبہ ، ۶۶ منتخبہ ، ۶۷ منتخبہ ، ۶۸ منتخبہ ، ۶۹ مسودہ ، ۷۰ بلاغت ، ۷۱ مسودہ ، ۷۲ گلستان ، ویران ، اخبار -

حواشی متعلقہ قطعات :

قطعات (الف)

۱ - ۱۳ بیاض ، ویران - ۲ ، ۲۰ ویران - ۳ ، ۴ اخبار ، بیاض -

قطعات (ب)

۲ ویران - ۲ ویران - ۳ بیاض ، ویران - ۴ ویران - ۵ بیاض ، ویران -
۶ ویران -

رباعیات

۱ ویران - ۲ بیاض ، ویران -

دل اپنا غم دھر سے تو کر - ویران -

جیسے ہو . . . . دن کاٹ (کذا) - بیاض -

اے ذوق فلک کے ہوئے . . . . بیاض -

۳ بیاض ، ویران -
تھا جب کہ جواں - بیاض -
پیر خرابات ھوا . . . . بیاض -
۴ بیاض ، ویران -
چشم اس کی . . . . ویران -

۵ بیاض ، ویران - ۶ بیاض ، ویران - ۷ ویران - ۸ ویران - ۹ ویران - ۱۰ ویران - ۱۱ بیاض ، ویران - ۱۲ بیاض ، ویران - ۱۳ بیاض بلاغت - ۱۴ بیاض - ۱۵ بیاض -

اشعار مثنوی

۳۰ بیاض ، ویران -

اشاریہ

مقدمہ

شخصیات

(الف)

ابراهیم (بن قاضی نور محمد قلندری) : ۱۱۳ -

ابو ظفر (سراج الدین محمد) : دیکھیے ظفر -

احسن اللہ خاں (حکیم) : ۱۲۹ -

احمد حسین لاہوری : ۴۴ -

اسد اللہ خاں (مرزا) : دیکھیے غالب -

اشرف علی (سید) : ۱۱۲ -

اکبر شاہ ثانی : ۵۹ ، ۱۰۷ -

الٰہی بخش خاں (نواب) : دیکھیے معروف -

امام بخش (مولوی) : دیکھیے صہبائی -

امراؤ مرزا : دیکھیے انور -

امو جان (عمو جان) : ۱۷ ، ۲۲ ، ۲۸ -

امیر سنگھ : ۳۷ -

انشاء : ۶۴ ، ۹۸ ، ۱۰۷ -

انصار اللہ (خورجوی) : دیکھیے نظر -

انور (امراؤ مرزا) : ۲ ، ۵ ، ۶ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵ ، تا ۱۸ ، ۲۱ ، ۲۳ ، ۷۹ ، ۹۷ -

آرزو (ڈاکٹر مختار الدین احمد) : ۱۰۷ -

آزاد (مولانا محمد حسین) : ۱ ، ۷ ، ۱۴ ، ۱۶ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۱ ، ۴۳ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۷ ، ۵۲ ، ۵۳ ، ۵۵ تا ۵۹ ، ۶۱ ، ۷۲ تا ۷۵ ، ۷۹ تا ۸۱ ، ۹۲ ، ۹۵ ، ۹۶ ، ۹۸ ، ۹۹ -

آصف : ۶۴ -

(ب)

باطن (حکیم قطب الدین) : ۱۱۴ -

بختاور سنگھ : ۱۱۵ -

بدھ سنگھ : دیکھیے قلندر -

بلاقی داس (منشی) : ۳۶ -

بلگرامی (میجر سید حسن) : ۱۴ ، ۹۱ ، ۹۳ -

بہاء الدین (شاہ) : ۱۲۲ -

(ت)
تحسین (محمد حسین خاں) : ۱۶ ، ۲۰ -
تشنہ (منشی محمد علی) : ۱۰۰ -

(ج)
جان پاٹن گبنس : ۱۳۱ -
جرأت (قلندر بخش) : ۱۰۱ -
جلال الدین حیدر (سید) : ۲۱ -
جنگلی مل (لالہ) : ۳۷ -
جواں بخت (مرزا) : ۲۷ ، ۱۲۴ ، ۱۲۷ ، ۱۳۳ -
جہاندار شاہ (مرزا) : ۹۸ ، ۱۰۰ -
جے نرائن (لالہ) : ۲۵ ، ۲۸ -
جیوا خاں : ۱۱۴ -

(ح)
حامد علی خاں (سید) : ۱۲۹ -
حفیظ (شیخ حفیظ اللہ) : ۱۷ -
حیدر بخش (میاں) : ۱۷ -

(د)
داغ (نواب مرزا خاں) : ۲۳ ، ۲۴ -
دلدار علی (مولوی) : دیکھیے مذاق -
دھرم نرائن (منشی) : ۸ ، ۷۹ -
دوارکا پرشاد (کنور) : ۳۲ -
دینا ناتھ (دیوان) : ۱۲۱ -

(ذ)
ذوق (شیخ محمد ابراہیم) : ۱ تا ۱۴ ، ۱۶ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۵ تا ۳۲ ، ۳۸ تا ۴۴ ، ۴۶ ، ۴۷ ، ۵۲ ، ۵۶ تا ۵۹ ، ۶۱ تا ۶۳ ، ۶۵ ، ۷۲ تا ۸۱ ، ۸۶ ، ۸۹ ، ۹۱ ، ۹۴ تا ۹۶ ، ۹۸ تا ۱۰۸ ، ۱۱۰ ، ۱۱۲ تا ۱۱۸ ، ۱۲۱ تا ۱۳۳ -

(ر)
راز داں (سورج رام) : ۱۲۱ -
رگھو ناتھ سنگھ (منشی) : دیکھیے ہاجر -
رمز (مرزا فتح الملک ولی عہد) : ۱۱۴ -

(ز)
زینت محل (نواب) : ۱۲۶ -

(س)
سراج الدین (مرزا ابو ظفر) : دیکھیے ظفر -
سرور (اعظم الدولہ ، میر محمد خاں) : ۱۰۸ -
سکندر (میاں) : ۱۰۰ -
سودا (مرزا محمد رفیع) : ۵۷ ، ۶۴ ، ۹۹ -
سورج رام : دیکھیے راز داں -
سوز (مولوی عبدالکریم) : ۱۱۱ ، ۱۱۶ -
سید احمد خاں (سر) : ۱۱۲ ، ۱۱۳ -
سید حسن (میجر) : دیکھیے بلگرامی -

(ش)

شاہ عالم : ۱۰۸ -
شاہ نصیر : ۴ ، ۵ ، ۵۱ ، ۶۱ ،
۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۲۲ -
شوق (حافظ غلام رسول) : ۱ ، ۳ ،
۱۰۸ ، ۱۳۱ -
شہاب الدین موسیٰ : ۱۱۳ -
شیرانی (حافظ محمود ، پروفیسر) :
۴۵ ، ۴۶ تا ۴۸ ، ۵۲ ،
۵۶ ، ۵۷ ، ۱۰۰ -
شیفتہ (نواب مصطفیٰ خاں) : ۲ ،
۹ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹ -

(ص)

صابر (مرزا قادر بخش) : ۱۰ ، ۱۲ ،
۶۱ ، ۱۰۲ ، ۱۱۶ -
صدرالدین (آزردہ) : ۴ ، ۱۰۳ ،
۱۰۷ -
صہبائی (مولوی امام بخش) : ۱۴ ،
۹۰ ، ۱۱۰ ، ۱۱۵ ، ۱۲۹ -

(ط)

طالب علی (مولوی) : ۱۱۴ -
طوفان (ابن امین اللہ) : ۱۱۰ -

(ظ)

ظفر (سراج الدین محمد ، ابو ظفر) :
۱۳ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۵۹ ،
۶۲ ، ۹۷ ، ۱۰۴ ، ۱۱۷ ،
۱۲۳ ، ۱۳۲ -
ظہیر (سید ظہیرالدین حسین عرف
نواب مرزا) : ۱۶ ، ۱۷ ،
۲۱ ، ۲۳ ، ۲۵ ، ۲۹ ،
۵۸ ، ۱۰۲ ، ۱۲۶ تا ۱۲۸ -

(ع)

عاشق نہال چشتی (سید) : ۸۰ ،
۸۱ -
عاصی (گھنشیام رائے) ۱۲۲ -
عبداللہ (مولوی) : ۱۱۴ -
عبدالغفور (سید) : ۱۱۰ ، ۱۱۴ -
عبدالغفور (نواب آف جاورا): ۱۱۴ -
عبدالقادر (شیخ) : ۱۱۴ -
عبدالکریم (مولوی) : دیکھیے سوز -
عبدالودود (قاضی) : ۱۰۰ ، ۱۱۰ -
علی بخت (مرزا) : ۱۲۹ -
علی جان : ۹۰ -
علی نقی خاں بہادر : ۱۱۳ -
عمو جان (امّو جان) : ۹۰ -
عوض علی : ۱۴ ، ۱۲۰ -

(غ)

غالب (مرزا اسد اللہ خاں) : ۲۵ ،
۲۶ ، ۲۷ ، ۲۹ ، ۵۲ ،
۵۸ -
غلام حسین رام پوری : ۱۲۰ -
غلام رسول (حافظ) : دیکھیے
شوق -
غلام رسول مست (مولوی) : ۶۴ -
غلام رسول (حافظ) : دیکھیے ویران -
غیاث الدین (حافظ محمد) : ۱۱۶ -

(ف)

فخر (محمد ہادی حسن) : ۵۹ ، ۱۱۹ -
فراق (ناصر نذیر) : ۳۹ ، ۴۳ ، ۹۱ -
فرید الدین احمد (خواجہ) : ۱۱۳ ،
فیلن : ۱۱۲ -

(ق)

قادر بخش (مرزا) : دیکھیے صابر -
قاسم علی : ۲۵ -
قاسم علی سجن لال : ۱۲۷ ، ۱۲۹ ، ۱۳۱ -
قطب الدین (حکیم) : دیکھیے باطن -
قلندر (بدھہ سنگھ) : ۱۰۳ -

(ک)

کریم الدین (مولوی) : ۲ ، ۱۳ ، ۱۱۲ ، ۱۲۳ -
کلب علی خاں (نواب) : ۱۲۰ -
کنور سین : ۱۰۹ -

(گ)

گارساں دتاسی : ۸ ، ۱۱۲ -
گنگا داس (لالہ) : ۳۷ -
گھنشیام رائے: دیکھیے عاصی -

(م)

محسن علی (سید) : ۱۱۵ -
محمد : ۸۴ -
محمد ابراهیم (بن شہاب الدین موسیٰ) : ۱۱۳ -
محمد ابراهیم (بن قاضی نور محمد قلندری) : ۱۱۴ -
محمد ابراهیم (شیخ) : ۱۷ -
محمد ابراهیم (شیخ) : دیکھیے ذوق -
محمد ابراهیم (شیخ ، لاهوری) : ۱۷ -
محمد ابراهیم (میاں) : ۲۰ -
محمد اسماعیل (خلیفہ) : ۱۴ ، ۱۵ ، ۳۸ -
محمد اسماعیل (سید) : ۳۵ -
محمد باقر (آغا) : ۶۳ ، ۷۵ -
محمد باقر (مولوی) : ۳۸ ، ۱۲۹ -
محمد بخش (میاں) : ۱۷ -
محمد حسین (مولانا) : دیکھیے آزاد -
محمد حسین خاں : دیکھیے تحسین -
محمد رمضان (شیخ) : ۱ -
محمد شفیع (مولوی) : ۹۲ -
محمد علی (منشی) : دیکھیے تشنہ -
محمد مرزا خاں : ۳۰ -
محمد ہادی حسن : دیکھیے فخر -
مختار الدین احمد (ڈاکٹر) : دیکھیے آرزو -
مخبر : ۱۰۰ -
مذاق (مولوی دلدار علی) : ۶۵ ، ۱۱۷ -
مرتضیٰ خاں (نواب) : ۱۰۹ -
مصحفی : ۱۰۳ -
مصطفیٰ خاں (نواب) : دیکھیے شیفتہ -

ممتاز علی (سید) : ۹۵ -
منیر (شاہ وجیہ الدین) : ۱۰۳ -
موتی لال (لعل ، پنڈت) : ۱۰۹ ، ۱۲۹ -
مومن (حکیم مومن خاں) : ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۸ ، ۲۹ -
میر تقی (میر) : ۱۰۲ -
میر حسن : ۱۰۲ -
میر محمد خاں (نواب) : دیکھیے سرور -

(ن)

ناسخ : ۶۴ ، ۹۸ ، ۹۹ -
نظر (انصاراللہ خورجوی) : ۱۰۱ ، ۱۰۵ -
نورالدین (بن جیوا خاں) : ۱۱۴ -
نور بخش (لاہوری) : ۲۰ -
نور محمد قلندری (قاضی) : ۱۱۴ -
نولکشور (منشی) : ۳۵ -

(ہ)

ہاجر (منشی رگھو ناتھ سنگھ) : ۱۱۷ -

(و)

وجیہ الدین (شاہ) : دیکھیے منیر -
ویران (حافظ غلام رسول) : ۱۶ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۳ ، ۳۱ ، ۵۵ ، ۵۷ ، ۵۹ ، ۷۵ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۹ ، ۱۲۷ ، ۱۳۲ -

ادارے

(الف)

ادارۂ ادبیات اُردو (حیدر آباد دکن) : ۱۲۸ ، ۱۳۰ -
آزاد بک ڈپو (دہلی) : ۴۶ -
آزاد لائبریری (علی گڑھ) : ۱۱۲ ، ۱۲۳ -
آئینۂ ہند پریس (دہلی) : ۳۷ -

(پ)

پنجاب سنٹرل پبلک لائبریری لاہور : ۱۰۸ -
پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور : ۹۳ ، ۱۲۱ ، ۱۲۴ -

(ح)

حبیب گنج (آزاد لائبریری) : ۳۴ ، ۳۷ -

(ر)

رضا لائبریری رام پور : ۱۱۸ ، ۱۲۰ -
رفاہ عام (مطبع) : ۱۱۱ -

(س)

سیدالاخبار (مطبع) : ۱۱۳ -
سینٹ اسٹیفینس کالج : ۲۵ -

(ک)

گورنمنٹ کالج لاہور : ۹۲ ، ۱۰۸ -

(م)

مخزن العلوم (غازی آباد) : ۳۲ ، تا ۳۴ -

مسلم یونی ورسٹی : ۱۲۳ -

مطبع العلوم (مدرسہ دہلی) : ۱۱۲ -

مطبع احمدی (واقع شاہدرہ دلہائی) : ۱۷ ، ۲۳ ، ۲۶ ، ۲۸ -

مطبع مصطفائی دہلی : ۱۶ ، ۲۰ -

سیور پریس دہلی : ۳۵ -

نول کشور (مطبع) : ۳۴ ، ۱۰۲ ، ۱۱۵ -

مقامات

(الف)

اکبری دروازہ : ۴۵ -

امام باڑہ : ۱۲۹ -

(پ)

پانی پت : ۱۷ -

پنجہ شریف : ۱۰۹ -

پیپل مہادیو (محلہ) : ۳۶ -

(ج)

جاورا (ریاست) : ۱۱۴ -

(د)

دریبہ کلاں (محلہ) : ۱۱۷ -

دلہائی (شاہدرہ) : ۱۷ ، ۲۸ -

دہلی : ۱ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ۱۹ ، ۲۵ ، ۳۱ ، ۳۵ ، تا ، ۳۷ ، ۳۹ ، ۷۹ ، ۹۸ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲ ، ۱۱۴ ، ۱۱۶ ، ۱۲۳ -

(ر)

رکاب گنج (محلہ) : ۱۱۵ -

(ش)

شاہدرہ : ۱۷ ، ۲۶ ، ۲۸ -

(ع)

علی گڑھ : ۱۰۷ -

(غ)

غازی آباد : ۳۲ -

(ک)

کابلی دروازہ : ۱ -

کانپور : ۳۵ -

کوچہ چیلا (ن) : ۳۱ -

(گ)

گذر اعتقاد خاں : ۱۰۹ -

(ل)

لاہور : ۹۲ ، ۱۰۸ -

لکھنؤ : ۶ ، ۱۱۵ -

نوگزہ (محلہ) : ۱۱۷ -

کتب ، رسائل و اخبارات

(الف)

اسلامک کلچر : ٦١ -

آب حیات : ۲ ، ۱۴ ، ۳۸ ، ۸۹ ، ۹۳ ، ۹۴ ، ۹۷ ، ۱۰۱ -

آثارالصنادید : ۸ ، ۱۰۸ -

(ب)

بہارستان اشعار : ۳۸ ، ۱۰۸ -

(ت)

تاریخ ادبیات هندوی و هندوستانی : ۱۸ ، ۱۱۲ -

تاریخ قیصریه : ۳٦ -

(ج)

جلوۂ خضر : ۳۷ -

(چ)

چمن بے نظیر : ۱۱۳ ، ۱۱۴ -

(ح)

حدائق البلاغت : ۱۱۰ -

حیات ذوق : ۴۴ -

(خ)

خم خانۂ جاوید : ۱۰۰ -

خیرخواه هند : ۱۳۳ -

(د)

دهلی اُردو اخبار : ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۳ ، ۷۴ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۲۴ ، ۱۳۲ -

(س)

سخن دان پارس : ۳۱ ، ۳۲ ، ۹۱ ، ۹۳ -

سخن شعرا : ۳۳ -

سراپا سخن : ۱۱۵ -

سفیر هند : ۳٦ -

سیرالمحتشم : ۱۲ ، ۱۱۴ -

(ط)

طبقات الشعرائے هند : ۲ ، ۱۱۲ -

طور کلیم : ۳۷ -

(ع)

عمدۂ منتخبه (تذکرہ سرور) : ۱۰۳ -

عیار الشعرا : ۱۰٦ ، ۱۰۷ -

(ق)

قران السعدین : ۱۳۴ -

قواعد صرف ونحو : ۱۴ -

(ک)

کوہ نور : ۴۵ ، ۱۳۳ -

(گ)

گلدستۂ نازنیناں : ۱۳ ، ۱۱۱ ، ۱۲۰ -

گلستان بے خزاں : ۱۰۴ -

گلستان سخن : ۱۱۵ -

گلشن بے خار : ۲ ، ۱۰۴ ، ۱۰۸ ، ۱۲۴ -

(ل)
لٹن گزٹ : ۳۶ -
(م)
مجموعۂ نغز : ۵۲ ، ۱۰۰ ، ۱۰۳ ، ۱۰۵ ، ۱۰۶ -
معدن الاشعار : ۱۰۳ ، ۱۲۱ -
(ن)
نظم آزاد : ۹۵ -
نگارستان : ۲۵ ، ۳۰ ، ۳۷ ، ۳۸ ، ۱۰۲ ، ۱۰۴ -

دیوان غزلیات

اسماء و علائم

(الف)
ابلیس : ۱۴۱ ، ۱۷۴ ، ۲۰۶ -
اخفش : ۲۸۵ -
اسکندر : ۱۹۰ -
اسکندر روسی : ۳۶۶ -
الیاس : ۱۷۶ -
آهی (شاعر) : ۲۳۳ -
(ب)
بوجہل : ۱۶۳ -
بہزاد : ۲۳۵ -
جبرئیل : ۱۹۸ -
جم (جمشید) : ۲۱۰ ، ۲۳۰ ، ۲۶۱ ، ۲۶۷ -
(ح)
حُر : ۱۶۶ -
(خ)
خاقان چین : ۳۹۰ -
خسرو : ۱۸۴ ، ۱۹۱ -
خضر : ۱۴۵ ، ۱۴۹ ، ۱۹۰ ، ۲۱۰ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ، ۲۳۲ ، ۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۴۹ ، ۲۵۱ ، ۲۵۵ ، ۲۶۹ ، ۳۳۵ ، ۳۶۸ ، ۴۰۱ -
خلیل : ۲۸۵ -
(د)
دارا : ۱۹۰ -
دانیال : ۳۴۹ -
داؤد : ۳۸۷ ، ۴۰۱ -
درد : ۳۶۳ -
(ر)
رستم : ۲۳۱ -
(ز)
زلیخا : ۱۵۴ ، ۱۹۱ ، ۱۹۶ ، ۱۹۹ -
زهرا : ۴۹۰ -

(س)

سکندر : ۱۵۰ -
سلیمان : ۱۷۸ -
سودا : ۱۹۰ -
سہراب : ۲۳۱ -

(ش)

شاہ ولایت : ۳۹۷ -
شدّاد : ۳۸۷ -
شیخ صنعا : ۳۸۷ -
شیریں : ۱۹۱ ، ۳۴۰ -

(ص)

صالح : ۴۰۱ -

(ع)

علی : ۱۶۸ ، ۳۹۳ ، ۴۰۷ -
عیسٰی : ۱۵۲ ، ۲۰۰ ، ۲۳۰ ، ۲۸۸ ، ۳۴۲ ، ۳۵۴ ، ۳۷۵ ، ۴۰۱ -

(ف)

فرعون : ۱۴۴ ، ۱۵۰ ، ۳۸۶ -
فرہاد : ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۷۸ ، ۱۹۱ ، ۲۱۴ ، ۲۴۹ ، ۳۲۷ ، ۳۴۰ ، ۳۶۴ -
فلاطون : ۲۵۲ ، ۲۵۷ ، ۲۶۲ ، ۳۶۱ -

(ق)

قارون : ۱۸۹ -
قیس : ۱۷۴ ، ۱۹۲ ، ۲۴۹ ، ۳۳۶ -

(ل)

لقمان : ۲۳۲ -
لیلٰی : ۲۰۲ ، ۲۱۰ ، ۲۳۸ ، ۲۷۲ ، ۲۷۶ ، ۲۹۰ ، ۳۱۶ ، ۳۳۶ ، ۳۸۱ ، ۳۹۲ ، ۴۱۳ -

(م)

مانی : ۱۷۸ ، ۲۲۶ ، ۲۳۵ -
مجنوں : ۱۴۴ ، ۱۴۹ ، ۱۵۵ ، ۱۷۲ ، ۱۸۰ ، ۱۸۷ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۵ ، ۲۰۲ ، ۲۱۰ ، ۲۲۲ ، ۲۳۸ ، ۲۴۷ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱ ، ۲۷۶ ، ۲۸۱ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۲۹۴ ، ۳۲۳ ، ۳۲۷ ، ۳۵۱ ، ۳۷۵ ، ۳۸۱ ، ۳۸۴ ، ۳۸۵ ، ۳۸۶ ، ۳۸۹ ، ۳۹۲ -
مریم : ۱۷۳ ، ۲۳۰ ، ۲۶۱ -
مسیح (مسیحا) : ۱۴۲ ، ۱۵۳ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۴ ، ۲۲۴ ، ۲۶۱ ، ۳۵۷ ، ۳۶۸ ، ۳۷۸ ، ۴۱۳ -
منصور : ۱۷۸ -
موسٰی : ۱۹۰ تا ۱۹۲ ، ۱۹۹ -
میر : ۱۷۵ -

(ن)

نثار علی شاہ : ۲۵۵ -
نمرود : ۳۸۶ -
نوفل : ۲۹۴ -

(و)

وامق : ۱۹۵ -

(ہ)

ہارون : ۳۳۵ -

(ی)

یداللہ : ۱۵۴ -
یعقوب : ۱۹۶ -
یوسف : ۱۴۴ ، ۱۴۸ ، ۱۵۲ ، ۱۷۰ ، ۱۷۹ ، ۱۹۲ ، ۱۹۴ ، ۱۹۶ ، ۲۲۴ ، ۳۱۵ ، ۳۹۳ ، ۴۰۱ -

کتب و رسائل

اشارات : ۲۶۰ -
اکسیر اعظم : ۱۷۴ -
الف لیلیٰ : ۲۹۰ -

روضۃ الصفا : ۲۹۲ -

ساقی نامہ : ۳۰۷ -

شفا : ۲۶۰ -

قرآن : ۱۴۴ ، ۱۴۹ ، ۱۵۷ ، ۲۲۷ -

مخزن اسرار : ۳۰۵ -
میزان : ۲۲۷ -

مقامات

بابل : ۲۲۲ -
بدخشاں : ۱۶۶ ، ۲۲۷ -
بیت المقدس : ۲۶۳ -

پنجاب : ۱۶۶ -

چین : ۲۲۲ -

حلب : ۱۵۱ -

ختن : ۳۰۱ -

دکن : ۲۲۷ -
دلی : ۲۲۷ -
فرنگ : ۲۲۲ ، ۳۹۶ -

کنعان : ۱۵۴ ، ۱۹۲ ، ۳۱۵ -

مصر : ۱۵۳ ، ۱۹۹ -
ملتان : ۱٦٦ -

یمن : ۳۰۱ ، ۳۸۳ -

گبر : ۱۵۷ -

مسلمان : ۱۵۷ ، ۱۷۵ ، ۳۳۰ ،
۳٦۰ -

هندو : ۱۸۱ ، ۲۴۴ ، ۳۵۷ -

لفظیات

آره : ۲۷۸ -
اژدر : ۳۴۸ -
اژدها : ۱۸۳ -

بندوق : ۱۷۱ ، ۳۰۹ -

تعویذ : ۱۴۹ ، ۱۷۸ ، ۲۲۹ -
تفنگ : ۱۸۴ -
تمثال : ۳۷۸ -
تناسخ : ۳۴۰ -
توده توده : ۳۹۴ -

جاروب : ۱٦۴ -
جوشن ۳۵۸ -

چورنگ : ۲۹۱ -

حادث : ۲۴۴ -
حرارے : ۳۴۲ -
حریر : ۱۹۱ -
خاکی : ۲۹۲ -
خرفه : ۳۵۵ -

خز : ۱۹۱ -
خفتاش : ۱۸۰ -
خلخال : ۳۷۷ -

دارو : ۲۳۲ -
دیبا : ۱۹۱ -

رمتال : ۳۷۸ -
رویت : ۳۴۹ -
ریسمان : ۱٦۰ -
ریم : ۳٦۸ -

زنبور : ۱۷۸ -

سمک : ۲۴٦ -
سوزنی : ۳۳۰ -

شکنجه : ۳۸۳ -
شنگرف : ۲۲٦ -

عنکبوت : ۳۸۳ -

فتیلا : ۱۷۱ -
فساں : ۳۲۵ -

——

قلیان : ۲۱۰ ، ۲۲۷ -
قمچی : ۳۰۵ -

——

کژدم : ۱۶۹ -

——

گذری : ۳۵۳ -
گلخن : ۲۷۲ -

——

لباسی : ۲۵۲ -

——

مبدل : ۳۷۲ -
مشوش : ۲۸۵ -
ملمس : ۲۶۲ -

——

نمر : ۲۵۱ -
نوشته : ۲۲۴ -
نیلم : ۳۳۰ -
نیچه : ۱۷۴ -
نہنگ : ۱۸۳ -

——

یاقوت : ۲۳۰ -

ہندی

ادھیڑ : ۲۸۲ -
اُکھیڑ : ۲۸۲ -
انگوٹھا : ۳۷۳ -

——

بالکے : ۱۴۸ -
بالو : ۲۴۵ -
باڑہ : ۱۸۰ -
بچّھو : ۲۵۸ -
بگاڑ : ۱۸۱ -
بھبھوکا : ۲۴۵ -
بھگوڑا : ۱۶۹ -

——

پلنگ : ۲۲۲ -
پون : ۲۳۱ -
پونگی : ۱۹۴ -
پھپھولے : ۲۲۷ ، ۲۹۹ -
پھندا : ۲۹۰ -
پینس : ۳۲۶ -
پھیر : ۱۵۹ -

——

ٹھنگیر : ۱۵۹ -
ٹیڑھ : ۳۳۴ -

——

جل توائی : ۲۱۹ -
جنبھائی : ۱۸۷ -

——

جنتری : ۳۴۴ -
جوڑا : ۱۵۹ -
جھاڑ : ۱۶۰ -
جھکجھورا : ۳۶۱ -
جھومر : ۲۱۸ ، ۲۲۴ -

چاقو : ۲۴۲ -
چٹخنا : ۳۴۳ -
چربی : ۳۱۷ -
چھری ۲۲۴ -
چھلا : ۲۳۱ -
چیونٹی : ۱۷۹ -

داؤ گھات : ۱۵۸ -

ڈھیر (قبر) : ۱۶۱ -
ڈھیر : ۳۷۹ -

رال : ۳۷۹ -
روڑا : ۱۶۵ -

سان : ۱۵۷ -
سکیڑ : ۲۸۲ -
سیانا : ۳۳۸ -

کنول : ۱۷۵ -
کولا : ۱۷۱ -
کھکھیڑ : ۲۸۲ -
کھوج : ۲۶۸ -
کھیت : ۲۵۷ -

گنڈا : ۱۶۱ -
گھڑیال : ۱۸۷ -

لتھیڑ : ۲۸۲ -

مسہ : ۱۷۰ -
مسی : ۳۴۸ -
منہدی : ۳۴۵ -

ناؤ : ۳۱۵ -
نبیڑ : ۲۸۱ -
نون : ۱۷۲ -

متفرقات

اصحاب الفیل : ۳۸۰ -
الحذر : ۳۶۰ -
الحفیظ : ۱۶۵ -
الحمد : ۱۴۱ -
العطش : ۲۹۲ -
الغیاث : ۲۶۵ -
امتحاناً : ۱۹۱ -
اناالحق : ۳۶۰ -

بایّ ذنبٍ قتلتنی : ۳۲۹ -

بیت‌الحزن : ۳۰۱ -
بیت‌الصنم : ۲۱۶ -
بین‌السطور : ۲۴۵ -

تعالی‌الله : ۴۱۳ -
تیمناً : ۲۵۱ -

حجرالیہود : ۱۸۲ -
ختم‌المرسلین : ۳۹۰ -
خذ ما صفا : ۳۷۶

دع ما کدر : ۳۷۶

سبحان ربی الاعلیٰ : ۳۴۱
سریع السیر : ۱۷۵ -
سائمنا : ۴۱۰ -

شرب‌الیہود : ۲۴۵ -

شوکت العقرب : ۳۲۵ -

صریحاً : ۳۳۶ -
صلِ علیٰ : ۲۹۰، ۴۱۳ -
عین‌الیقین : ۳۷۱ -
فی‌النار والسقر : ۳۹۱ -
فیہِ نظرٌ : ۲۴۹ -

قم : ۳۴۲ -
قم باذن‌الله : ۲۸۶ -

کلُ البرق : ۴۱۲ -
کل حزبِ بما لدیہم فرحون : ۴۱۰ -

لبیک : ۲۸۴ -

محکوم القضا : ۲۰۳ -
معدوم‌البصر : ۳۸۱ -

نورالعین : ۴۰۹ -

واجب القتل : ۳۳۶ -

ہل من مزید : ۲۴۴ -

اذن عام : ۲۶۰، ۴۰۰ -
اہلِ تکسیر : ۲۱۸ -
آبِ نزلہ : ۱۸۹ -
آبِ بنگ : ۳۴۵ -

برجِ عقرب : ۳۵۰ -
برگِ پان : ۱۶۰ -
بیضۂ نوروز : ۲۴۱ -

پستۂ قندی : ۱۶۴ -
پنج شاخہ : ۲۹۹ -
پوشاک آبی : ۲۹۴ -

تار موسیقار : ۱۸۸ -
تودۂ طوفان : ۳۵۶ -
تیر باز گشتی : ۲۱۹ -
تیغ محرف : ۳۵۲ -

جامۂ احرام : ۲۱۲ -
جامۂ حدّاد : ۱۶۸ -
جامۂ قرآن : ۱۴۳ -
جمعِ کثرت : ۳۲۴ -
جنسِ دست گرداں : ۲۲۶ -

چاہ رستم : ۱۷۳ -

حبّ افیون : ۳۲۱ -
حلّۂ نور : ۶۹ -

خاکِ فلاطون : ۳۲۱ -
خسِ شیشہ : ۲۰۷ -
خطِّ توام : ۲۸۰ -
خطِّ ذقن : ۲۱۵ -

دم دار تارا : ۱۸۰ -
دودِ گلخن : ۲۷۲ -
دیوارِ آہنی : ۳۳۰ -

روغنِ نفطاب : ۲۹۷ -
زاغِ کماں : ۱۸۶ -

بادی چور : ۲۳۴ -
بندوق کا توڑا : ۱۷۱ -
بندوق کا طوطا : ۴۰۹ -

سنگِ سرمہ : ۱۵۷ -
سنگِ فساں : ۳۲۵ -

شیشۂ ساعت : ۳۳۱ -

عقیق یمنی : ۲۶۰ -

قطب تارا : ۱۷۵ -
قلمِ آتش باز : ۳۳۱ -
قلمِ سرمہ : ۲۷۶ -
قلمی شورہ : ۳۶۴ -

قمر منحرف : ۲۴۲ -

گلِ حکمت : ۳۲۱ -

لفافۂ خط : ۳۵۵ -

مدرسۂ فرنگ : ۳۹۶ -
مرغ شانہ سر : ۱۶۰ -
مشبّک جال : ۳۷۹ -
مشقِ کاو کاو : ۲۶۶ -
مئے کہربائی : ۱۴۶ -

نقطۂ رمّال : ۳۷۷ -
نوش دارو : ۲۰۸ -

آبی ڈوپٹہ : ۲۶۴ -

پان کا لاکھا : ۱۴۴ -
پھسلنا پتھر : ۱۶۸ -

تلواروں کا علم : ۱۵۲ -

چاندنی کا پھول : ۱۷۶ -

ڈیڑھ چلو پانی : ۱۶۵ -

زخم کا انگور : ۳۴۱ -
زہر کی گانٹھ : ۲۵۸ -
سیہہ کا کانٹا : ۱۵۹ -
کٹّا گھاس : ۲۸۹ -

گھڑیال کا کٹورا : ۱۸۷ -

لوہے کا پل : ۱۴۶ -

سسی کی دھڑی : ۲۱۸ ۔
مکر چاندنی : ۲۱۵ -

نیل گوں گنڈا : ۱۶۱ -
نئی دنیا : ۳۵۰ -

ہوا گیروں کے پر : ۲۲۹ -
ہرن کھری : ۲۲۰ -
ہیرے کی کنی : ۲۶۱ ، ۲۹۱

متروکات

برنگ : ۴۴ ، ۱۴۴ ، ۱۵۱ ، ۱۶۳ ،
۱۷۳ ، ۱۷۶ ، ۱۸۴ ،
۲۴۱ ، ۲۵۵ ، ۳۵۲ -
بے دید : ۱۵۹ -
بے رواجی : ۱۴۴-
تروار : ۱۵۲ -
ٹک : ۲۷۳ -
جوں : ۱۶۳ ، ۲۶۸-
زور : ۱۴۴-
طرف : ۲۷۳ -
غورگی : ۲۶۸-

کبھو : ۱۵۸ ، ۱۹۷ ، ۳۴۵-
کنے : ۳۳۷ -
کیونکہ : ۲۴۱ ، ۳۱۵ -
لوھو : ۱۷۲ ، ۲۴۷ -

نمط : ۲۲۸ -
ایک دم بھر میں : ۲۰۰ -
تنگئی زمانے کو : ۲۹۳-
شیخ جی صاحب : ۱۹۵ -
ہاتھوں میں قلم : ۱۴۴-

صحت نامۂ اغلاط

مقدمه

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۵۰	۲۰	دکھاتا نہیں	دکھاتا نئی
٦۰	۲۰	ممکن نہیں	ممکن نه هو سکی
۷۵	٦	ساقیانے	ساقیانِ
۷۷	۱۱	اس کے پڑھیے	اس کے پڑھتے
۹۸	۳	بلب	بل بے
۹۸	۹	وهاں نه خاک	وهاں په خاک
۱۰۱	۱۳	ذوق کے لیے	ذوق کے
۱۰۳	۱۲	ذوق هی کا هے	ذوق هی کا هو

دیوان

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱٦۰	۲۴	برگ یاں	برگ پاں
۱۸۲	۱۷	یاں نمود	یہاں نمود
۱۹۰	۱۰	موسا هوتا	موسیٰ هوتا
۱۹۲	۱۸	در ها کے مقفل	درهاے مقفل
۲۲۱	۱۰	به لخت جگر لذیذ	لذیذ (کذا)
۲۳٦	۱۷	سبکبار تو هے صاف ؟	صاف (کذا)
۲۴۳	۷	دیوانه هوں ترا	دیوانه هوں تیرا
۲٦۸	۷	جو	جوں
۲۹۲	۱۰	خاک سی بهی	خاکسی بهی
۳۰۳	۱۷	آئنه اس کے	آئنه اس
۳۱۲	۱۰	بنا هے سائباں	بنائے سائباں
۳۱٦	۲	لاتے هیں اوس	لائے هیں اوس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۸	٦	زمیں جا لگا	زمیں سے جا لگا
۳۲۰	٦	بعد مرگ ھی	بعد مرگ بھی
۳۲۴	۱۴	خاک شہیداں پہ ناز	خاک شہیدان ناز
۳۲۵	۷	سودۂ الماس کو چھڑ کو (کذا)	چھڑ کو
۳۳۲	۲۰	چھاتی پر	چھاتی بھر
۳۳۷	٦	آس کی	آس کنے
۳۳۹	۲۲	پلٹن	پلٹیں
۳۴۰	۳	دیکھ کر اس کو گیا	یہ شعر ۳ پر آنا چاھیے
۳۵۰	۲۱	تبھی آزادہ	تبہ آزار دہ
۳۵۹	۱	ھوئے گا کاغذ	ھو گیا کاغذ
۳٦۰	۱۸	سدا وہ دن	سوا وہ دن
۳۸۵	۱٦	دل عنبر میں	دل عبھر میں
۳۸۷	۲۰	تم آتے آؤ الخ	الخ (کذا)
۳۸۸	۱۲	شب کو تشریف لاؤ الخ	الخ (کذا)
۳۹۳	۱۴	پھر بہار آئی	یہ شعر ناسخ کا ہے
۳۹۸	۱۴	مانند قلقل	مانند قلقل
۴۰۸	۱۵	احمقوں کے کیسے	احمقوں کے پیسے
۴۱۴	۲	ٹھاوی	ٹھاڈے
۴۱۴	۵	مست وارو	مت وارو

صاحب طرز نثر نگار اور شاعر ابن انشاء مرحوم
کی یاد میں یہ کتاب انجمن ترقی اردو ھند
کی لائبریری کو پیش کی جاتی ہے۔

مجلس ترقی ادب لاہور